"Tribune" Dated 6th June, 1937.

THE "BHAKTI ANK."

" It is a pleasure to go through the Special Number of the High Class Spiritual Magazine "Om" namely "BHAKTI ANK" edited by L. Gorakh Nath Nanda. It is really a collection of moral, spiritual and philosophical thoughts of various seekers after truth The book is without doubt a treasure of spiritual experiences realised by teachers of different schools of thought. In this age of materialism and external Pomp and Show it diverts one's attention to the mysterious depths of Spiritual Reality and bring one face to face with the Noumenon—The thing in itself—as distinguished from the Phenomen. The book is very nicely bound and is priced at Rs. 1-8-

Editor

9

"اوم"

رسالہ دھارمک اوم لاہور

एकं सत् विप्राः बहुधा वदन्ति

ॐ

Vol. 5

No. 1

حقیقت ایک ہے مگر بیانات میں اختلاف ہے

Editor:—Gorakh Nath Nanda.

Printed by L. Gorakh Nath Nanda at the Amrit Electric Press Railway Road, Lahore and Published by him from the "Om" office, Lohari Mandi Lahore Title page and one colour photo printed at the Eagle Art Press Lahore.

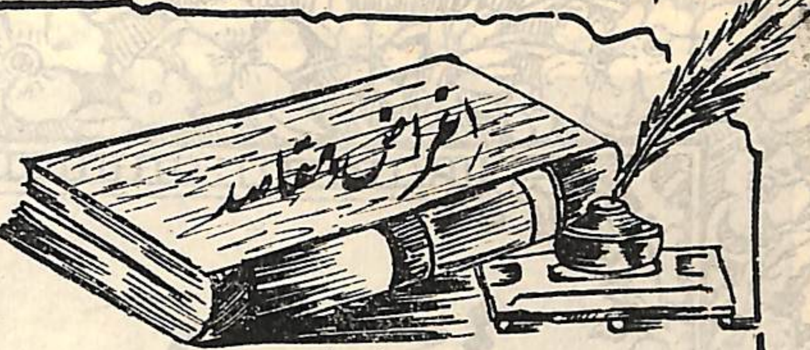


Bhagwan Krishna.

دیکھی نہ کوئی جا بھی تیرے جلوہ سے خالی

جس سمت نظر اٹھ گئی بس تو نظر آیا

رسالہ اوم بابت ماہ جنوری ۱۹۳۹ء



۱:- زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔

۲:- بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہا پرشوں کے اُبھارنے والی زندگیوں کے مؤثر حالات پیش کرنا

۳:- عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔

۴:- ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔

۵:- تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

قواعد و ضوابط

۱:- یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کے ہفتہ اوّل میں شائع ہوتا ہے۔

۲:- اہل قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کے ادبی و روحانی معیار پر پورے اُتریں۔

۳:- اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ دس تاریخ تک چھٹی لکھ کر پرچہ طلب کر سکتے ہیں، اس کے بعد چار آنے کے ٹکٹ آنے پر ملے گا۔

۴:- خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے

۵:- منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط حروف میں منی آرڈر کوپن پر لکھنا چاہیئے۔ تاکہ رقم درست طور پر اصحاب متعلقہ کے حساب میں جمع ہو سکے۔

۶:- تمام منی آرڈر دفتر ہذا کے بینکرز میسرز سٹی بنک لمیٹڈ لاہور وصول کرتے ہیں۔ اسلئے سٹی بنک کے منیجر صاحب کے دستخطوں کی رسید ٹھیک سمجھنی چاہیئے۔

رُوحانیت کی بلند ترین خیالات کا پرچارک

بابت ماہ جنوری ۱۹۳۹ء

فہرست مضامین

معاون خصوصی پنڈت نرمل چند جی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور

سالانہ چندہ سوا تین روپے
ممالک غیر سے : - ہلو سے پانچ روپے
قیمت فی پرچہ چار آنے

مُبارک ہو

از شری یان سوامی گوبند آنند جی مہاراج منڈی چوہڑ کانہ

نئے اس سال کا آنا مُبارک ہو مبارک ہو

وہ پرمانند برسانا مُبارک ہو۔ مبارک ہو

اندھیرا جہل و بے علمی گیا ہے دُور یکدم سب۔ حقیقی چاند چمکانا مُبارک ہو۔

آہا! بادِ صبا کیا آرہی ہے آج عرفانی۔ دِلوں کا جس سے کھِل جانا ″ ″

خوشی سے چل رہی ہے سامنے گنگائی وحدت کی۔ کہ جسمیں تاریاں لانا ″ ″

لگی ہے محفل بیرنگ اسی رنگیں چمن میں آج۔ مسلسل دَور کا آنا ″ ″

نہیں اب کسی سے اُلفت نہیں کُلفت کسی سے بھی۔ دُوئی کا دِل سے اُڑ جانا ″ ″

کریں اب تیاگ ہی کس کا کریں یا گرہن ہی کس کو۔ یہ جُملہ برہم درسانا ″ ″

نہیں اب ہم بندھن کا نہ خواہش ہی ہے مُکتی کی۔ چھُکا سب دِل کا گھبرانا ″ ″

اٹھاسٹھ سال اور تیرتھ جو سمجھے تھے کہیں باہر۔ سب اپنے میں نظر آنا ″ ″

رما ہے رام ہی سارے نہیں کچھ بھی بغیر اُسکے۔ سدا گوبند یہ گانا ″ ″

نیا سال مبارک!

پیارے سجنو! اگر آپ نے منش جیون کے اصل مقصد کو حاصل کر لیا ہے۔ تو آپکا جیون سپھل ہے۔ اور آپ کو نئے سال کی خوشیاں مبارک ہوں۔ ورنہ ایک سال گذرا اور نیا سال بھی گذر جاوے گا۔ اسی طرح کئی سال گذر گئے ہیں۔ اور گذر جاویں گے آخر منش جیون کو نشپھل ہی وتیت کر کے موت کے مُنہ میں داخل ہونا پڑے گا۔ لیکن مُبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس قیمتی وقت کو بھگوان کے نام اور سمرن میں گذار کر آخر پرم شانتی اور آنند کو حاصل کر لیا ہے۔ پرم سُکھ اور پرم شانتی تو آتم گیان میں ہے جس نے اپنی لگاتار کوشش یعنی مہاتما لوگوں کے ست سنگ اور دھارمک پُستکوں کے سواد ھیائے اور نتیہ نیم وغیرہ سے اپنے انتہ کرن کو پوتر کر کے آتم سروُپ کا ساکھشاتکار کر لیا ہے۔ وہی مُبارک ہیں۔ ورنہ جو لوگ دُنیاوی کاروبار اور صرف اپنے پرلوار میں ہی خواب غفلت کی موہ رُوپی نیند میں خراٹے لے رہے ہیں۔ وہ اس بے بہا اور انمول وقت کو بے سُود ہی گنوا رہے ہیں۔ ایسے اگیانی پُرشوں کو یہ معلُوم ہی نہیں کہ ہم کہاں سے آتے ہیں۔ اور کہاں جانا ہے۔ اور آخر اس جیون کا انجام کیا ہو گا۔ یہ منش جنم بڑا دُرلبھ ہے۔ اور یہ بڑے پُن کرموں کا پھل ہے۔ منش جنم کا مقصد پرم سُکھ اور پُورن شانتی کو پراپت کرنا ہے۔ اِسی لئے

شانتی

یعنی پرم سُکھ کی پراپتی کے لئے سب لوگ سرگرداں ہیں۔ لیکن دُنیا میں بہت کم انسان نظر آتے ہیں۔ جن کو اصلی اور سچا سُکھ حاصل ہے۔ جو کہ تبدیلی پذیر نہ ہو۔ سب مذاہب کا مُدعا انسان کی اسی خواہش کو پُورا کرنا ہے۔ اس شانتی مندر پر پہنچنے کے لئے راستے مختلف ہیں۔ لیکن منزل مقصود سب کا ایک ہی ہے۔ ویدانت جو کہ سب مذاہب کا نچوڑ اور یکطرفہ بات سے رہت فلاسفی ہے۔ وہ اس سوال کا حل یُوں کرتا ہے:۔ شانتی کا مندر سب کے اندر ہے۔ اس کو کہیں باہر ڈھونڈنا ہی اُلٹے راستے پر چلنا ہے۔ اپنے سروُپ آتما کے گیان سے ہی پرم شانتی نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ ایسی لازوال شانتی ہے۔ کہ جس کا کبھی نَاش نہیں۔ آتم دیو سب کے ہردہ میں استھت ہے۔ لیکن انتہ کرن کے مل وکھشیپ اور آورن دوش اس کے درشن سے محروم رکھتے ہیں۔ واسنا یعنی خواہشات اس من کو چنچل اور وکھشیپ میں رکھتی ہیں۔ جب اپنے سروُپ کا گیان ہو جاتا ہے۔ تب رنج و غم پاپ اور مایُوسی۔ لوبھ و خود غرضی خواہشات اور حسد میں غرض دِل کی تمام بے چینیاں رفع ہو جاتی ہیں۔ ان مانسک حسرتوں سے پرے پرم سُکھ کے روشن محلات ایشوری نُور سے جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ پرم اور پوتر شانتی مارگ کا مسافر وقت پا کر جذبات و محسوسات کے کیچڑ سے نکل کر کئی طرح کے خاردار جنگلوں سے ہوتا ہُوا اور مایُوسی کے سُوکھے ریگستانوں کو پار کرتا ہُوا سیدھا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ رستے میں اِدھر اُدھر کہیں نہیں ٹھہرتا۔ یہاں تک کہ شانتی کے پرم پوتر وسیع اور

عالیشان مندر میں پہنچ جاتا ہے۔ اس جگہ پہنچ کر اسکی واسنائیں بالکل نابود ہو جاتی ہیں۔ مان اور اہنکار نشٹ ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا گیان اور طاقتیں لازوال ہو جاتی ہیں۔

اگرچہ ہم لوگ شانتی کے خواہشمند تو ہیں۔ مگر جھگڑے بکھیڑوں کو نہیں چھوڑتے اور واسناؤں میں غلطاں رہتے ہیں۔ یہ جہالت ہے۔ اور دیوی سمپد الیعنی الٰہی صفات اور گیان سے بالکل ناواقفیت کا بدیہی ثبوت ہے۔ جو شخص دوسروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ اپنا ہی دکھ بڑھا رہا ہے۔ جو شخص دوسروں پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسکو چاہیئے کہ پہلے وہ اپنے اوپر فتح حاصل کرے۔ جس شخص نے اپنی اندریوں اور من یعنی نفس کو قابو کر لیا ہے۔ وہی بہادر ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا !

نہنگ واژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

جس شخص نے اپنی اندریوں کو قابو میں کر لیا ہے۔ اسکی کبھی ہار نہیں ہو سکتی۔ مگر جس نے دوسرے کو فتح کیا ہے۔ اسکے لئے ممکن ہے۔ کہ کسی اور جگہ شکست کھا جاوے اپنے اوپر فتح حاصل کرنے سے ہی مکمل اور اعلےٰ درجہ کی شانتی ہوتی ہے۔ جبتک انسان اپنے آپ کو سنسار کی بیرونی چیزوں کے جنگ عظیم سے مٹانے اور اندرونی واسناؤں سے جنگ کرنے کی پوری ضرورت کو محسوس نہیں کرتا۔ اسوقت تک سچے سکھ یعنی پرم شانتی کو ہرگز پراپت نہیں کر سکتا۔ وہ ہی اس پوتر مارگ پر چل سکتا ہے جسنے اس بات کا احساس کر لیا ہے۔ کہ دنیا کا دشمن انسان کے اندر ہے نہ کہ باہر۔ اسکے اپنے ہی نفس اور برے خیال اسکی برائی بےچینی اور مایوسی کا باعث ہیں۔ اور وہی ناپاک خواہشات اسکی اور دنیا کی شانتی کو توڑنے والی ہیں۔

جس شخص نے کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ ہنکار اور لالچ کو جیت لیا ہے۔ جو کہ شانتی کے دشمن ہیں۔ شانتی اسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جسنے ان شانتی کے دشمنوں کو برباد کر دیا ہے۔ ایسا انسان نہ کسی سے لڑتا ہے۔ نہ جھگڑتا ہے۔ بلکہ شانت اور چپ چاپ رہتا ہے۔

پاک اور عقلمند اشخاص کے دلوں میں شانتی ہوتی ہے۔ اور یہ ان کے اعمال میں پائی جاتی ہے۔ ایسے مہاپرشوں کی روحانی طاقت بہت بڑھ جاتی ہے جہاں جسمانی طاقت سے کام نہیں چلتا۔ وہاں یہ طاقت کام دیتی ہے۔ اور اسکے سایہ میں بے عیب اور دھرماتما انسان محفوظ رہتے ہیں۔ شانتی کس طرح پراپت ہوتی ہے۔ اور اسکے کیا کیا سادھن ہیں۔ اسکی مفصل شرح

"اوم" کا "شانتی انک"

ہے۔ شانتی انک کے ابتدائی صفحات میں برہمچی سوتروں (فلسفہ عشق حقیقی) کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصلی سنسکرت کے سوتروں کے ترجمہ کے ساتھ ہر ایک سوتر کی ویاکھیا بھی نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں کی گئی ہے۔ یہ ویاکھیا شری ستی پنڈت نرمل چند جی پروفیسر دیال سنگھ کالج کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک ایسی بلند پایہ تحریر ہے۔ کہ شانتی یعنی آتم گیان کے جگیاسو کو شانتی کے مندر پر پہنچائے بنا نہ رہے گی۔ اسکے سوادھیائے سے یقینی طور پر پریم آنند اور شانتی کا پرواہ جاری ہو جاتا ہے۔ اشوری مایا سے پار ہونے کے لئے اور آتم سروپ کا ساکھشات کرنے کے لئے یہ گیان روپی گنگا ہے۔

شانتی انک کا دوسرا حصہ

بھگت کتھائیں

یہ اُن بھگتوں کی سوانح حیات کا مجموعہ ہے۔ جن کی زندگیاں ایشور ارپن ہو چکی تھیں۔ جنہوں نے دُکھ کو دُکھ نہیں سمجھا بلکہ اسکو عین راحت خیال کرتے ہوئے واہگورو کا بھانا مانا۔ شانتی کے اوتار گورو ارجن دیو جی مہاراج نے ہمارے سامنے وہ بے نظیر آئیڈیل پیش کر دیا ہے۔ کہ جس کی مثال دُنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ وہ شانتی کے مجسمہ تھے۔ جسم پر گرم ریت ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اُف تک نہیں

"تیرا بھانا میٹھا لاگے"

یہ شبد اُچارن ہو رہے ہیں۔ آتما لازوال ہے۔ آتما کا شریر سے کوئی تعلق نہیں۔ اِس گیان کو عملی جامہ پہنانے والے ستگوروں کے حالات زندگی اس شانتی انک کی زینت ہوں گے۔ اور دیگر کئی مہاتماؤں یوگیوں اور بھگتوں کی کتھاؤں سے مزین ہوگا جن کے پاٹھ سے کٹھن سے کٹھن ہردہ میں بھی بھگوان کا پریم اور واستوک گیان حاصل ہوگا۔

ہندوؤں کے متبرک شاستروں میں رامائن اور مہابھارت کو زیادہ فضیلت دی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے کہ عام لوگ ان شاستروں سے فیضیاب ہوں۔ ہم نے شری مہابھارت کا شانتی پرب اس انک میں شائع کیا ہے۔ گو یہ ہزاروں صفحات کی پستک ہے۔ اسکے اختصار کے لئے بھی سینکڑوں صفحات درکار ہیں۔ تاہم تقریباً دو صد صفحات ہم نے اسکے لئے ریزرو کئے ہیں۔ اسمیں گرہست سنیاس وغیرہ کے دھرم۔ نیتی شاستر۔ راج یوگ وغیرہ نہایت وضاحت سے درج ہیں۔

غزل

شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

اپنے مزے کی خاطر گُل چھوڑ ہی دیئے جب اُڑتے زمین کے گلشن میرے ہی بن گئے سب

جتنے زباں کے رس تھے کُل ترک کر دیئے جب لس ذائقے جہاں کے میرے ہی بن گئے سب

خود کے لئے جو مجھ سے دیدوں کی دید چھوٹی۔ خود حُسن کے تماشے میرے ہی بن گئے سب

اپنے لئے جو چھوڑی خواہش ہوا خوری ۔ باد صبا کے جھونکے میرے ہی بن گئے سب

رنج کی غرض سے چھوڑا سُننے کی آرزو کو ۔ سب راگ اور باجے میرے ہی بن گئے سب

جب بہتری کے اپنی فکر و خیال چھوٹے ۔ فکر و خیال رنگیں میرے ہی بن گئے سب

آہا عجب تماشہ میرا نہیں ہے کچھ بھی ۔ دعویٰ نہیں ذرا بھی اس جسم و اسم پر ہی۔

یہ دست و پا ہیں سب کے آنکھیں یہ ہیں تو سب کی ۔ دُنیا کے جسم لیکن میرے ہی بن گئے سب

We Wish Humanity A New Year of PERFECT PEACE & HAPPINESS.

منش کے اندر بھکتی بھاؤ۔ دھرم جیون۔ شانتی اور آنند کی تازہ رُوح پھونکنے والا۔

رسالہ "اوم" لاہور کا

"شانتی انک"

نہائیت آب و تاب و شان سے یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو پابندئے وقت کیساتھ شائع ہوگا

یہ انک نہ صرف ایک مکمل بھکتی درشن ہے۔ بلکہ اسمیں پرابھکتی سُوتروں کی ویاکھیا کے ساتھ اُن تو جیہ بھگتوں کی سوانح حیات بھی کافی تعداد میں دی گئی ہیں۔ کہ جنہوں نے بھگوان رُوپی شمع پر قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھا۔ اور پرم آنند اکھنڈ شانتی کی بلند فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے سنساری دُبداؤں سے گھبرائی ہوئی اور مایاوی پرپنچوں سے فریب خوردہ آتماؤں کیلئے اپنی جیونیاں بطور ایک روشنی کے جگمگاتے ہوئے مینار کے چھوڑ گئے۔

ایسے مہاپُرشوں کے حالات زندگی کے مطالعہ سے منش کے دل میں ایک ایسا اُبھار پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ اسے پریم مارگ پر ڈالے بنا نہیں رہتا۔ کتھاؤں کے ذریعہ زندگی میں شبھ پرورتن لانے کے لیئے یہ ایک لاثانی چیز ہے۔ اس انک میں پرابھکتی سُوتروں اور کتھاؤں کے علاوہ شری مہابھارت کا مکمل شانتی پرب بھی دیا گیا ہے بھگتی مارگ پر چلانے کے لیئے یہ ایک اکسیر چیز ہے۔

یہ انک نہائیت پابندئے وقت کیساتھ یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو شائع ہوگا۔ جسکی تیاریاں زور شور سے شروع ہیں کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ضخامت تقریباً چار صد صفحات۔ بیسیوں سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر سے مزین ہوگا۔ فی کاپی کی قیمت دو رُوپیہ ہوگی اگر آپ ابھی تک رسالہ "اوم" کے خریدار نہیں بنے تو فوراً اس کا سالانہ چندہ تین روپیہ معہ ۴ر خرچ رجسٹری شانتی انک کل ۳/۴ روپیہ ارسال کرکے سارا سال اوم جیسے بلند پائیہ پرچہ کا بھی مطالعہ کیجئے اور شانتی انک بھی مفت حاصل کیجئے۔

"منیجر"

"اوم" کے پریمیوں کی سیوا

میں

قابلِ غور التجا

تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ "اوم" نے اپنی چھوٹی سی عمر میں کافی فروغ حاصل کیا ہے۔ اگر کوئی اس کا سبب پوچھے تو کہنا پڑے گا۔ کہ اس ساری ترقی کا کریڈٹ اوم کے خریداروں کو ہے۔ انہوں نے اسے پسند کیا۔ اسے اپنایا۔ اسکے لئے اپنے متر دوستوں میں پرچار کیا۔ اور جہاں تک ہو سکا۔ اسکے خریدار بنائے۔ لیکن دوسری طرف سے "اوم" کو جوں جوں مدد ملتی رہی۔ وہ اپنے سٹیٹس کو اونچا کرتا گیا۔ اور کبھی وقت آنے کے باوجود "اوم" کا آجتک کسی مہینہ کا کوئی بھی نمبر مس نہیں ہوا۔ ناظرین کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے اشتہارات سے ہونے والی سینکڑوں روپیہ ماہوار کی آمدنی کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنی بساط سے بڑھ کر گیان انک اور کرم یوگی انک ایسے قابلِ دید سپیشل نمبر شائع کیئے کہ جن سے دھارمک اردو لٹریچر میں ایک قابلِ فخر اضافہ ہوا۔

اب اس کا چہارم سالانہ نمبر "شانتی انک" یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو شائع ہو رہا ہے۔ اور اس انک کی تیاری میں سینکڑوں نہیں ہزاروں روپیہ خرچ کا بجٹ بنا ہے۔ اب میری اپنے باعثِ عزت خریداران سے دو پرارتھنائیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جن اصحاب کا چندہ ماہ فروری ۱۹۳۹ء یا مارچ ۱۹۳۹ء میں ختم ہوتا ہے وہ کرپا کر کے اپنا چندہ سالانہ اسی ماہ کے اندر بذریعہ منی آرڈر ارسال کرنے کی کرپا کریں۔

دوم گذشتہ رواج کے مطابق ہر ایک بھائی "شانتی انک" کی اشاعت سے پہلے یکم فروری ۱۹۳۹ء تک کم از کم دو خریدار بنانے اور انکا سالانہ چندہ بھجوانے کی کرپا کرے۔

میرے یہ ہر دو مطالبات نہایت معمولی ہیں۔ اور ایسے ہیں۔ جن کے پورا کرنے کے میرے بھائی اسپر ادھر ... اگر یہ میرے دونوں مطالبات پورے ہو گئے تو آپ دیکھیں گے کہ

"اوم" کا شانتی انک

کس شان سے نکلتا ہے۔ اور "اوم" کے تین روپیہ سالانہ چندہ میں یہ دو روپیہ سے زیادہ کی چیز آپکے پاس کس کس شردھا اور پریم سے پہنچتی ہے۔

آپ کا سیوک

گورکھ ناتھ نندہ

"شانتی انک" کے متعلق یاد رکھنے والی باتیں

(۱)

"شانتی انک" کو مجلد اور بذریعہ رجسٹری منگوانا چاہیئے۔ اور اپنی فرصت کے پہلے گھنٹوں میں دس آنے کے ٹکٹ ڈاک سے ارسال کرنے چاہئیں۔ چونکہ یہ انک ایک بھاری ضخیم کتاب ہوگا۔ اسلئے بغیر جلد اس کا محفوظ رہنا مشکل ہے۔ اور جو سنہری جلد دفتر ہذا کی معرفت ۶ میں تیار ہوگی۔ بازار سے وہ کاپی کی صورت میں ایک روپیہ میں بھی تیار نہیں ہو سکے گی۔ اور چار آنے رجسٹری خرچ ارسال کرنے سے تو محفوظ طریق سے یہ چیز آپکے پاس پہنچ گی۔ عام ڈاک میں ایسے قیمتی پرچے عموماً آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ جس سے دفتر ہذا اور خریدار ہر دو کو تشویش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وجہ یہ کہ اگر خریدار صاحب ایسی چیز سے محروم رہے۔ تو بھی بڑی بات۔ اور اگر دفتر کو بھی دوبارہ ارسال کرنا پڑے تو اسکے لئے بھی یہ ایک ناگریز بوجھ۔ اسلئے ۱۴ کی کفایت کا ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ جو اشخاص یکم فروری تک ۱۴ فیس رجسٹری ارسال نہیں فرمائیں گے۔ اُن کو شانتی انک ۱۴ کے لئے وی۔ پی کیا جاوے گا۔

(۲)

شانتی انک کی تیاری میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ اسمیں جو سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر دی جا رہی ہیں۔ وہ گیتا پریس گورکھپور سے منگوائی جاویں گی۔ کہ جنہیں دیکھ کر ناظرین کی طبیعت خوش ہو جاوے گی۔ اس لحاظ سے بھی اس انک کی اہمیت گذشتہ سے کہیں بڑھ گئی ہے۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ حفاظت کا طالب ہے۔ جو صرف دس آنے کے پیسے یعنی ۶ قیمت جلد اور ۱۴ خرچ رجسٹری ارسال کرنے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اسلئے اس خرچ میں تامل نہیں کرنا چاہیئے۔ اور جہاں تک جلدی ممکن ہو۔ دس آنے کے ٹکٹ دفتر میں پہنچا دینے چاہئیں۔

(۳)

"شانتی انک" کی تیاری میں سب سے فاضل شخصیتیں اپنا نہایت قیمتی وقت دے رہی ہیں۔ اسلئے اسمیں آبدار اور روحانی موتی جمع کئے جا رہے ہیں۔ کہ جن کی چمک اور روحانی خوبصورتی سے ہر شخص کا دل اپنے آپ ہی خوشی پر سنتا آنند اور شانتی کی طرف اُچھلنا شروع ہو جاوے گا۔ اسلئے شانتی انک کے مطالعہ سے محروم رہنا درحقیقت ہی ایک بہت بڑی برکت سے محروم رہنے کے مترادف ہے۔ اسلئے اگر ابتک آپ "اوم" کے خریدار نہیں ہیں۔ تو اپنا سالانہ چندہ ۳/ روپے اور خرچ رجسٹری شانتی انک ۱۴ کُل ۳ روپے (۱۴) اپنی فرصت کے پہلے گھنٹوں میں ارسال کر کے شانتی انک کے مستحق بنیئے۔

(۴)

شانتی انک کے لئے ہر ایک شخص کو پڑھنا کرنا ایک دھارمک فرض ہے۔ کیونکہ اسمیں جن مہاپُرشوں کے سوانح حیات درج کئے جا رہے ہیں۔ ان کی زندگیاں عوام کے لئے مشعل راہ سے کم نہیں۔ ایسے مہاپُرشوں کی جیونیاں انسان کو اُونچا کر دیتی ہیں۔ اور یہ بطور کتھا کے اپنے پریوار میں سُنائی جانی چاہئیں اور شانتی انک کو ایک سوادھیائے کی پُستک بنا کر اس کا روزانہ پاٹھ کرنا چاہیئے۔ یہ چیز آپ کی بُنیادی مالی اخلاقی اور روحانی تمام حالتوں میں بہتری پیدا کرے گی۔ کیوں کہ یہ دُنیا خیال کا کھیل ہے

نیک خیال رکھنے والوں کے لئے دُنیا جنت اور بُرے خیالات والوں کے لئے دوزخ ہے۔ اور نیک خیالات نیک پُرشوں کی سنگت اور دھارمک پستکوں کے پاٹھ سے ہی بنتے ہیں۔ اسلئے اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آپ کا جیون آنند مئے ہو جائے۔ تو شانتی انک کو حاصل کرنے کا انتظام کریں۔

گورکھ ناتھ نندہ

رسالہ "اوم" لاہور کا "کرم یوگی انک"!

جو کہ یکم مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا تھا

اس انک میں نہ صرف بھگوت گیتا کے مطابق کرم یوگ شاستر کی ہی نہایت خوبصورت تشریح ہے۔ بلکہ جن سُوربیر کرم یوگی مہا پُرشوں نے اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کٹ مرنے کا ایک بے نظیر درشیہ پیش کیا ہے۔ ان کے سوانح حیات بھی کافی تعداد میں دیئے گئے ہیں۔ اسکے مطالعہ سے ہر ایک منش کے اندر میدان عمل میں کھڑا ہونے اور اپنے فرائض سر انجام دینے کے لئے ایک آگ سی لگ جاتی ہے۔

حجم بڑے سائیز پر ۳۲۰ صفحات۔ بیسیوں بلاک کے سہ رنگے اور یک رنگے مناظر اور کرم یوگی مہا پرشوں کی تصاویر سے مزین۔ کاغذ، لکھائی چھپائی سب کچھ دیدہ زیب۔ قیمت فی کاپی دو ۲ روپیہ۔ لیکن اوم کے خریداروں کے لئے رعایتی قیمت صرف ۱/۸ روپیہ علاوہ خرچ ڈاک۔

رسالہ "اوم" لاہور کا "بھکتی انک" } اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔ پہلے صفحات میں بھکتی اور سُوتروں کی تشریح کی گئی ہے اس کے علاوہ ۱۰۸ بھکت جنوں کی سوانح عمریاں نہایت ہی خوبصورت ڈھنگ میں بیان کی گئی ہیں۔ جن کے پاٹھ سے وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ضخامت ۳۲۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت ۱/۸ روپے علاوہ ڈاک خرچ

اظہار افسوس

دفتر رسالہ "اوم" کے منیجر بابو شانتی سروپ جی کے پتا رائے صاحب لالہ کپور چند جی سیال کا شریر مؤرخہ ۱۲/۱۴ ۳۸ بروز شکروار شانت ہو گیا۔ جسکی وجہ سے دفتر رسالہ "اوم" دو دن کے لئے بند رہا۔

رائے صاحب نے اپنی تمام عمر ایشور بھجن اور ست سنگ میں گذاری۔ وہ ریٹائرڈ تحصیلدار تھے۔ پہلے پہل بعہدہ نائب تحصیلداری مکیریاں ضلع ہوشیار پور میں تعینات ہوئے۔ اور تقریباً ۱۲ سال ڈھیرہ اسماعیل خان میں رہے آپ کے وہاں تعینات ہونے پر ہی وہاں سب تحصیل بنائی گئی۔ آپ شاہ نہر کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے اور آٹھ سال تک علاقہ کلو میں تعینات رہے جہاں منیجر ڈپٹی کورٹ آف وارڈس فوجداری اور دیوانی کے مکمل اختیارات ہونے کے باوجود بھی طبیعت میں ذرا بھی حکومت کی بُو نہیں پائی جاتی تھی۔ آپ سادہ لوح، حلیم طبع، ملنسار اور دانا تھے۔ غریبوں کی امداد کے واسطے ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری ملازمت کے دوران میں نہ کسی سے رشوت لی۔ اور نہ ہی کسی کو ناجائز تنگ کیا۔ بلکہ ہر کس و ناکس کو جہاں تک ہو سکا فیض پہنچایا۔ اور گورنمنٹ آپکے کام سے اسقدر خوش تھی۔ کہ آپکو رائے صاحب کا خطاب دے رکھا تھا۔ جس جگہ بھی آپ رہے ہیں۔ وہاں کے لوگ ابتک آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اور علاقہ کلو کے لوگ تو ڈوڈلا" تحصیلدار کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور آپکا نام فخر سے لیتے ہیں۔ آپنے اپنے شبھ کرموں سے منش جیون کو ہی سپھل نہیں کیا۔ بلکہ اپنی عاقبت کو بھی سدھار کر دنیا میں ہمیشہ کیلئے اپنا نام روشن کر گئے۔ رائے صاحب کی عمر تقریباً ۶۷ سال تھی۔ ہم آپکے پسماندگان سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اور بھگوان سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ وہ رائے صاحب کی رُوح کو شانتی بخشیں

(گورکھ ناتھ نندہ سٹاف رسالہ اوم لاہور)

سکھ منی صاحب

مترجمہ پنڈت ... جی

شری گورو ارجن دیو جی مہاراج کی شہرۂ آفاق تصنیف لطیف

ੴ ਸਤਿਗੁਰਪ੍ਰਸਾਦਿ ॥

(ایک اونکار ست گور پرساد)

ਅਗਮ ਅਗਾਧਿ ਪਾਰਬ੍ਰਹਮ ਸੋਇ ॥ ਜੋ ਜੋ ਕਹੈ ਸੁ ਮੁਕਤਾ ਹੋਇ ॥
ਸੁਨਿ ਮੀਤਾ ਨਾਨਕੁ ਬਿਨਵੰਤਾ ॥ ਸਾਧ ਜਨਾ ਕੀ ਅਚਰਜ ਕਥਾ ॥੧॥

شلوک

اگم اگادھ پار برہم سوئے ۔ جو جو کہے سو مکتا ہوئے ۔
سُن میتا نانک بنونتا ۔ سادھ جناں کی اچرج کتھا

معنی:- وہ پار برہم (ذات برتر) اگم (بالاتر از عقل وقیاس) اور اگادھ (اتھاہ) ہے۔ جو بھی اسے یاد کرتا ہے۔ نجات پاتا ہے۔ اے دوست! نانک یہ گذارش کرتا ہے۔ کہ سادھ جنوں (فقرا) کی حالت عجیب ہی ہوتی ہے۔
مطلب:- اس اسٹ پدی میں سادھو کی عظمت بتلائی گئی ہے۔ اور یہ سلوک اس کی تمہید ہے۔

ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮੁਖ ਊਜਲ ਹੋਤ ॥ ਸਾਧਸੰਗਿ ਮਲੁ ਸਗਲੀ ਖੋਤ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮਿਟੈ ਅਭਿਮਾਨੁ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਪ੍ਰਗਟੈ ਸੁਗਿਆਨੁ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਬੁਝੈ ਪ੍ਰਭੁ ਨੇਰਾ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸਭੁ ਹੋਤ ਨਿਬੇਰਾ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਪਾਏ ਨਾਮ ਰਤਨੁ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਏਕ ਊਪਰਿ ਜਤਨੁ ॥
ਸਾਧ ਕੀ ਮਹਿਮਾ ਬਰਨੈ ਕਉਨੁ ਪ੍ਰਾਨੀ ॥ ਨਾਨਕ ਸਾਧ ਕੀ ਸੋਭਾ ਪ੍ਰਭ ਮਾਹਿ ਸਮਾਨੀ ॥੧॥

سادھ کے سنگ مکھ اُجل ہوت ۔ سادھ سنگ سگلی مل کھوت
سادھ سنگ مٹے ابھمان ۔ سادھ کے سنگ پرگٹے سُگیان
سادھ کے سنگ بُجھے پربھ نیرا ۔ سادھ سنگ سبھ ہوت نبیرا ۔

سادھ کے سنگ پائے نام رتن ـ سادھ کے سنگ ایک اوپر جتن

سادھ کی مہما برنے کون پرانی ـ نانک سادھ کی سوبھا پربھ ماہنہ سمانی

لغات:ـ کھوٹ = کھوئی جاتی ہے۔ سُگیان = معرفت حقیقی نبیرا = فیصلہ بھنے = بیان کرے۔

معنی:ـ صحبت فقیر سے چہرہ منور ہو جاتا ہے۔ (دل کی) بدکثافت دور ہو جاتی ہے۔ غرور مٹ جاتا ہے۔ اور معرفت حقیقی کا ظہور ہوتا ہے۔ قرب ایزدی (مالک کی نزدیکی) کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اور خودی کے محاسبات ختم ہو جاتے ہیں۔ سادھو کی سنگت (صحبت) نام حق کا (بے بہا) جوہر ہاتھ آتا ہے۔ اور تمام طاقتیں ایک مرکز پر جمع ہو جاتی ہیں۔ فقیر کی عظمت کو کون انسان ہے جو بیان کر سکے۔ (گورو نانک جی کہتے ہیں کہ) کہ فقیر کی تعریف (دراصل) مالک کی تعریف ہی ہے۔

مطلب:ـ کیا جاندار اور کیا بے جان تمام چیزیں ہی ایک دوسری پر عمل کرتی رہتی ہیں۔ اور فقیر جو کل روشنی، زندگی اور طاقت کا ایک باخبر مرکز ہے۔ اپنے اثرات اور کمالات کی کوئی حد نہیں رکھ سکتی۔ کیونکہ اس کے پیچھے غیر محدود ذات موجود ہے۔ اور وہ اس سے ہر دم آگاہ اور واصل ہے۔ اسلئے فقیر کی صحبت سچ مچ نئی زندگی دیتی ہے حیوانی جذبات کو روحانی کمالات میں بدل کر اپنے کیمیائی اثرات دکھاتی ہے۔ اور وہ روحانی بیداری لاتی ہے۔ جو کسی تدبیر خودی سے حاصل نہیں ہو سکتی اور فقیر کی تعریف دراصل اسی ذات کی تعریف ہے۔ جس کے سوا وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں کچھ دیکھتا ہی نہیں۔ فقیر کے وجود میں اسی ذات کا ہی بہترین ظہور دیکھا جاتا ہے۔

ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਅਗੋਚਰੁ ਮਿਲੈ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸਦਾ ਪਰਫੁਲੈ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਆਵਹਿ ਬਸਿ ਪੰਚਾ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਅੰਮ੍ਰਿਤ ਰਸੁ ਭੁੰਚਾ ॥
ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਹੋਇ ਸਭ ਕੀ ਰੇਨ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮਨੋਹਰ ਬੈਨ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨ ਕਤਹੂ ਧਾਵੈ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਅਸਥਿਤਿ ਮਨੁ ਪਾਵੈ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮਾਇਆ ਤੇ ਭਿੰਨ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਨਾਨਕ ਪ੍ਰਭ ਸੁ ਪ੍ਰਸੰਨ ॥੨॥੨॥

سادھ کے سنگ اگوچر ملے ۔ سادھ کے سنگ سدا پرپھلے!

سادھ کے سنگ آونہہ بس پنچا ۔ سادھ سنگ امرت رس بھنچا!

سادھ سنگ سبھ کی ہوئے رین ۔ سادھ سنگ منوہر بین!

سادھ کے سنگ نہ کتھوں دھاوے ۔ سادھ سنگ استھت من پاوے۔

سادھ کے سنگ مایا تے بھن ۔ سادھ سنگ نانک پربھو سو پرسن

لغات:ـ اگوچر = حواس سے پرے۔ پنچا = کام، کرودھ، لوبھ، موہ، اہنکار منوہر بین = سُندر بچن

معنی:ـ فقیر کی صحبت سے وصل خدا نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ سدا مسرور رہتا ہے۔ پانچوں جذبات نفسانی مطیع ہو جاتے ہیں۔ اور لذت بقا حاصل ہوتی ہے۔ (طبیعت میں انکسار نمودار ہو جانے پر) وہ سب کے پاؤں کی خاک ہو رہتا ہے۔ اس کے کلام میں عجب ہی شیرینی اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور [illegible] جاتی ہے۔ اور اس کا من ٹھہر جاتا ہے۔ (اگورو

نانک جی فرماتے ہیں) کہ سادھو کے سنگ میں رہ کر وہ کے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور مالک کی رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔

مطلب:- جو بات صرف اپنی شخصی جُداگانہ کوششوں سے ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ وہ صحبت فقرا کی زندگی بخش تاثیر سے بالکل سہج اور قدرتی ہو جاتی ہے۔ اندرونی حواس جاگنے لگتے ہیں۔ اور طبیعت میں خود بخود ہی سرور کمنوار ہونے لگ جاتا ہے۔ ناقابل تسخیر حیوانی جذبات پاؤں چومنے لگتے ہیں۔ اور جس بقا کے نقشے مستقبل میں نظر آتے تھے۔ وہ حال میں ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ طبیعت میں غرور نہ رہنے سے کل کے ساتھ موافقت ہو جاتی ہے۔ اور وہ جسقدر منکسر ہوتا ہے۔ اسی قدر ہی روحانی عروج حاصل کرتی ہے۔ اس کے کلام میں عجب کشش پیدا ہو کر دوسروں پر جادو کرنے لگتی ہے۔ اور من جو کبھی بس میں نہ آتا تھا اپنی ہستی کے مرکز میں ہی پانے کے لائق سب کچھ پا کر قائم ہو جاتا ہے۔ اور جس دنیا سے پیچھا چھوڑانا محال دکھائی دیتا تھا اس سے دل خود بخود ہی بے تعلق ہو جاتا ہے۔ صحبت فقرا سے ہی مالک کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے۔

ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਦੁਸਮਨ ਸਭਿ ਮੀਤ । ਸਾਧੂ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮਹਾਪੁਨੀਤ ॥
ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਕਿਸ ਸਿਉ ਨਹੀ ਬੈਰੁ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨ ਬੀਗਾ ਪੈਰੁ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨਾਹੀ ਕੋ ਮੰਦਾ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਜਾਨੇ ਪਰਮਾਨੰਦਾ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨਾਹੀ ਹਉ ਤਾਪੁ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਤਜੈ ਸਭੁ ਆਪੁ ॥
ਆਪੇ ਜਾਨੈ ਸਾਧ ਬਡਾਈ ॥ ਨਾਨਕ ਸਾਧ ਪ੍ਰਭੂ ਬਨਿ ਆਈ ॥ ੩ ॥

سادھ کے سنگ دُشمن سب میت ۔ سادھ کے سنگ مہا پُنیت !
سادھ سنگ کس سئوں نہ بَیر ۔ سادھ سنگ نہ بینگا پیر !
سادھ کے سنگ ناہی کو مندا ۔ سادھ سنگ جانے پرمانند !
سادھ کے سنگ نہیں ہوں تاپ ۔ سادھ کے سنگ تجے سبھ آپ !
آپے جانے سادھ بڈائی ۔ نانک سادھ پربھو بن آئی !

لغات:- پنیت = پاکیزہ۔ پوتر بیکا = ٹیڑھا آپ = خودی = ہُوں میں۔

معنی:- سادھو کے سنگ میں رہنے میں سب دشمن دوست ہو جاتے ہیں۔ اور بہت پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کے ساتھ بیر نہیں رہ جاتا۔ اور قدم ٹیڑھا نہیں ہوتا۔ کوئی بُرا معلوم نہیں ہوتا۔ اور پرم آنند (سرور برترین) کا مزہ نصیب ہوتا ہے۔ خودی کا بخار اُتر جاتا ہے۔ (کیونکہ) انسان آپ خود بخود ہی ترک ہو جاتا ہے۔ (گورو نانک جی کہتے ہیں) کہ سادھو اپنی عظمت کو آپ ہی جان سکتا ہے۔ اور اپنے مالک کے ساتھ پوری موافقت حاصل کرتا ہے۔

مطلب:- یہاں بھی اُنہیں کیمیائی تبدیلیوں کا ذکر ہے۔ جو صحبت فقرا انسانی طبیعت میں خود بخود لاتی ہے۔ اور جس کے بغیر یہ کمالات روحانی محض خواب و خیال دکھائی دیا کرتے ہیں۔ سادھو کی عظمت بیرونی علامات سے کبھی پورے طور پر معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ سادھو خود ہی اپنی اندرونی حالت کو براہ راست اور پورے طور پر جان سکتا ہے۔ اور اس کی مرکزی خوبی یہ ہے۔ کہ اسکی زندگی موافقت کی زندگی ہوتی ہے یعنی شخصی اور چیندہ وجودیں در اصل خود خدا (زندگی کل)

ہی جیتا ہے۔

ਸਾਧ ਕੇ ਸੰਗਿ ਨ ਕਬਹੂ ਧਾਵੈ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸਦਾ ਸੁਖੁ ਪਾਵੈ ॥
ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਬਸਤੁ ਅਗੋਚਰ ਲਹੈ ॥ ਸਾਧੂ ਕੈ ਸੰਗਿ ਅਜਰੁ ਸਹੈ ॥
ਸਾਧ ਕੇ ਸੰਗਿ ਬਸੈ ਥਾਨਿ ਊਚੈ ॥ ਸਾਧੂ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮਹਲਿ ਪਹੂਚੈ ॥
ਸਾਧ ਕੇ ਸੰਗਿ ਦ੍ਰਿੜੈ ਸਭਿ ਧਰਮ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਕੇਵਲ ਪਾਰਬ੍ਰਹਮ ॥
ਸਾਧ ਕੇ ਸੰਗਿ ਪਾਏ ਨਾਮ ਨਿਧਾਨ ॥ ਨਾਨਕ ਸਾਧੂ ਕੈ ਕੁਰਬਾਨ ॥੪॥

سادھ کے سنگ نہ کبھوں دھاوے ۔ سادھ کے سنگ سدا سکھ پاوے
سادھ کے سنگ بستو اگوچر لہے ۔ سادھ کے سنگ اجر سہے !
سادھ کے سنگ بسے تھاں اونچے ۔ سادھ کے سنگ محل پہوچے !
سادھ کے سنگ درڑھے سبھ دہرم ۔ سادھ کے سنگ کیول پار برہم
سادھ کے سنگ پائے نام ندِھان ۔ نانک سادھو کے قربان !

لغات:۔ اجر = ناقابلِ برداشت طاقت ۔ کرامت

معنی :۔ سادھو کی سنگت میں رہ کر وہ کبھی (اِدھر اُدھر) نہیں دوڑتا ۔ سدا سکھی رہتا ہے ۔ اور بالاتر حواس حقیقت کو پالیتا ہے ۔ اور ناقابلِ برداشت طاقت اور سکھ کو برداشت کر سکتا ہے ۔ عالی مقام پر مقیم ہوتا ہے ۔ اور درگاہ باری میں رسائی حاصل کرتا ہے ۔ اپنے فرائض کی ادائیگی میں پکا ہو جاتا ہے ۔ اُسے ہر دم ذاتِ بالاتر کا ہی خیال رہتا ہے ۔ اس کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا ۔ اور نامِ حق کا خزانہ حاصل ہوتا ہے ۔ نانک سادھو پر قربان جاتا ہے ۔

مطلب :۔ ظاہر ہے ۔

نکتے

گرا جوئی چرا در پیچ و تابی ۔ کہ او پیداست تو زیرِ نقابی
تلاش او کُنی جُز خود نہ بینی ۔ تلاش خود کُنی جُز او نہ یابی ۔

چت کی پرسنتا ۔ سوسائیٹی کے مطابق مرضی ملاپ ۔ شریر کی تندرستی ۔ وچار کی سنگھتا اور مشتبہ اشیاء سے پرہیز یہ باتیں اعلیٰ قسمت کا نتیجہ ہیں

زمانہ اور ابدیت

از پروفیسر پنڈت نرمل چندر جی

ہماری جسمانی زندگی مکان و زمان میں ظاہر ہوتی ہے۔ جسم پھیلاؤ رکھتا ہے۔ اور دمبدم بدلتا رہتا ہے۔ لیکن وہ ذہنی زندگی کوئی پھیلاؤ نہیں رکھتی۔ اگرچہ اس کا تعلق بلاشبہ دماغ کے ساتھ ہے۔ اور دماغ ایک جسمانی شے ہے۔ مگر خیال، جذبہ، خواہش، ارادہ کوئی جگہ نہیں گھیرتے۔ لمبائی، چوڑائی نہیں رکھتے۔ ہاں ان میں تبدیلی اور تواتر (Succession) موجود ہے۔ اور یہ صفات زمانہ سے واسطہ رکھتی ہیں۔

مگر خود انسان نہ تو مادی جسم ہے۔ اور نہ ذہن۔ بلکہ ان دونوں سے اوپر سپرٹ (آتما) ہے۔ آتما کی ہستی مکان یا زمان میں نہیں کیونکہ اس میں نہ پھیلاؤ ہے۔ اور نہ تغیر و تواتر پایا جاتا ہے۔ جب انسان اپنی سپرٹ میں جاگ اٹھتا ہے۔ تب وہ صاف صاف دیکھتا ہے۔ کہ کل مکان و زمان۔ اشیاء اور تغیرات سب کے سب اس کی غیر محدود سپرٹ کے اندر اور سامنے ہی نمودار ہوتے ہیں۔ آتما سے الگ یا باہر اسکی ہستی ممکن ہی نہیں۔ سپرٹ میں جاگا ہوا انسان اپنے جسم کو مکان و زمان دیکھتا ہے۔ اور اپنے ذہن کو زمانے کے اندر ہر دم بدلتا ہوا مشاہدہ کرتا ہے۔ مگر وہ اپنے آپ میں کوئی مکانی یا زمانی محدودیت نہیں پاتا۔ وہ رہتا ہے مگر کسی مکان میں نہیں۔ بلکہ اپنے آپ میں۔ وہ جیتا ہے مگر زمانے میں نہیں۔ بلکہ ابدیت میں جس کے اندر گذشتہ اور آئندہ کا تفرقہ موجود نہیں ہے۔

سپرٹ (آتما) میں جینے والے افراد شاذ و نادر دیکھنے میں آتے ہیں۔ عام افراد اور اقوام ذہنی طبقے ہر زمانے میں جیتے ہیں اور انہیں زمانہ تین حصوں میں بٹا ہوا نظر آتا ہے۔ گذشتہ جسکی ابتدا نہیں۔ حال جسکی کوئی مقدار نہیں۔ اور آئندہ جسکی انتہا نہیں ہے۔ زندگی کے معنی ہیں۔ ماحول کے ساتھ تعلق۔ آنکھ کی زندگی روشنی کے تعلق میں ہے۔ کان کی زندگی آوازوں کی نسبت سے ہے۔ اگر کرہ ہوائی موجود نہ ہو۔ تو پھیپھڑوں کی ہستی کیا معنی رکھ سکتی ہے۔ اور اگر ہمارے ارد گرد خوراک کے سامان نہ پائے جائیں۔ تو ہمارا معدہ کیا زندگی رکھے گا۔ اسی طرح ہی اگر نیچر میں ترتیب۔ قانون حکمت اور مقاصد موجود نہ ہوں تو انسانی عقل کوئی ہستی نہیں رکھ سکتی۔

حیوانات صرف جسمانی طبقے پر جیتے ہیں۔ مگر عام انسان زیادہ تر ذہنی طبقے پر ہستی رکھتا ہے۔ اور ذہنی صرف زمانی ہستی رکھتا ہے۔ اسلئے عام انسانی زندگی کو صحیح طور پر بسر کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ تینوں زمانوں کے ساتھ اپنے صحیح رشتے کو صاف طور پر جانتا ہو۔ اس رشتے کو جان کر قائم رکھے بغیر زندگی اپنی صحت، روزی اور تحقیق کھو بیٹھتی ہے

افراد اور اقوام کی بہبودی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ تینوں زمانوں کے ساتھ اپنے صحیح رشتے کو قائم رکھیں۔ ورنہ زندگی رک کر

اور بیمار ہو کر ارتقا کی طرف لگاتار بڑھنے کی بجائے موت کی طرف کوچ کرنے لگے گی۔

زمانہ دراصل ایک لگاتار اور غیر منقسم ظہور ہے۔ مگر انسانی ذہن کی محدودیت کے سبب وہ تینوں حصوں میں بٹا ہوا نظر آتا ہے
اگر انسانی ذہن کُل گذشتہ اور کُل آئیندہ کو ایک ہی نظر سے دیکھنے کے قابل ہوتا۔ تو اس کے لئے زمانہ ایک ابدی حال ہوتا۔

حیوانی ذہن صرف لحظہ حال میں بستا ہے۔ اور گذشتہ کے پچھتاوے یا آئیندہ کی اُمیدیں نہیں رکھتا۔ اگر اس کی زندگی
گذشتہ تجربات سے فائدہ اٹھاتی یا آئیندہ کے لئے کئی طرح کی تدابیر کرتی ہے۔ تو یہ سب کام اسی طرح اسکی بے خبری میں ہوتے ہیں۔
جس طرح کہ رحم مادر کے اندر اعضاء اور حواس کا تیار ہونا۔

چونکہ حیوانات گذشتہ کے پچھتاوے اور آئیندہ کے تفکرات اور اندیشے نہیں رکھتے۔ اسلئے وہ حال میں مطمئن ہو کر جیتے
ہیں۔ اور اپنے سامنے زندگی کا کوئی سوال ہی نہیں رکھتے۔ زندگی ان کے اندر جیتی ہوئی اپنا سب کام خود بخود کرتی ہے لیکن انسان
کو خود جینا پڑتا ہے۔ اسکی زندگی کی بنیادی صفات خود آگاہی اور ذمہ داری ہیں۔ وہ گذشتہ اور آئیندہ سے بے تعلق رہ کر
نہیں جی سکتا۔ اور اسلئے صحیح زندگی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ گذشتہ حال اور آئیندہ سے اپنا صحیح رشتہ جانتا ہوا اسے
ہردم ملحوظ رکھے۔

ہمارا حال ہمارے ماضی کا نتیجہ ہے۔ ہماری گذشتہ بے آغاز زندگی کے غیر تناہی سلسلے میں ہی نمودار ہوتی ہے۔ گذشتہ
کے ساتھ ہماری موجودہ زندگی علت و معلول کا رشتہ رکھتی ہے۔ اسلئے اگرچہ ماضی گذرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ ہمارے
حال کے اندر اسی طرح سے ہی موجود ہے۔ جس طرح اولاد کے اندر ماں باپ۔ ننھے بیج کے اندر وہ درخت جس سے کہ وہ پیدا
ہوا ہے۔ اگر ہم ماضی کو اپنے آپ سے باہر دیکھیں تو وہ نابود معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسے اپنے اندر تلاش کرنا چاہیں۔ تو یہ کلیتاً
ہمارے رگ و ریشہ۔ ہر خیال و حرکت کے اندر سدا موجود رہتا ہے۔ کوئی زندہ وجود بھی اپنے ماضی سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح
حال کی زندگی بھی ماضی پر بنیاد رکھتی ہے۔ اور اسی سے اپنے لئے ابتدائی پونجی حاصل کرتی ہے۔

زندگی کا کام زمانہ حال میں زمانہ ماضی کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اسے بطور مسالحہ استعمال کرتا ہے۔ مگر جب
زندگی ماضی کو اپنے اندر جذب کرنے کی بجائے اس کی نقل کرنے لگتی ہے۔ تب اسکی رَو اپنا قدرتی اور صحیح راستہ چھوڑ کر بیماری
اور موت کی طرف بہنے لگتی ہے۔ اس کا نتیجہ ہر ایک قسم کا غم اور دکھ ہے۔

ہر فرد۔ ہر قوم اور کُل نوع انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ماضی کو اپنے اندر جذب کر کے مصالحہ کے طور پر اپنے
کام میں لائے۔ مگر گذشتہ کی نقل کرنا زندگی کی رَو کو بند کر کے مشینیت (Mechanism) کی طرف لیجاتا ہے
اور اگر ماضی کی تقلید اور قدامت پرستی کو ہی ایک متبرک اصول بنا لیا جائے۔ تب انسان زندگی کے تخلیقی لیول سے نیچے گر
کر اور ہی اور مشین بنتا چلا جاتا ہے۔

جس طرح سنگ تراش سنگ مرمر کو لیکر اسے اپنی ذہنی تصویر کے موافق بدلتا اور تراشتا ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کا
اصلی مقصد یہ ہے۔ کہ انسان انفرادی اور مجموعی طور پر اپنے ماضی کے مصالحے کو لیکر حال میں سدا وہ چیز تیار کرے۔ جو وہ اپنے لئے
مستقبل میں دیکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ صحیح جینا یہ ہے۔ کہ انسان جو کچھ وہ ہو چکا ہے۔ کو لیکر حال میں
لگاتار وہ تصویر تیار کیا کرے۔ جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جینا سدا ہی حال میں ہوتا [illegible] مگن رہنا زندگی نہیں۔ ایسا کرنا

گویا بے حقیقت سایوں کے پیچھے دوڑنا ہے۔ ماضی کی یاد مفید ہے۔ بشرطیکہ وہ آئیندہ ماڈل بننے کی بجائے اس کے لئے مصالحہ ہو جائے۔ اَور آئیندہ کے خوابات بھی بے معنی نہیں ہیں۔ بشرطیکہ وہ حال میں گذشتہ کی تبدیلی کے لئے استعمال کئے جائیں لیکن جن افراد یا اقوام نے صحیح زندگی کا عملی سبق نہیں سیکھا۔ اُن کے دن گذشتہ کی یاد میں یا آئیندہ کے خوابات میں ہی گذرتے ہیں۔ اس لئے وہ حال کی نقد زندگی اَور دولت سے محروم رہتے ہیں۔

انسان اپنے حال کو بھول کر صرف ماضی یا صرف مستقبل کی طرف دمبدم کیوں دوڑتا رہتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ گذشتہ کی نقل کرنا یا آئیندہ کے خوشگوار خوابات کی ندی میں بہتے رہنا بہت آسان کام ہے۔ مگر ماضی کی بنیاد پہ حال میں لگاتار مستقبل کی عمارت تیار کرنا بڑی ہمت اَور کوشش کی بات ہے۔ مسائل حاضرہ کو حل کرنے میں بہت محنت درکار ہوتی ہے۔ اسی لئے جو لوگ حال میں زندگی کی ذمہ داری اپنے سر پہ لینے کی جرأت اَور ہمت نہیں رکھتے۔ وہ اپنے حال سے بےخبر رہتے ہیں۔ وہ صرف ہستی رکھتے ہیں۔ صحیح زندگی نہیں۔

گذشتہ اَور آئیندہ ایک دوسرے کے تعلق میں ہی معنی رکھتے ہیں۔ اَور اُن کا تعلق حال کے لگاتار متحرک نقطے میں پایا جاتا ہے۔ جب انسان حال میں صحیح اَور پورے طور پہ جینے لگتا ہے۔ تب وہ ہر دم تینوں زمانوں کے اندر جیتا ہے۔ اَور اسی لئے پورے طور پہ جیتا ہے۔ صرف حال کے نقطے کے اندر ہی جینا حیوانی زندگی ہے۔ اَور صرف ماضی کی یاد یا صرف . . . مستقبل کی امیدوں میں رہنا بھی زندگی سے انکار ہے۔ ہاں فقط حال میں ماضی اَور آئیندہ کو باخبری میں ملانا ہی سچی زندگی ہے۔

جسمانی اَور مادی دنیا میں صرف ماضی ہی حال پہ اثر ڈال سکتا ہے۔ مگر انسان کی ذہنی زندگی میں مستقبل بھی حال کو بدلنے اَور ڈھالنے کا اثر رکھتا ہے۔ آئیندہ کے مقاصد یا معراجات ہماری زندگی کو جڑ سے بدل سکتے ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ انسان غیر جسمانی ہستی بھی رکھتا ہے۔ اکثر لوگ مذہبی عقاید کے زیر اثر اپنی صحیح اَور مکمل زندگی کے خوابات آئیندہ زمانے میں لیا کرتے ہیں۔ اَور بقا (Immortality) کے معنی "مستقبل میں لگاتار جیتے رہنا" خیال کرتے ہیں۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ زندگی کا ابدی زمانہ حال ہے۔ اَور اس کی بقا ماضی یا مستقبل میں نہیں ہے۔ بلکہ لگاتار حرکت پذیر فقط حال کے اندر ہے۔ اگر ہم حال میں ماضی اَور حال کو صحیح طور پہ مرکوز کر سکیں۔ تو فقط حال ہی ابدیت ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ گذشتہ تو کلیتاً حال کے اندر موجود ہے۔ اَور جو کچھ آئیندہ ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد حال پہ ہی ہے۔ اَور وہ امکانی طور پر (potentially) ہر آن حال میں کلیتاً موجود ہے۔

پس جو شخص زمانہ حال میں باخبر رہتا ہے۔ ماضی کے مصالحے سے مستقبل کی عمارت کی تیاری میں مصروف ہے۔ وہی جیتا ہے اَور مکمل طور پہ جیتا ہے۔ کیونکہ اسی کے جینے میں تینوں زمانے موجود ہیں۔ اَور اسکی زندگی صحیح جانب میں آگے کو بڑھ رہی ہے کیونکہ زندگی کا صحیح اَور قدرتی رُخ ماضی سے مستقبل کی طرف ہے۔ زمانہ ماضی کی طرف عود کرتا نہیں۔

غلط عقیدوں کے بس میں انسان یا تو ماضی کی اُس رَو کو جو بہ چکی ہے۔ واپس لانا چاہتا ہے۔ یا اپنے جینے کو مستقبل پہ ملتوی کرتا ہوا حال میں نہیں بلکہ کبھی کمال کو حاصل کرنے کی امیدیں رکھتا ہے۔ مگر درحقیقت اگر بقا ہے۔ مکتی ہے۔ کمال ہے۔ نجات ہے۔ زندگی ہے۔ تو صرف حال میں ہے۔ گذشتہ یا آئیندہ میں نہیں۔ صحیح طور پہ جینے والا فرد ابھی اَور سدا امر (غیر فانی و باقی) اَور ہر آن پھول کی مانند مکمل ہے۔

حال کے نقطہ میں کُل ابدیت۔ کُل مُکتی اَور کُل زندگی موجود ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے اندر لگاتار ماضی کو جذب اَور مستقبل

کو مدعو کر سکیں۔ لیکن اگر ہم حال کا مرکز کھو کر ماضی یا مستقبل میں ہی گھومتے رہیں۔ تب جیتے جی ہم گویا قبر میں سو رہے ہیں اور سچی زندگی کی سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

صرف ماضی کی پرستش یا تقلید زندگی کو غیر صحیح (pernert) بناتی ہے۔ اور صرف آئندہ کمال و سرور کی امید ہیں جینے کو ملتوی کرتی ہیں۔ فقط حال میں ابتدا (ماضی) اور انتہا (مستقبل) میں جمع کرنا ہی صحیح زندگی ہے۔ اسی میں لگاتار کمال ہے۔ اور اسی کے اندر ہی وہ سچی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جسکی تلاش میں انسانی دماغ نے اتنے مذاہب و فلسفے ایجاد کئے ہیں۔



جلیں جو پریم اگنی میں وہ کب فریاد کرتے ہیں۔
وہ جاں برباد کرتے ہیں وہ تن برباد کرتے ہیں۔

نہیں تفریق اُن کے روبرو رہتی ہے مذہب کی !
وہ فرضی اُلجھنوں سے اپنی جاں آزاد کرتے ہیں

خبر ہوتی نہیں اُن کو کسی کے آنے جانے کی
فقط نورِ الٰہی سے وہ دِل کو شاد کرتے ہیں۔

ہے اُن کے واسطے فاقہ و سیری ایک سے دونو !
وہ پیالہ پریم کا پی کر اُسے ہی یاد کرتے ہیں !

تعصب اور بُغض کینہ کہاں ہیں اُنکی محفل میں
تحمل بُردباری کو ہی وہ ہمراز کرتے ہیں۔

خیالِ غیر کی جانب نہیں ہوتے کبھی راغب
بوقتِ خواب بھی محبُوب سے ہی پیار کرتے ہیں

اگر گانے میں لگ جاویں وجد طاری ہی ہو جاوے
سدا وہ چشم با روشن دِل با شاد کرتے ہیں۔

واہمۂ جستجو

(از شری میان ذہن ہورتی جی)

وہ دن گئے کہ شام و سحر تھی تیری تلاش ۔۔۔ دل جبکہ پارہ پارہ تھا سینہ تھا پاش پاش

ہستی کے درد کا مجھے درماں مِلا نہ تھا ۔۔۔ کامل سکونِ قلب کا ساماں مِلا نہ تھا

دل مبتلائے کاوشِ دردِ نہاں ہی تھا ۔۔۔ یعنی ہنوز طالبِ مطلوبِ جاں ہی تھا

ہر شے سے تھا فراق۔ تمنّا لئے ہوئے ۔۔۔ گویا تیرے خیال کی دُنیا لئے ہوئے

دل میں تھی بے کلی تو نظر بے قرار تھی ۔۔۔ پل بھر کی زندگی سببِ اضطرار تھی

سرگشتہ در بدر تھا غمِ آرزو لئے .... ۔۔۔ پھرتی تھیں جُستجوئیں تری کُو بکُو لئے

اہلِ خرد سے پوچھتا تھا جب ترا نشاں ۔۔۔ کرتے تھے فلسفہ وہ ترا اسطرح بیاں

کہتے تھے لامکاں ہے تُو تیرا مکاں نہیں ۔۔۔ دونوں جہاں ہیں تیرے مگر تُو وہاں نہیں

دل کو کہیں سے جب میرے تسکیں نہ مِل سکی ۔۔۔ اَور واعظوں سے کچھ خبرِ دیں نہ مِل سکی

تھک کر تیری تلاش میں بیہوش جب ہُوا ۔۔۔ صہبائے جُستجو پیئے مدہوش جب ہُوا!

خستگی سے تُو نے مجھے خود اُٹھا لیا ۔۔۔ کب جانے بیخودی میں تجھے میں نے پا لیا

اب تو تری تلاش میں تیرا ہی ہو چکا ۔۔۔ یعنی غمِ فراق میں اپنے کو کھو چکا

اک واہمے میں گُم تھا تری جستجُو لئے
ورنہ ازل سے تھا مجھے پہلو میں تُو لئے

(گذشتہ سے پیوستہ) (سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ)

ੴ ਸਤਿ ਗੁਰ ਪ੍ਰਸਾਦਿ

پورن پرشوں کی دھارنا

بدھا کے انیہ روپ

از شریمان سنت نرائن سنگھ جی

(۴) گون اور مکھ دھرم بھید۔ برہم ودیا کے رازدان ہمیں بتلاتے ہیں کہ سریر من کے تابع ہے۔ جو مسئلہ آج کل روحانیت کے عالموں نے ثابت کیا ہے مثلاً (James Allen) جیمس ایلن نے اپنی مشہور پستک "Out from the Heart" میں کھول کر بتلایا ہے۔ کہ جیسا اثر دل پر ہوتا ہے ویسا ہی جسم پر ظاہر ہونے سے رہ نہیں سکتا۔ اور اثر پہلے دل پر ہی ہوا کرتا ہے۔ پیچھے جسم کے رگ و ریشہ میں پھیلتا ہے۔ وہی بات شری گورو دیو نے ہیں اپنے پاک کلام میں بتلائی ہے

"جیون من دیکھہ پر من تیسا —— جیسی منسا تیسی دسا"

یعنی جیسا قانون تمہارے لئے۔ مانسک دشا کے لئے ہے۔ ویسا ہی دوسروں کے لئے بھی ہے۔ اور وہ قانون ازلی کیا ہے۔ انسان کی حالت بہ حیثیت مجموعی کیسی ہے؟ جیسی کہ اس کے من کی حالت ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

"جو جی ہوئے سُن اُگوے مُنہ کا کہیا واؤ - بیج بکھ منگے امرت دیکھو اِہ نیاؤ"

جیسا خیال دل کے اندر ہوتا ہے۔ ویسا ہی آخر کو جسم پر آ کر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کسی دل میں زہریلے خیالات ہوں اور منہ سے رسیلی زبان سے امرت بچن بول کر سناتا جائے۔ تو وہ زہریلے اثرات سے جن کی جڑ اس کے اندر ہے۔ بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ زبانی کلام کا اثر ہوا کی طرح کافور ہو جاتا ہے۔ اور خیال جو کہ ہمارے قلب میں جائے گیر ہو چکا ہے۔ اپنا پھل دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس زمانہ میں ہم زبانی جمع خرچ بہت کچھ سنتے ہیں۔ لیکن بہت کم انسان ایسے پائے جاتے ہیں جن کو واقعی روحانیت سے اُنس ہے۔ یا کہ جن کے دل میں روحانیت کا اثر ہے۔ ہم نے بازاروں میں راس دھاریوں کو شری کرشن دیوجی کا سوانگ دھارن کرتے دیکھا ہے۔ لیکن سوانگ اُتار دینے کے بعد وہ معمولی مانش کی حیثیت میں ہی پائے جاتے ہیں۔ شری کرشن جوتی سروپ نہیں بن جاتے اگر بن جائیں تو لوگوں کی یاچنا نہ کریں۔ ہم اسی اصول کو واضح کرنے کی خاطر لکھتے ہیں۔ کہ جسم سے جو کریا کی جاوے اگر من اس کے ساتھ شامل نہ ہو تو اُس کا اثر زائل ہو سکتا ہے۔ لیکن من سے جو کریا کی جائے اُس کا اثر جسم پر ضرور ہوتا ہے۔ جسم اُس اثر سے

بچ نہیں سکتا"۔ مثلاً بہت آدمی ایشور کے آگے زبان سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ لیکن من چونکہ اُن کے شامل حال نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن کی زندگی میں ہزارہا پرارتھنا کرنے سے بھی کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اُن کی پرارتھنا قبول ہوتی نظر آتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں اُس اٹل قانون کو بُھلا جاتا ہے۔ جو کہ گورو جی نے ہمیں بتلایا ہے۔

"مُکھوں ہر ہر سبھ کو کہے ورلے ہردے بسایا ۔ نانک جن کے ہردے وسیا موکھ مُکت تن پایا"

مُنہ سے ہری کا نام ہر کوئی کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ لیکن ایسے شخص نادر الوجود ہیں جن کے دل میں ہری کا سچا پریم ہے۔ گورو فرماتے ہیں کہ جن کے "دل" میں ہری بستے ہیں۔ نجات کا دروازہ صرف اُن کے لئے ہی کُھلتا ہے۔ جب تک ہم "تماَمن سیون کاج ہے من سادھ سدھ ہوے"۔ اس گورو جی کے مہاں واک کو نہیں سمجھتے۔ تب تک ہمیں روحانیت کے منازل میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ من ہی سب کچھ ہے۔ جگیاسو کو من سے ہی واسطہ ہے۔ من کے قابو میں لانے سے ہی سدھی ہوتی ہے۔ من ہی سریہ ہے۔ یہ پتلا من کا ہی ہے۔ جب تک ہم من کا بھید حاصل نہیں کرتے تب تک ہمیں روحانیت کی کوئی خبر نہیں ہو سکتی۔ کبیر کہتے ہیں "اِہ من سکتی اِہ من سیئو۔ اِہ من پنچ تت کو جیو۔ اِہ من لے جو اُنمن رہے۔ تو تین لوک کی باتیں کہے"۔ ترجمہ:- یہی من شکتی ہے یہی من شیو (شکتی کے دھارن کرنے والا) ہے۔ جب یہ من تُریا اوستھا میں ٹھہرتا ہے تو ترلوکی کا گیان اسے ہوتا ہے"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ من کے دھرم ہی مُکھ دھرم ہیں۔ سریر کے دھرم گون دھرم ہیں۔ مثلاً شری گورو نے اپنے کلام میں پانچ دھرم مانش کے کہے ہیں۔

حق پرستی - قناعت - رحم - ادائیگی فرض - طہارت

(ست) (سنتوکھ) (دیا) (دھرم) (شُچ) یہ دھرم تقریباً ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ غذا اور پوشاک کے بارے میں مذہب کا اختلاف ہے۔ لیکن روحانیت میں اختلاف نہیں ہے۔ ہر مذہب میں بغیر ان صفات کے روحانی ترقی ناممکن ہے۔ ہائے افسوس! کہ ہم آجکل مذہب کی بیرونی شکل پر زور دئے جا رہے ہیں۔ یعنی گون دھرم کے خیال کی طرف زیادہ زور دے کر انسان کو انسان سے جُدا کر رہے ہیں۔ اور مانسک دھرم یعنی اندرونی دھرم کی طرف مناسب توجہ نہ دے کر پرمارتھ کو نشٹ کر رہے ہیں۔ اور اس کی ذمہ داری زیادہ تر اُن لوگوں کے سر پر ہے۔ جو اپنے تئیں مذہب کے لیڈر کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ اندھوں کو اندھکار میں لے جانے والے ہیں۔ جو اپدیش انسان کو انسان سے نفرت سکھلاتا ہے اور ممتا سے دُور لے جا کر "دُبدھا" کے گڑھے کی غلاظت میں ڈبوتا ہے وہ امرت نہیں بلکہ زہر ہے۔ گورو فرماتے ہیں:۔

اندھا آگو جے تھیے ۔ کیوں پادھر جانڑئے + آپے مت ہو چھئے۔ کیوں راہ پچھانڑئے"

ترجمہ:- اگر اندھا آدمی لوگوں کا راہبر ہو جاوے تو وہ انہیں پار نہیں لے جا سکتا۔ وہ تو خود راستہ سے بھولا ہوا ہے۔ اسلئے اپنے پیرووں کو کس طرح منزلِ مقصود پر لے جا سکیگا؟ دُبدھا میں یہ پھل نہیں مل سکتا۔

(۵) اِشٹ اُدھشٹھان بھید:- ناستک لوگ بھی قدرت اور اُن قوانین کو جو قدرت سے ظاہر ہو کر ہی نظام قدرت کو قائم رکھتے ہیں چھوڑ کر کسی غیر شے کو نہیں مانتے لیکن حیف اُن آستک لوگوں کی بدھی پر! جو نانا اشٹوں کو لوجیہ جان کر مانتے ہوئے ادھشٹھان یعنی خالق کُل (پورن برہم) سے جس کے آسرے سب اشٹ ہیں بے مُکھ ہو کر بھٹکتے ہیں۔ جب وید کہتا ہے کہ "میں ایک ہوں انیک ہو جاؤں" (एकोऽहं बहु स्याम) یعنی جب وہ ایک ہی ایک ہوا ہے اور اُس ایک ہی آننت کی شکتی کو پاکر سرب اشٹ دیوؤں کا پرکاش ہوا ہے۔ جو ایک ہی شکست روپ ہو کر اُن نمام

پوجیوں کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوئے۔ اُس سرب شکتی مان۔ سرب کلا سمرتھ۔ سرب مے۔ وبھو۔ دیو کو چھوڑ کر ہم کیوں اپنے بزرگوں کے سدھانت سے پرے جا رہے ہیں!

ہمارا من کسی ایک اِشٹ کو معبود مان کر دوسرے اِشٹوں سے کیوں متنفر ہوتا ہے؟ چاہیئے کہ ہم سرب اِشٹوں میں اُسی ایک نہاں اِشٹ پرماتم دیو کو دیکھیں۔ اُس ایک کی شرن میں آکر باقی سب کچھ بھول کر سرب نام اور روپ کے آدھار اُس بے انت پربھو کے گیت گائیں۔ اور ایسے اَنن بھگت یا نردوش بھگتی کو پراپت ہوں۔ آؤ ہم شری گورو گوبند سنگھ جی کے پیچھے ہم زبان ہو کر گائیں!

۱۔ کھنڈا ابر تھمے ساج کے — جن سب سنسار اُپایا
۲۔ برہما۔ بشن مہیش ساج — قدرتی دا کھیل رچایا
۳۔ سندھ پربت میدنی — بِن تھمّاں گگن رہایا
۴۔ سرجے دانو دیوتے — تِن اندر واد رچایا
۵۔ تے ہی دُرگا ساج کے — دَیتاں دا ناس کرایا
۶۔ تیتھوں ہی بل رام نے — نال بانڑاں دہسر گھایا
۷۔ تیتھوں ہی بل کرشن نے — کنس کیسی پکڑ گرایا
۸۔ وڈے وڈے مُن دیوتے — کئی جُگ تِنی تن تایا!

۹۔ تیرا اَنت کنے نہ پایا

(۱) جس سرجن ہار نے پنچ تن ماترا سے پرپنچ کو بنایا۔ (۲) جس کی نرگن مایا سے تین مُکھ شکتیاں۔ اُت پتی ستھتی۔ لے ظہور میں آئیں۔ (۳) جس نے کشش ثقل کے آسرے زمین پر بحروں۔ پہاڑوں اور گگن میں سورج۔ چندرماں اور نکشتروں کو ٹھیرا رکھا ہے۔ (۴) جس مہادیو نے دَیوی اور آسری سمپتی کے جیووں کے درمیان اختلاف کے باعث واد ورودھ کا اکھاڑا لگایا۔ (۵) اور جس کی شکتی کو پا کر دُرگا نے دیووں کی سہائتا کی اور (۶) جس کی مہان شکتی کے تیج نے رگھبیر کے امونگھ بانوں میں پرویش کر کے مہابلی یودھا راون کو رن بھومکا میں گرایا اور جس کی دِو شکتی نے بیلائے پیتامبر۔ مُورمکٹ دھاری شری کرشن کے بازو میں داخل ہو کر۔ کو بیا پیڑ کیسی۔ اور کنس آدی راکشسوں کو فنا کر دیا اور جس کی تلاش میں تمام کیسن۔ ہزارہا منیشروں اور جوگیشوروں نے کٹھن تپسیا کیں جس کے دھیان پرائن شیو ہزارہا جگوں سے آج تک نمو نارائن! نمو نارائن! منتر کا جاپ کر رہے ہیں اور جس مہیشور کو سرب دیو۔ بے انت۔ بے انت کر کے گائن کرتے ہیں۔ ایسے مہاں کال کو ہمارا نمسکار ہو! نمسکار ہو! اور وہ مہادیو ہمارا کلیان کرے!

(۶) شبد۔ ارتھ بھید۔ شبد آکاش کا گُن ہے۔ جس وقت پَون ہمارے زبان۔ تالو۔ دنتوں وغیرہ سے مل کر نکلتا ہے۔ تو صدہا قسم کے شبد نکلتے ہیں۔ اور ان میں ارتھ کی کلپنا ہوتی ہے۔ کیا سارتھک (بامعنی) اور کیا نرارتھک (بےمعنی) تمام شبد آخر کو آواز ہی ہیں۔ اگر ارتھ کو ان سے جُدا کر دیا جاوے تو صرف ہوا ہی پیچھے رہ جاتی ہے اور حیثیت اُس وقت اُن کی صفر کے برابر ہوتی ہے کسی شبد کو ارتھ سے جُدا کر کے دیکھو تو وہ اس طرح بے نیست ہو جاتا ہے جس طرح چھاچھ جس سے مکھن نکال لیا گیا ہے۔ اور صرف پیچھے سفید رنگ کا پانی رہ گیا ہے۔ کبیر صاحب کہتے ہیں سنتوں ماکھن کھایا۔ چھاچھ پیے سنسار

یعنی سنت جن ہمیشہ ارتھ کی بھاؤنا کرتے آئے ہیں۔ اور دُنیا دار ہمیشہ چھاچھ پر جھگڑا کیا کرتے ہیں۔ ناظرین ذات بنی رب ایشور،
کی کھوج میں ہزاروں دانا سر پٹک پٹک کر بحر عدم میں غرق ہو گئے۔ اور اس کے اندر نمک کی پتلی کی مانند گل کر آپ ہی
آپ ہو گئے۔ ذات (ست) ایک ہے اور داناؤں نے اسے مختلف شبدوں میں گائن کیا ہے؟ آدھم آواز کو چھوڑ
کر جس میں آواز ہوتا ہے اس کی طرف دل کے کانوں کو لگائیں! یہ آواز ایک بڑے پُرانے شجر کی مثال ہے۔ جس کے
ساتھ ابتدا۔ انتہا۔ دُنیا۔ عقبےٰ۔ بندہ۔ خدا۔ میں تو۔ دین۔ کفر کی شاخیں لگی ہوئی ہیں۔ پہلے کہا گیا ہے آواز خلا کا گن
ہے۔ خلا کے معنی خالی کے ہیں۔ پس یہ آواز خالی (خلا ہے) یعنی بے معنی ہے۔ آواز کے بعد صرف (ست) ہی باقی رہتا ہے
یہ مذہبی قیل وقال سب تیاگنے یوگ ہے۔ تمام لیکچر بازی۔ اشتہار بازی خلا ہے یعنی خالی ہے۔ تمام شبدوں کا مفہوم
(ارتھ) وہ ذات باری ہے۔ آؤ ہم اُس کی بھاؤنا کرتے ہوئے مت متانتروں کے شر انگیز اثرات سے بچ کر رہیں۔ تاکہ ہمارا
مقصود گم نہ ہو جاوے!

خود غرض لوگ کامنا کے آدھین ہو کر مذہبی اڈے لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں جوا بازی ہو رہی ہے۔ چکنی چپڑی باتوں سے سادہ
لوح لوگوں کو بھرما کر اُس "خدائے برحق" سے بے مُکھ کر کے اپنے استھانوں کی طرف لگاتے ہیں اور اس طرح سے گورو بچن "ڈوبے گورو
ننھٹے نہ چیلے" کی مثال اُن پر صادق آتی ہے۔

(۷) پورب اُتر بھاشا بھید:۔ کور باطن لوگ جن کے دل "ست" سے برگشتہ ہو کر "است" مایا کی پرچھائیں کی طرف
لگ رہے ہیں۔ اکثر سُنایا کرتے ہیں کہ پُرانی زبانیں بہت پاک ہیں اور آجکل کی زبانیں اپوتر ہیں۔ پس ان میں ایشور کا
وچار بھی ناپاک ہی ہے۔ یہ لوگوں کو اُن مُردہ زبانوں کی طرف ہانکنا چاہتے ہیں۔ جن کا باقاعدہ حصول فی زمانہ ناممکن ہے۔ تمام
زبانیں شبدوں سے بنتی ہیں۔ اور تمام شبد ہوا سے آکاش میں پیدا ہوتے ہیں۔ جس ارتھ کی کلپنا ابتدا سے کسی خاص شبد میں
ہوئی ہے وہی آج تک چلی آرہی ہے۔ ذرا انگریزی زبان کی طرف دیکھو! اس میں گریک اور لاطینی اور دوسری اینگلو سیکسن زبانوں
کے بہت سے الفاظ ملے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے صدہا قسم کے محاورات اس میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان سب کے مل جانے
سے ایک عمدہ زبان پیدا ہو گئی ہے۔ جس کا شہرہ تمام روئے زمین پر ہے۔ اور جس کے برابر اور کوئی دیگر زبان ہو نہیں سکتی۔ جس
کے اندر بے شمار عالی دماغ شاعر ہوئے ہیں۔ اور جس میں ہر علم و ہنر پر صدہا کتابیں اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی موجود ہیں۔ تو کیا یہ
انگریزی زبان کا مجموعہ ناپاک ہے اور کیا ہم اسے ناپاک سمجھ نفرت کرتے ہوئے چھوڑ دیویں!

اسی طرح کیا ہم اُردو پنجابی۔ بنگالی۔ ہندی۔ سندھی۔ گجراتی۔ پالی زبانوں میں آئے ہوئے ایشور واد کو تیاگ دیویں!
ان کے اندر جو انیک مہاتماؤں کی بانیاں موجود ہیں۔ کیا یہ سب مہاتما اور اُن کے بچن ناپاک ہیں؟ انصاف سے دیکھا جاوے تو خواہ
ایشور کے متعلق سنباد ہو۔ خواہ دُنیا کے متعلق ہو۔ جتنا لُطف سُننے اور کہنے والے کو اپنی مادری زبان میں آتا ہے۔ اتنا اور کسی زبان میں نہیں
ہو سکتا۔ پنجابیوں کے لئے پنجابی اور سندھیوں کے لئے سندھی زبان میں زیادہ آسانی ہے اور اسی لئے زیادہ آنند ہے۔ آج کروڑہا انگریز
کیوں اپنی مقدس انجیل کو اپنی مادری زبان انگریزی میں پڑھتے ہیں؟ کیوں ملک معظم کے احکام سے ایک مستند ترجمہ اس کا تیار کر کے
تمام چرچوں میں رائج کیا جاتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس وحشیانہ اور احمقانہ بھرم کو دُور کر دیا ہے کہ کوئی پورب بھاشا یعنی پرانی
زبان ہی پاک ہو سکتی ہے۔ اور اُتر بھاشا جو پیچھے رائج ہوئی ہے وہ بالکل ناپاک ہے اور اس میں خدا کی حمد و ثنا پڑھنا منع ہے!

ایک محقق سوامی نشچل داس کہتے ہیں: "برہم وِت آہِ برہم سم۔ تا کی بانی وید۔ بھاکھا اتھوا سنسکرت کرت۔ بھید بھرم چھید"۔

برہم ودیا جو پرش ہے سو برہم روپ ہے۔ یہ وار تا شرتی میں پرسدھ ہے۔ اس لئے اس کی بانی وید روپ ہے۔ خواہ وہ بھاشا ہو خواہ سنسکرت۔

جس طرح حکمت کی کوئی کتاب سنسکرت میں ہو اگر اس کا ترجمہ فارسی میں کیا جاوے۔ اور تمام مضامین، نبض۔ قارورہ کی شناخت اور چکتسا وغیرہ پورے طور سے ان میں دئے ہوں۔ تو ان کے وسیلہ سے بھی روگ دور ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ تعلیم دینے والا حکیم اس کا پورا عامل ہو۔ اسی طرح خواہ کسی زبان میں کوئی کتاب ہو۔ اگر برہم گیان کی سامگری اس میں مکمل ہے تو پورے گورو کے پرساد سے اس میں شردھا رکھنے سے برہم گیان ہو سکتا ہے! زبانوں کا بھید واد خلاف قانونِ قدرت ہے!

(۸) چنہیہ لکش بھید:۔ تمام مذاہب کے مذہبی نشانات جدا جدا ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ لکش کو چھوڑ کر جن لوگوں کا چت کیول چنہوں میں ڈولائمان ہو رہا ہے۔ یعنی جو صرف نشانات کو ہی مکتی۔ بھگتی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے دین کے اصلی بھاؤ سے گمراہ ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر "صلیب" عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے۔ لیکن "صلیب" ہمیں کیا سکھلاتی ہے؟ صلیب منادی کرتی ہے۔ کہ مسیح اگرچہ بے گناہ تھا پھر بھی وہ اپنی صلیب خود اٹھا کر آگے گیا۔ اور اس پر چڑھ کر اس نے شہادت کا جام نوش کیا۔

جو صادق عیسائی صلیب سے محبت رکھتا ہے۔ اسے بھی مسیح کی پیروی میں ان رموز کو بغور سمجھ کر عمل میں لانا چاہیئے۔ یعنی اسے بھی مسیح کی مانند (۱) نفس کو مارنا اور (۲) اسے قابو میں لانا۔ (۳) جاہ و عزت سے بھاگنا۔ (۴) رضامندی سے بے عزتی کو برداشت کرنا (۵) اپنے کو حقیر بھاننا اور (۶) حقیر سمجھے جانے کی دلی خواہش رکھنا (۷) تمام مصائب اور نقصانات کو بخوشی برداشت کرنا۔ اور اس دنیا میں کسی قسم کی بہبودی کی خواہش نہ رکھنا چاہیئے۔ تب ہی وہ مسیح کے نیک اور وفادار خاوند کی طرح مردانہ وار اپنے خداوند کی آسمانی بادشاہت میں شہیدوں کے زمرہ میں پوری شان سے داخل ہونے کے قابل ہو سکے گا! ان فقروں کے اندر ساری انجیل کا سار ہے جس میں عیسائیوں کو ان کے منجی مسیح کی مانند اپنی صلیب اٹھانے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ گویا آٹھ منزلیں ہیں جن سے گزر کر وہ افضل مرتبہ کا مستحق ٹھیریگا۔

پیارے بھائیو! اسی طرح ہر مذہبی نشان کے اندر روحانی رموز پنہاں ہیں۔ اس لئے جب تک ہم ان رموز کو بخوبی ذہن نشین نہیں کرتے اسوقت تک ہم اپنے متقدمین کے پیرو نہیں کہلا سکتے۔ دیکھو ہمارے خالصہ بھائیوں کا مذہبی نشان "کرپان" ہے۔ لیکن جب تک خالصہ شور بیروں کی مانند دھرم کی راہ میں کرپان سے ادھرم کا ہمہ تن ہو کر مقابلہ کرتا ہوا شہید نہیں ہو جاتا۔ تب تک وہ اپنے ہادی دشم گورو کا پیرو نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح ہمیں اپنے اپنے نشانات کے معنی کی پوجا کرنی چاہیئے۔ معنی کی پرستش میں ایکتا ہے اور لفظوں کی بحث میں دُبدھا ہے!

(۹) انش انشی بھید:۔ اکثر ودوان انسانی روح کو جزو اور رحمانی روح کو روحِ کل تبلاتے ہیں۔ بیشک بلبلے کے اندر جتنا آکاش ہے وہ محدود نظر آتا ہے۔ لیکن آکاش تو محیط ہو رہا ہے۔ اس کے اندر حدود کا قائم ہونا بعید از قیاس ہے۔ بلبلا سمندر سے کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتا۔ بلبلے کی ہستی سمندر سے ہے۔ سمندر میں ہے اور سمندر روپ ہے۔ اور سمندر کا آکاش ہی بلبلے کے اندر ہے۔ اول۔ آخر (اور درمیان میں بھی) بلبلے کی ہستی سمندر سے جدا نہیں ہو سکتی۔ روح کو بھگوان نے گیتا میں۔ اچھید، ابھید آداہ۔ اسوکھ شبدوں سے برنن کیا ہے۔ یعنی اس کے ٹکڑے شستروں سے نہیں ہو سکتے۔ پانی اس کو گلا نہیں سکتا۔ آگ اس کو جلا نہیں سکتی۔ اور ہوا اس کو خشک نہیں کر سکتی۔ عام طور پر جزویت کی قید کا اطلاق ان اشیاء پر ہو سکتا ہے جن کی ابتدا اور انتہا ہو اور جن کی پیدائش اور ترکیب عنصری ہو۔ جو آتما ابتدا اور انتہا سے مبرا ہے۔ اور جو آتما اس تمام کثرت کا جو بصیغہ عنصری ہیں

بے شمار اور گوناگون اشکال میں نظارہ دکھلا رہی ہے منبع و مخزن ہے۔ یعنی جو ایک ہی بے شمار شعاعوں میں پھیل کر رنگا رنگ کی قدرت کا تماشہ دکھلا رہا ہے۔ اور جس کو بُدھی اور اندریاں جاننے سے عاجز ہیں۔ وہ کس طرح سے انش انشی بھاؤ میں آ سکتا ہے۔ انش صرف مادی چیز کے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ کہا جا چکا ہے۔ کہ اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ روح کو چاہے جزو کہو چاہے کُل کہو اُس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ سچ پوچھو تو مادی اشیا بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں کی جا سکتیں۔ آؤ ہم اپنے جسم کی طرف دیکھیں۔ ہم اپنی زندگی میں باہر کی ہوا۔ سورج کی کرنوں۔ پانی اور غذا کی مقدار کو جذب کرتے رہتے ہیں۔ یعنی باہر کی دھرتی۔ جل آگ اور ہوا سے ہمارا تعلق مرتے دم تک رہتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی ہمارا جسم متواتر ان چاروں کے اندر ہی رہتا ہے۔ جب جسم بھی اپنے اصل مادہ سے جدا نہیں ہوتا۔ تو روح کس طرح سے اپنے اصل سے جُدا ہو سکتا ہے۔ یہ صرف نظر میں فرق ہے ورنہ جزو و کُل دنیا میں کہیں نظر نہیں آتے۔ کُل ہی جزو ہو کر نظر آتا ہے اور جزو ہی کُل ہو کر نظر آتا ہے۔ دراصل جزویت اور کُلیت صرف نقطۂ نگاہ میں پائے جاتے ہیں۔ ورنہ باہر انکا وجود کالعدم ہے۔

(۱۰) ارتھ پرمارتھ بھید:۔ عام لوگ دنیاوی دھرموں کو مذہبی اصولوں سے علیحدہ جانتے ہیں۔ ہماری دعائیں صرف زبان تک ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ یا ہماری پرارتھنائیں مندروں اور دھرم شالاؤں کے احاطہ تک محدود رہتی ہیں۔ باہر اُن کا اثر بالکل دیکھا نہیں جاتا۔ دراصل نہ کوئی دین ہے نہ دُنیا ہے۔ یہ سارا برہمانڈ برہم کا جسم ہے۔ اس کے اندر قانون قدرت کا راج ہے۔ جن لوگوں نے مُرشد کامل کی ہدایت سے ست مارگ کو پایا ہے وہ لوگ ہی انسانیت کا ثمر حاصل کرتے ہیں۔ ورنہ باقی لوگ تو پشوؤں سے بھی بدتر جیون بتیت کرتے ہیں۔ اس دنیا کے اندر ہی ارتھ اور پرمارتھ ایک میک ہو کر رہتے ہیں۔ اگر خدا مندر میں حاضر ناظر ہے تو گھر میں۔ بازار میں۔ دفتر میں اور دوکان پر بھی وُہ موجود ہے۔ خدا کے لوگوں کو ہر جگہ وہی نظر آتا ہے۔ وہ ارتھ اور پرمارتھ کی تمیز نہیں رکھتے۔ ہر آن۔ ہر گھڑی۔ ہر جا۔ ہر حالت میں مالکِ کُل کو دیکھتے ہوئے ہر کام کو قانون کی متابعت میں سرانجام کرتے ہیں۔ پلک بھر بھی مخالفت کی طرف گمراہ ہو کر نہیں جاتے۔ جن لوگوں نے دین کو دنیا سے علیحدہ کیا ہے۔ گویا اُنہوں نے قادر سے قدرت کو خالق کو مخلوق سے اور جسم کو روح سے جُدا کیا ہے۔ یہ وُہی لوگ ہیں جنہوں نے مذہب کو اخلاق سے جُدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل جو گناہ مذہب کے ٹھیکہ داروں سے ہوتے ہیں اُن کا عشر عشیر بھی دنیاوی لوگوں سے نہیں ہوتا۔ دنیاوی سے مراد وُہ لوگ ہیں جو زیادہ شرعی دیندار بن کر دکھلانا نہیں چاہتے۔ سادہ زندگی ایشور کے خوف میں بسر کرتے ہیں۔ یہ ارتھ اور پرمارتھ کی تفریق ہمیں آجکل نمائشی دھرم کی تعلیم دے کر تعصب کی زہریلی گیس کے اثر سے اندھا کر رہی ہے۔ آؤ بھائیو! ہم اپنے ہر فعل میں قادر کے باندھے ہوئے قدرت کے قانون کی پیروی کرنا سیکھیں!

(۱۱) پورب پچھم بھید:۔ انگریزی کی ایک ضرب المثل مجھے یاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "مشرق مشرق ہی ہے اور مغرب مغرب ہی ہے۔ اور یہ دو توام زاد بھائی آپس میں کبھی نہ ملیں گے"۔ تجربہ سے یہ بات بالکل سچ معلوم ہوتی ہے۔ محقق لوگوں نے اس کا اصل سبب جو معلوم کیا ہے۔ وُہ جغرافیائی یعنی طبعی ہے روحانی نہیں ہے۔ گورو فرماتے ہیں تمام مخلوق (تمام انسان) خدا کے نُور سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں بھلا بُرا کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اوّل اللہ نُور اپایا قدرت کے سب بندے
ایک نُور تے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے

خدا نے اپنے نُور کا تجلے کیا۔ ایک ہی نُور سے قدرت اور قدرت سے تمام مخلوق جو انسان کے پیدا ہوئے۔

بڑے بڑے ریفارمروں نے مشرق اور مغرب کو ملانے کی کوشش کی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ قانون قدرت آخر سب پر

غالب ہے۔ مغرب کے سرمایہ داروں نے مشرق کے سادہ لوح باشندوں کو تجارت کے ذریعہ سے اور اپنی حکمت عملی سے اپنا غلام بنا رکھا ہے اور خود ان ممالک کی دولت کے وسیلہ سے عیش و عشرت میں پڑ کر اپنی انسانیت یا روحانیت سے گر چکے ہیں۔ سائینس کی ایجادوں نے روپیہ کو اس طرح کھینچا ہے جس طرح واٹر پمپ کنوئیں سے پانی کھینچتا ہے۔ خیر اب وقت آپہنچا ہے۔ کہ مشرق اور مغرب کی تہذیب کا مقابلہ ہوگا۔

بیشک مشرق جنگی مقابلہ میں مغرب سے کہیں کمزور ہے۔ لیکن جو حالات وسطی یورپ میں نمودار ہو رہے ہیں۔ اندیشہ ہے۔ کہ اُن کا اثر تمام کرۂ ارض پر پڑے۔ اس نئی جدوجہد میں مغربی ممالک کے لوگ تجربہ سے دیکھ لیں گے کہ انسانی زندگی کا طرز عمل جو مشرق نے سکھلایا ہے وہی دُنیا کی نجات کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔ وید اور کتیب کا فرق۔ سفید اور سیاہ کا امتیاز۔ ترک اور ہندو کی جدائی کا سبق خود غرض لوگوں نے اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کی خاطر پڑھایا ہے۔ گورو فرماتے ہیں۔

"ہندو ترک کہاں تے آئے کِن اِہ راہ چلائی
دل مہ سوچ وچار کوا وے بھست دوجک کِن پائی"

پھر کہتے ہیں:۔ "وید کتیب کہو مت جھُوٹھے۔ جھوٹھا جو نہ وچارے"۔ بتاؤ ہندو اور مسلمان کی تمیز خدا نے کی ہے۔ یا انسان نے؟ جواب یہی ہوگا انسان نے کی ہے۔ وُہ خدا۔ خدا نہیں کہلا سکتا اگر وہ ہندوؤں کو گئو کی پوجا کی تلقین کرے۔ اور اُن کے پڑوسی مسلمان بھائیوں کو اس کے ذبح کرنے کی تعلیم دیوے! ذرا دل میں غور کرو! یہ بہشت اور دوزخ میں جانا کیا مطلب رکھتا ہے؟ دوسرے واک کا مطلب یہ ہے۔ کہ نہ وید جھوٹھے ہیں اور نہ انجیل قرآن ہی جھوٹھے ہیں۔ دونو میں حق کی تعلیم دی گئی ہے۔ حق کو چھوڑ کر باقی فروعات انسانی ہیں۔ پس فروعات کو نظر انداز کرنا لازم ہے۔ جب ہی ہم دُبدھا کو تیاگ کر سمتا کے گھر میں آسکتے ہیں۔

(۱۲) **ورن اور ورن بھید**:۔ منو سمرتی میں برہمنوں کو برہما کے منہ سے چھتریوں کو بازو سے ویشوں کو ران سے اور شُودروں کو پاؤں سے پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے اصل بھاو کو نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ویشوں اور شودروں کو اورن یعنی نیچ ذات تصور کر کے اُن کے حقوق بیرحمی سے پائمال کئے گئے ہیں۔ اب ہم ذرا دانش کے ترازو پر اس مسئلہ کو تول کر دیکھیں۔ اگر واقعی برہما کا کوئی جسم ہے تو وہ بغیر پاؤں اور رانوں کے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ مکمل جسم کے لئے جسقدر پاؤں کی اہمیت ہے اسی قدر مُنہ کی ہے۔ صرف مُنہ و پاؤں کے بغیر کہیں چل کر نہیں جا سکتا۔ یہ جسم کسی ایک عضو کے بغیر نامکمل ہے۔ تمام اجسام اور اس کے اعضا کی ترکیب عناصر خمسہ سے ہے کوئی جسم یا کوئی عضو کسی دیگر ترکیب سے بنا ہوا ثابت نہیں ہو سکتا۔ تمام ورن اپنے اپنے دھرموں کو خوش اسلوبی سے پالن کرتے ہوئے پرم پد کو پہنچ سکتے ہیں۔ کسی کے لئے دروازہ بند نہیں ہے۔ البتہ اگر ہم اپنے ورن کے دھرم کو چھوڑ کر دوسرے کے دھرم کو گرہن کریں تو ضرور رو کاوٹ پیش آوے گی۔ اس لئے ورنوں کی تقسیم بھی مشرق اور مغرب کی مانند طبعی ہے نہ کہ روحانی۔ جب ہم اس میں روحانیت کا دخل فرض کر کے معقولات سے دُور چلے جاتے ہیں۔ تو جہل بسیط کا شکار ہو کر غیریت کے جال میں پھنس کر آتم گھات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ورن اورن کی تقسیم کی تہ میں صرف لالچ ہی پایا جاتا ہے۔ اور کوئی شے سوائے اس کے نہیں۔

"دُبدھا بُوری من بورایا۔ جھوٹھے لالچ جنم گنوایا۔ لپٹ۔ ہی ٹن بندھ نہ پایا" (گورو واک)

کبیر کہتے ہیں:۔ "جو تُوں برہمن برہمنی جایا۔ تو آن باٹ کاہے نہیں آیا۔ تم کت برہمن۔ ہم کت سُود۔ ہم کت لہو تم کت دُودھ۔"

کہہ کبیر جو برہم بیچارے۔ سو برہمن کہیت ہے ہمارے "اے برہمن تو اپنے تئیں برہمن کہتا ہے تو تو ثابت کر دے۔ کہ تو کسی غیر راستہ سے آیا ہے۔ نہ تم دودھ سے پیدا ہوئے ہو۔ اور نہ ہم لہو سے ہوئے ہیں۔ در اصل برہمن وہی ہے جسے برہم وچار گورو کے پرساد سے پراپت ہُوا ہے۔ چاہے برہمن ہو چاہے شودر ہو۔ آہ! ورن آدران کی دُبدھا نے ہماری سبھیتا کو برباد کر دیا ہے۔

(۱۳) **یکت ایکستا بھید**:- واسِشٹ رشی کہتے ہیں۔ ایکت رنا معقول) بچن برہما کے نکلے ہوں تو بھی مت مانو۔ مگر یُکت بچن (معقول کلام) اگر ایک بچے کے منہ سے نکلیں تو بھی قبول کرو۔ تمام مذاہب دعوے کر رہے ہیں۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اس دعوے کے خلاف ہم ایک ہی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اب خدا کی طرف سے جو چیز ہے وہ سب کے لئے یکساں ہے۔ سورج اور چاند کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ کل کائنات کو یکساں طریق سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ موت کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔ وہ کل جانداروں پر نازل ہو کر سکوت کا کرشمہ دکھلاتی ہے۔ ہوا جو خدا سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ تمام کی خاطر یکساں کارکناں ہے اِس طرح مذہب بھی اگر اشیاء مذکورہ بالا کی طرح خُدا کی طرف سے رائج ہوتا۔ تو یہ بھی واحد اور یکساں اور برابر قائم رہتا مگر چونکہ اس میں استقدر تفرقہ اور اختلاف ہے اور یقین کرنے والے مذاہب کے ایک دوسرے کے ایسے دُشمن ہو رہے ہیں کہ اُن کے دل میں خُدا کی اور خُدا کی پیدائش کی وحدت بالکل فراموش ہو رہی ہے۔ اس لئے پایا جاتا ہے۔ کہ مذہب انسان کی ایجاد ہے۔ اسی پر گورو فرماتے ہیں۔ "جو جو ہوت بھیو جگ سیانا۔ تن تن اپنا پنتھ چلانا"۔ جو ذرا سیانا ہوا اُس نے اپنا مذہب علیحدہ کھڑا کر دیا۔ خدا واحد ہے اُس کی قدرت بھی واحد ہے۔ اور قوانین قدرت بھی یکساں ہیں۔ آؤ ہم تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے ہٹا کر حقیقی مذہب کی تلاش کریں۔ کہ ہمارے دل کو شانتی نصیب ہو۔ اس پر ایک محقق عامل کی کلام سے چند سطور آپ کے پیش کرتا ہوں:-

(۱) سادھ سنگت۔ گر سبدلو۔ گرمکھ سُکھ پھل پریم چکھایا۔

(۲) سبھ ندھان قربان کر۔ سبھے پھل بلہار کرایا۔

(۳) ترسنا جلن بجھائیا۔ سانت سہج سنتوکھ درڑھایا

ترجمہ:- عارفوں کی صحبت اور مرشدِ کامل کے ارشاد کی لگن سے مرید کو عشق الٰہی کے سرور سے راحتِ جاودانی کا ثمر (پھل) نصیب ہُوا۔ (۲) جبکہ اس نے مرشد کے قدموں میں دُنیا کی تمام نعمتوں اور عقبےٰ کے تمام وعدوں کو قربان کر دیا۔ (۳) باطن میں اس کے نفسانی لذّات کی پیاس بجھ گئی (۴) اور قناعت سکون اور خاموشی کے مکان میں (جسے نرپاتپد کہتے ہیں) اُس نے قیام کیا۔ اسی سُکھ پھل کا ذکر اُوپر کے گرواک میں کیا گیا ہے۔ صاحبان میں سکون (شانتی) کے بارہ کچھ عرض کروں گا۔ شانتی کیا چیز ہے۔ ہمارے مقدس برگزیدہ بزرگوں نے شانتی کی تعریف کیا کی ہے اور حصول اس پھل کا کن طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ آپ ذرا بغور سُنئے۔ اے خداوند کریم! تو تمام انسانوں کو سرورِ ابدی کی نعمت بخش۔ دکھا راہ ہم کو اُن کی جن پر (تیری رحمت) اور تیرا فضل نازل ہُوا۔ نہ کہ اُن کی جن پر تیرا غضب نازل ہُوا۔ (سورۂ فاتحہ)

غزلِ فارسی

از حضرت مولانا ممتاز گنگوہی

ہر ذرّہ کہ مے نگرم خورشیدِ جلالِ تُست
ہر روئے کہ مے بینم فی الجملہ جمالِ تُست

از عرش نہ کم گردد در چشمِ حق آگاہاں
آں دل کہ بہر ساعت مصروفِ خیالِ تُست

صد جلوہ تو بنمائی در چشم نمے آئی
پیدائی و پنہانی ایں طرفہ کمالِ تُست

تا چند شوی پنہاں از دیدۂ عشّاقاں
بیتاب دلِ عالم از بہرِ وصالِ تُست

من گرچہ گنہگارم تو بحرِ کراماتی
از بندۂ بیچارہ بیوجہ ملالِ تُست

در ہجرِ تو جانانم سرگشتہ و حیرانم
افسوس نمے پُرسی ممتاز چہ حالِ تُست

مترجم سیف موانوی صاحب

ہر ذرّہ کو ہم نے جان لیا یہ مہرِ جلالی تیرا ہے
جو صورت دیکھی سمجھ گئے یہ نورِ جمالی تیرا ہے

آگاہ ہونگی نظروں میں وہ، ہے افلاک سے بھی ارفعت میں سوا
جو دل کہ ہر اک دم ہر لمحہ مصروفِ خیالی تیرا ہے

دکھلاتے تو ہو لاکھوں جلوے اور آنکھوں سے رہتے ہو چھپے
تا دیکھ نہ پائے کوئی یہ طرفہ حسنِ کمالی تیرا ہے

عُشّاق کی نظروں سے چھپکر کیا شوق مٹا دگے ان کا
جو دل ہیں جہاں میں انمیں ہر ایک مشتاقِ وصالی تیرا ہے

ہم گنہگار بے شک و شبہ تو دائمی ہے بخشندۂ کُل
بے سبب ہماری جانب کو رُخِ رنج و ملالی تیرا ہے

ہے آپ کی چاہ میں سرگشتہ کرو وصل سے اپنے شاد اسے
یا کہدو سیفؔ سے اور کوئی پُرسندۂ حالی تیرا ہے

ویدانت اور آزادی

از شری سوامی شوانند جی سرسوتی۔ رکھی کیش

(۲)

آجکل دُنیا میں ہر طرف آزادی آزادی کے نعرے لگ رہے ہیں۔ اصلی آزادی کیا ہے۔ اور اِسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کہاں اس کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اس سچی اندرونی آزادی کے کیا فائدے ہیں۔ وسیع سلطنتیں۔ لاتعداد جنگی جہاز اور فوجی طاقت۔ ہوائی جہازوں کے بیڑے اور لاانتہا دولت اصلی اندرونی آزادی نہیں دے سکتے۔ یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ قومیں ابھی تک غلام اور مقید ہیں۔ وہ سچ مُچ آزاد اور خودمختار نہیں ہیں۔ انہیں سچی اندرونی آزادی حاصل نہیں۔ انہیں ہر وقت اپنے مقبوضات اور سلطنت کے چھینے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ اُن کے دل ہمیشہ فکر اور چنتا سے پُر رہتے ہیں۔ دُشمنی کا خیال اُن کے دلوں میں نہائیت گہرا جم چکا ہے۔ وہ بہت ہی رکاوٹوں۔ پابندیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اُن لوگوں کو ہم آزاد کس طرح کہہ سکتے ہیں جب وہ ہر خواہش کے غلام ہیں۔ جب غصہ۔ نفرت۔ بُغض اور طاقت اور حکومت کی خواہش اُن کے دل کو پارہ پارہ کر رہی ہے۔ جب اُن کے دماغوں پر کتنے غم۔ فکر اور خوف چھائے ہوئے ہیں۔ اور جب ہزاروں اُمیدوں۔ آشاؤں۔ اور آرزوؤں کے خواب اُن کی آنکھوں کے سامنے ناچتے رہتے ہیں۔

سچی آزادی اودیا (لاعلمی) اور اس کے اثر سے اپنے تئیں آزاد رکھنے میں ہے۔ خودی۔ غرور۔ لوبھ۔ موہ۔ کرودھ۔ خوف چنتا۔ کینہ۔ رنج و غم وغیرہ سے آزاد ہونے کا نام آزادی ہے۔ سُکھ۔ دُکھ۔ ہار۔ جیت۔ کامیابی اور ناکامیابی۔ گرمی۔ سردی نفع نقصان۔ عزت اور بے عزتی۔ مان اور اپمان میں ایک رس رہنے کا نام آزادی ہے۔ اپنے آپ کو شریر۔ استری۔ بچوں اور جائداد سے علیحدہ کر کے آتما کا گیان حاصل کرنے اور من اور اندریوں کو قابو کرنے کو سچی آزادی کہتے ہیں۔

آجکل کے زمانہ میں جب لوگ ذاتی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ جب غرور۔ دھوکا بازی۔ عیاری۔ خودغرضی ظاہرداری۔ بدگمانی تجارت کی گراوٹ۔ ورن آشرم کے جھگڑے۔ پولٹیکل چالبازیاں اور قومی غرور وغیرہ زوروں پر ہیں۔ جو اندرونی امر آتما کی روحانی دولت اور گیان کے ہیروں کو لُوٹ رہے ہیں۔ جو انسان کی آتمک اور اخلاقی ترقی کو روک رہے ہیں۔ جو امرتا اور پرم آنند حاصل کرنے کے راستہ میں چٹانوں کی طرح کھڑے ہیں۔ جو قوموں اور سوسائٹی کے سنگٹھن کو بوسیدہ کر رہے ہیں۔ اور جو سماج کے پودہ کی

جڑ کاٹ رہے ہیں۔ صرف فلسفہ ویدانت ہی انتہائی آنند۔ شانتی دے سکتا ہے۔ اور سچی تہذیب۔ روشنی اور سبھیتا کا دور رائج کر سکتا ہے۔ ویدانت ہی لڑائی جھگڑوں۔ بدگمانیوں اور دنیا کی جنگوں کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ یہ فلسفہ ہی ہندو اور مسلمان۔ آریہ سماجی اور سناتنی۔ جرمن اور انگریز۔ عیسائی اور یہودی کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کر سکتا ہے۔

آنند اور خوشی کے لئے کوشش کرنا انسانی خصلت ہے۔ لیکن جو خوشی انسان اپنے کرموں سے حاصل کرتا ہے وہ چند روزہ اور محدود ہے۔ اندریوں کے آنند۔ بہت دیرپا نہیں ہوتے اور اندریاں خود بھی بہت بھوگ سے کمزور اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس آنند اور بھوگ کے ساتھ ساتھ پاپ یا گناہ بھی رہتا ہے۔ جو بعد میں اس آنند سے بدرجہا زیادہ دکھ انسان کو پہنچاتا ہے۔ اور اگر انسان اپنی طاقت کے مطابق دنیا کے مزے لے بھی لے تو کب تک لیگا۔ بڑھاپا تو ضرور آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی موت۔ سورگ کے بھوگ بھی اندریوں کے بھوگوں سے زیادہ قابلِ رشک نہیں ہیں۔ وہ بھی اُسی قسم کے ہیں۔ وہ بھی ہمیشہ رہنے والے نہیں۔ اُن کی میعاد بھی مقرر ہے۔ چونکہ وہ کرموں سے حاصل ہوتے ہیں اور کرم محدود ہیں۔ اس لئے سورگ کے بھوگ بھی محدود ہیں۔ غرضیکہ اس دنیاوی مزے یا آنند نے کبھی نہ کبھی ضرور ختم ہو جانا ہے۔ پھر اس خوشی کے لئے کوشش کرنے کا کیا فائدہ جو کہ ہمیں چند لمحوں کے بعد کوئی تسلی نہیں دے سکتی۔ اس لئے یہ انسان کی خصلت میں ہے کہ کبھی نہ ختم ہونیوالے اننت سُکھ کو تلاش کرے۔ یہ اننت سُکھ ایک ایسی ہستی سے ہی مل سکتا ہے جو خود اننت ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر ایسی ہستی مل جاوے تو اُس سے ضرور انسان کبھی نہ ختم ہونے والا آنند حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو جاوے۔ تو وہ ہستی ضرور اُس شخص کے تمام خواہشوں اور کرموں کا مرکز بن جاویگی۔ وہ ہستی بہت دُور نہیں ہے۔ وہ تمہارے من کے اندر ہی رہتا ہے۔ وہ ساکھشی پیتن ہے جو تمہاری بدھی کے کاموں کو دیکھتا ہے۔ وہی اُپنشدوں کا نرگن برہم ہے جس کے رشیوں منیوں نے اتنے گن گائے ہیں۔

اصل میں ایک ہی چیز ہے جس کا وجود ہے۔ صرف ایک ہی برہم یا پرماتما ہے جو ست ہے۔ وہ ایک ادوتی ہے۔ وہ شُدھ چیتنیہ گیان ہے۔ گیان برہم کی صفت نہیں بلکہ اُس کا سروپ ہے۔ برہم وچار کرنے والی ہستی نہیں بلکہ خود وچار ہے۔ وہ سروگیہ نہیں بلکہ خود گیان ہے۔ وہ سروشکتیمان نہیں بلکہ خود شکتی ہے۔ وہ سب سے سندر نہیں بلکہ خود سندرتا ہے۔ وہ خود آنند ہے یہ فرق ہے۔ وہ ہر چیز کا سروپ یا ست کہلاتا ہے۔ وہ صفتوں یا گنوں سے بالکل مبرا ہے۔ جو بھی گن تصور کئے جا سکتے ہیں وُہ اس میں نہیں بلکہ وہ اُن میں ہے۔ لیکن اگر صرف ایک برہم کے بغیر اور کوئی چیز وجود نہیں رکھتی تو یہ دنیا کہاں سے آگئی۔ جس میں ہم گھیرے ہوئے ہیں۔ اور جس میں ہم خود اپنی علیحدہ ہستی لئے ہوئے رہتے ہیں۔ برہم کے ساتھ ایک اور شکتی بھی ہے۔ جس کو 'مایا' یا اودیا کہتے ہیں اور اُسی سے اس دُنیا کا ظہور ہے۔

آہ۔ یہ مایا کتنی گہری۔ نارسا اور عجیب ہے۔ یہ برہم کی شکتی ہے جس کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ہر ایک انسان جو کہ دراصل برہم ہے۔ بتائے جانے پر بھی اس سچائی کو نہیں سمجھ سکتا کہ "میں برہم ہوں"۔ اور بغیر کسی کے سکھائے اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ میں فلاں شخص کا بیٹا ہوں۔ اور اس طرح جسم اور اندریوں کے میل کو آتما تصور کر لیتا ہے۔ جو کہ اصل میں آتما نہیں صرف پتھر یا برتن کی طرح ہے۔ بلاشبہ یہ دنیاوی وچاروں والے انسان اس دُکھ مے سنسار میں صرف برہم کی مایا سے بار بار گمراہ کئے ہوئے بھٹکتے پھرتے ہیں۔

بُدھی بھی سچائی کے ایک تھوڑے سے حصہ کو سمجھ سکتی ہے۔ برہم کے ساتھ جو مثبت صفتیں مثلاً ست چت آنند۔ شُدھتا پُورنتا۔ ستیہ۔ گیان۔ اننت وغیرہ منسوب کی جاتی ہیں وہ اصل میں گن نہیں ہیں وہ سب سچائی یا برہم کے لئے ایک ہی

معنوں والے شبد ہیں۔ ست چت آنند بھی مانسک کلپنا ہے۔ یہ برہم کی اونچی سے اونچی صفتیں ہیں جن تک انسانی عقل پہنچ سکتی ہے۔ عام طور پر برہم کو منفی گنوں سے بھی منسوب کیا جاتا ہے مثلاً نراکار، نرگن، نروکلپ وغیرہ۔ ہمیں بھی ایک اندھے آدمی کو روشنی کی حالت بیان کرتے ہوئے یہی طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ کیا ہم اسوقت نہیں کہتے کہ روشنی کی نہ آواز ہے نہ ذائقہ۔ نہ شکل ہے نہ وزن ہے۔ نہ طاقت ہے اور نہ ہی کسی چھان بین سے یہ جانی جا سکتی ہے۔ البتہ یہ دیکھی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ اُس شخص کو بتانے کا کیا فائدہ ہے جس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ وہ یا اس کو بغیر سمجھے یقین کر لیگا یا بالکل جھوٹ سمجھیگا۔ لیکن اگر ایک اندھا آدمی روشنی پر یقین نہیں رکھتا تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ روشنی کا وجود نہیں۔ کیونکہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اندھی نہیں اور روشنی کو دیکھتی ہے۔ سب سے پہلا انسان جس کو یکدم آنکھیں عطا ہوئیں یہ اعلان کرنے کا حق رکھتا تھا کہ روشنی ہے۔ اسی طرح دُنیا میں گو ایسے آدمیوں کی تعداد بہت کم ہے جن کی روحانی آنکھیں کُھلی ہیں لیکن باوجود ایسے لوگوں کی زیادہ تعداد کے جو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی روحانی آنکھوں کا نہ ہونا اس امر کا ثبوت نہیں کہ روشنی نہیں ہے۔ اُپنشدوں سے ہمیں یقینی طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ برہم ہے۔ صرف یہی بعید از قیاس بیان کہ برہم کو ہم جان نہیں سکتے۔ انوبھو کر سکتے ہیں۔ بتاتا ہے کہ ذاتی تجربہ یا انوبھو سے جو شواش ہوتا ہے وُہ کتنا زبردست ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

مئے وحدت

(از شریمان منشی سورج نرائن صاحب مہر)

راہ الفت میں جو سر دے وہی سردار ہوتا ہے۔
کرے جو ترک عیّاری اسی کا بار ہوتا ہے۔

تماشہ واہ واہ کیا اے میری سرکار ہوتا ہے۔
جہاں دیکھا نظر بھر کر تیرا دربار ہوتا ہے۔

نگاہِ حق رس و حق بین و حق جو چاہیئے غافل
وہاں پردہ نہیں جلوہ سر بازار ہوتا ہے۔

یہاں بھی تو وہاں بھی تو جہاں دیکھا تجھے دیکھا
اگر آنکھیں ہوں تو یہ جلوۂ انوار ہوتا ہے۔

تجلّیت بازئ اطفال نہیں ہے بلکہ جانبازی!
جو اپنی جان پر کھیلے اُسے دیدار ہوتا ہے۔

جسے تک فنا میں ہے بقائے جاوداں حاصل
وہی اے غافلو غفلت سے بیدار ہوتا ہے۔

فدائے عشق صادق عشق صادق جسکے دل میں ہے
وہی دنیا و دیں میں غافلو دیندار ہوتا ہے۔

اُن بیہوشوں کو اس بزم میں ہوشیار کہتے ہیں۔
مئے وحدت میں جو سرمست و سرشار ہوتا ہے۔

لگی ہے لَو جسے اے ہمنشیں دیدار جاناں کی
اسے دیکھا ہے ہم نے جان سے بیزار ہوتا ہے۔

خودی دل سے اٹھا دے مدعی اور خود خدا ہو تو
تیرا مانع تیرا ہی پردہ پندار ہوتا ہے۔

خودی کا نام ہے ماؤمنی گر یہ اٹھا دے تو
ابھی موجود تیرے سامنے دلدار ہوتا ہے۔

صفائے قلب پیدا کر یہ آئینہ ہے لاثانی
اسی میں عکس اے مہر شکل یار ہوتا ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ

امر کتھا

ایشاوسیہ اپنشد

از مہاتما بھائی جی کیمپی

آتم گیان یہ ہے۔ کہ جملہ جانداروں میں واقعی طور پر ایک ہی آتما محسوس ہو۔ اور اس احساس کو دن رات مکمل طور پر بیدار رکھنا آتم سکھ کا انتہائی راز ہے۔ اور اس احساس کے بیدار رکھے بغیر آتم گیان لنگڑا ہے۔ اور نری عقلی ورزش ہے۔ نری ذہنی تجرید ہے۔ روزانہ زندگی کے کاروبار اس احساس کی روشنی میں ہونے چاہیئں۔ برہم گیان کے متعلق محض زبانی جمع خرچ دکھانا محض ایک نمائشی شئے ہے۔ سب جانداروں میں آتما کو پہچاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا آتم گیان کی آخری حد ہے اور یہی انسانی زندگی کا آخری مقصد ہے۔ سب جانداروں کو اپنی آتما جان کر سب سے من۔ بچن۔ کرم کے ذریعہ یکساں برتاؤ کرنا بڑے سے بڑا آتم گیان کا ابھیاس ہے۔ بقول گیتا جو شخص لمپ کی طرح یہ بالکل محسوس نہیں کرتا۔ کہ یہ میرا گھر ہے یہاں روشنی پہنچاؤں اور یہ کسی اور کا گھر ہے۔ وہاں اندھیرا کردوں۔ یا دریا کا پانی یہ تمیز نہیں کرتا۔ کہ میں محض گائے کی پیاس بجھاؤں اور شیر کے لئے زہر قاتل بنا کر اُسے موت کے گھاٹ اتاروں یعنی سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتا ہے۔ وہی برہم کے جاننے والا ہے۔ اسی کو برہم کا انوبھو ہوا ہے یہی درجہ ہے جس پر آتم گیانی میری کی زنجیروں سے چھٹکارا پہنچاتا ہے۔ سب جانداروں کے ساتھ مساوی برتاؤ کرنا گیانی کی اٹل عادت ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ عادت بہم نہیں پہنچی۔ تو سمجھ لو۔ کہ اس کا آتم گیان درجہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ بعضے ادھورے گیانی جنہوں نے اِدھر اُدھر سے کچھ گیان کی کتابیں پڑھ لی ہیں۔ لیکن کہنے اور کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر اُن سے پوچھا جاوے کہ او کمبخت ستم گر! کیا غضب ڈھاتے ہو۔ منہ سے آتم گیان چرچا کرتے ہو۔ مگر عمل میں صفر ہو۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ تم اگیانی ہو۔ ہم برا کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن بدی سے بالاتر ہیں۔ اخلاق ہم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ جو چاہیں گے کریں گے۔ گیان سے حاصل ہونیوالی آزادی یہ معنی ہرگز نہیں رکھتی۔ کہ جو چاہینگے کریں گے۔ گیان کی آزادی سے مُراد خود ضبطی کی کمی ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ آتم گیان ضبط نفس کے ذریعے یکساں نظری کے اس عالی معراج پر پہنچاتا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ ہم سب کو اس نظر سے دیکھیں جس نظر سے اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ یعنی ہمارا خیال۔ زبان اور عمل یکساں نظری سے لبریز ہو۔

راجہ۔ ایشور کے آگے جھکنے کے حقیقی معنی کیا ہیں۔ اور خودی کی موت سے اصل مُراد کیا ہے؟

رانی۔ ایشور کے آگے جھکنے کے حقیقی معنی۔ نیچر کی عظیم طاقتوں کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ اگر ایشور کے آگے جھکنے کے معنی کسی فرضی بیرونی ہستی کے آگے گریہ زاری کے ہوتے تو آج ہمارا ملک ہندوستان کبھی کا بہشت بریں بن گیا ہوتا۔ اس ملک میں مندروں۔ مسجدوں۔ گوردواروں اور گرجوں میں بیٹھ کر کسی وہمی بیرونی ہستی یا دیوتا کے آگے دعا پڑھنا کرنے والوں کی تو کوئی کمی نہیں۔ اگر ایشور کے آگے جھکنے کے حقیقی یہی معنی ہوتے۔ تو ہمارے ملک کے باشندوں کو دنیاوی

اُور فرشتوں کا درجہ کبھی کا مِل گیا ہوتا۔ اور ہمارا ملک خوشحالی اُور فارغ البالی سے مالامال ہوتا۔ لیکن آجکل جو حالت ہے۔ وہ کسی فرد و بشر سے پوشیدہ نہیں۔ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ دُوسرے ممالک کے لوگ بلحاظ صحت۔ عمر۔ خوشحالی وغیرہ ہم سے بہتر ہیں۔ وہ محض دعاؤں یا پرارتھناؤں میں یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ اُنہوں نے نیچر کے قوانین کی مضبوط اور اٹل ہستی اُن کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے قوانین سمجھنے کی بجائے اپنا سارا قیمتی بیگانہ حرکات یعنی لاعلمی کی دُعا و پرارتھنا اُور ننگ دسوُرگ کے مسائل میں خرچ کر دیا ہے۔ جب بجلی کے قوانین دریافت نہیں ہوئے تھے۔ تو ہم اسکو ایک نہایت خوفناک دیوتا مان کر اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اب اس کے قوانین دریافت کئے گئے ہیں۔ اُور اب وہ ہماری خادمہ کی مانند کھانا پکانے اُور پنکھا کرنے کا کام دے رہی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ غیر ممالک نے مادی ترقی میں تو کمال کر دکھایا ہے۔ مگر روحانی قوانین کی دریافتوں میں وہ بہت پیچھے ہیں۔ محض مادی ترقی حقیقی راحت نہیں دے سکتی۔ اسلئے وہاں بھی گڑبڑ ہی ہے۔ جب تک سائینس اُور روحانیت پہلو بہ پہلو نہیں چلتے حقیقی امن ناممکنات سے ہے۔ جب تک یہ آپس میں بغلگیر نہیں ہوتے۔ بے چینی اُور بد امنی دُور نہیں ہو سکتی۔

یہ امر تو پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ آتما جسم نہیں ہے۔ ہم اسکو مادی اشیاء کی مانند نہیں دیکھ سکتے۔ حواس اُسے اپنے احاطہ میں نہیں لا سکتے۔ پکڑو تو پکڑا نہیں ہوتا۔ باندھو تو بندھتا نہیں۔ جہاں آتما ہے۔ وہاں یکتائی محض ہے۔ زمان و مکان و علت (دیش کال وستو) کا وہاں بالکل دخل نہیں۔ اور جو شے زمان و مکان و علت سے باہر ہے۔ اسے لازماً و لابداً آزاد ماننا پڑتا ہے۔ اُس پر کوئی شے اثر نہیں کر سکتی۔ اسکی آزادی۔ غیر محدودیت اُور غیر فانیت کا دارومدار محض اسی بات پر ہے۔ کہ وہ مایا یا قانون علت و معلول سے اُوپر ہے۔ یہ مانا کہ ہماری آتما ذاتی ماہیت سے ہی ہر قسم کے قوانین سے بالاتر ہے۔ مگر ہماری شخصیت کے تینوں اجزا یعنی جسمانی جزو۔ ذہنی جزو۔ اور جذباتی جزو میں قوانین برابر چلتے ہیں۔ جسم کے قوانین مادی ہیں۔ ذہنی اُور جذباتی اجزا کے قوانین روحانی ہیں۔ جن کے ذریعے اُن کی نشوونما ہوتی ہے۔ پُورن رُوحانی شگفتگی کے لیئے پہلے ان کا مکمل طور پر نشوونما ہونا ضروری ہے۔ اُور دوسرے اُن کی باہمی موافقت۔ اگر ہارمونیم ماسٹر تو اپنے فن میں ماہر ہو۔ پر ہارمونیم باجہ خراب و خستہ حالت میں ہو تو۔ اسکے ذریعے دل خوش کن راگ نہیں نکال سکتا۔ بڑھئی یا معمار تو لائق ہو پر اس کے اوزار ٹھیک نہ ہوں۔ تو وہ کمال نہیں دکھا سکتا۔ ایسے ہی انسانی رُوح تو ماہیت ذاتی سے پُورن ہے۔ پر اُسے اپنا رُوحانی کمال دکھانے کے لیئے ترقی یافتہ شخصیت کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ پُورن اُور مکمل ہوتی ہوئی بھی رُوحانی شگفتگی نہ دکھا سکے گی۔ اس تعلق میں اپنشد میں کیا خوب کہا ہے "آتما سوار ہے۔ جسم رتھ ہے۔ بدھی رتھ بان ہے۔ من لگام ہے۔ اُور اندریاں گھوڑے ہیں۔ جس رتھ کے گھوڑے سدھے ہوئے ہیں۔ لگام پائیدار ہے۔ اور بدھی رتھ بان نے ہاتھ میں خوب مضبوطی سے پکڑ رکھی ہے۔ وہ رتھ اُس منزل مقصود کو پہنچتا ہے۔ جو وشنو کا پرم پد ہے۔ یعنی سروِ ویاپک آتم پد کو پہنچتا ہے۔ جہاں گھوڑے سدھے ہوئے نہیں ہیں۔ نہ من کی لگام پر پُورا پُورا قابو ہے۔ اُور نہ بدھی باتمیز ہے۔ یعنی نہ بدھی کا رتھ بان ہوش میں ہے۔ وہ رتھ راستے میں ہی چور ہو جائے گا" جیسے کسی درخت کے پھل میں جو بیج ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر بے شمار درخت پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ جسمانی لحاظ سے وہ پھل درخت کا ایک جزو ضعیف ہے۔ پر معنی کے لحاظ سے اپنے اندر سے لاانتہا درخت پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے جسمانی حیات و خوراک کے لیئے اُسے درخت کے سہارے ہی رہنا پڑتا ہے۔ بعینہ انسان کا حال ہے۔ روح کے پہلو سے وہ آزاد مطلق ہے پر جسمانی (شخصیت) کے لحاظ سے اُسے عالمگیر ارادے یعنی قوانین قدرت

کے سہارے ہی رہنا پڑتا ہے۔ قدرت کی کوئی بات اتفاقیہ نہیں ہوتی۔ اُسکی ہر بات مقرّرہ قوانین کے تابع ہے۔ ؎

حکمے اندر سبھ کو باہر حکم نہ کوئے
(گورو نانک دیو جی)

جسم کو ہی لو۔ جب ہم قوانین صحت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ تو کیا بیماری ہمارے جسم کے دروازہ کو نہیں باندھتی۔ اور کیا ہم جسمانی تباہی کا شکار نہیں ہو جاتے؟ ایسے ہی ذہنی اور جذباتی اجزا کے روحانی قوانین کو توڑنے سے ہم مصائب اور تکالیف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جب تک قوانین صحت اور روحانی کی جانب ہم ٹھیک طور پر بیدار نہیں ہوتے ہم مکمل روحانی شگفتگی سے بھی بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ اپنی شخصیت کے اجزا کے مادّی و روحانی قوانین کا پالن کرنا ہمیں زیادہ سے زیادہ خوشی دے سکتا ہے۔ اگر ہم اپنی شخصیت کے اجزا کو اُن کے سجاوک قوانین سے آزاد کر دیں گے۔ تو ہم جلدی ہی تباہ ہو جائینگے۔ محض اپنے آپ کو ساکشی (ناظر) اور جگت کو تین گنوں (صفات سہ گانہ) کا بے معنی، اتفاقیہ اور فضول کھیل جاننا ہی کافی نہیں۔ آتم گیان کے ساتھ جسم - ذہن اور جذباتی وجود کے قوانین کو جاننا بھی ضروری ہے۔ پورن جیون مکتی یا جیون کی پورن سپھلتا اسی میں ہے۔ کہ آتم گیان کے ساتھ ساتھ شخصیت کے تعلق میں آنے والے قوانین مادّی اور روحانی کی بھی موافقت کی جائے۔ ورنہ ہم زندگی سے تو مکت ہو سکیں گے۔ مگر زندگی کو پُر ہُنر ورنہ بنا سکیں گے۔ قوانین کی موافقت سے جملہ طاقتیں ہماری خدمتگار بن جاتی ہیں۔ ایک پہلو سے آنکھ بند کر لینے سے مکمل شانتی نہیں ہو سکتی۔

پیارو! قوانین قدرت ہم سے غیر نہیں۔ ہماری انتر آتما کی اٹل عادات کا نام ہی قانون قدرت ہے۔ کیونکہ اپنے ہی عالمگیر جسم کا نام کائنات ہے۔ اور قدرت کے قوانین یا مقاصد ہمارے اپنے ہی مقاصد ہیں۔ ظاہرہ غائب انتر آتما ہی قدرت کی صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے جلوہ فرما ہے۔ اُپنشد ایک طرف تو یہ فرماتی ہے۔

"اسکے حکم (قانون) سے آکاش پھیلتا ہے۔ اس کے حکم سے ہوا چلتی ہے۔ اُسکے حکم سے سورج روشن ہے۔ اس کے حکم سے ہر شئے زندہ ہے"

اور دوسری جانب یوں فرماتی ہے۔ کہ "آنند سے سارے بھوت پیدا ہوتے ہیں۔ آنند کے ذریعے جیتے ہیں۔ اور پھر آنند کی جانب جا رہے ہیں"

یعنی ایک پہلو میں حقیقت آپ ہی بے صورت ہے۔ دوسرے پہلو پر ظہورات عالم کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ ایک طرف تو وہ قانون سے بالاتر ہے۔ دوسری حالت میں یعنی ظہور میں وہ اپنے قوانین سے پابند ہے۔ ایک طرف کامل مطلق ہے ظہور کے پہلو میں ارتقا پا رہی ہے۔ ایک جانب جوہر ہے اور دوسری جانب ظہور۔

قوانین قدرت ابدی اور اٹل ہیں۔ ان کا عمل عین ہمدردانہ انصاف ہے۔ جملہ نقائص سے بالاتر ہیں۔ نہ ان میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ان سے خارج ہو سکتا ہے۔ قانون کا پہیہ برابر چلا جا رہا ہے کسی فرد و بشر کی مطلق پرواہ نہیں کرتا۔ نہ ہی امیروں کی دولت اور طاقت سے رکتا ہے۔ اور نہ ہی غریبوں بے کسوں کی گریہ زاری اور آہ و زاری سے ٹھہرتا ہے۔ یا تو اسکی موافقت سے اسکے ساتھ ساتھ چلے چلو۔ یا اس کی خلاف ورزی سے اس کے نیچے آکر پس جاؤ۔ انکو اپنے مذاق کے موافق بدلا اور موڑا توڑا نہیں جا سکتا۔ اُسے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ ہمیں خود ہی اس کو سمجھ کر اُن کے ساتھ ساتھ چلنا پڑیگا۔ بعض اشخاص لاعلمی اور جہالت سے قوانین قدرت کو شاید تبدیل کرنے والا سمجھتے ہیں۔ انہیں اٹل کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اٹل ہیں۔ اور بدلتے نہیں۔ انہیں خبر ہونی چاہیئے۔ کہ ان کا اٹل ہونا ہی نوع انسان کے لئے سب سے بڑھ چڑھ کر ایک برکت ہے۔ اور اگر وہ تبدیلی پذیر ہوتے تو یہ دنیا بڑی

بھیانک اور خوفناک ہوتی۔ ہماری عقل کوئی کام نہ کر سکتی۔

ہر ایک دُکھ جو ہمارے تجربہ میں آتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی قانون کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔ قانون نہایت ہمدردانہ ہونے کی وجہ سے اپنی خلاف ورزی کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے دُکھ کی شدّت کے ذریعے اپنی پیروی اور دریافت کے لئے مجبور کر دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مجملہ دُکھ کے تجربات اس لئے ظہور میں آتے ہیں۔ کہ ہم قوانین قدرت کو پوری طرح سمجھ کر اُن کی پیروی کریں ایک وقت تھا کہ ہم اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کسی بیرونی طاقتور ہستی کے خاص فضل و کرم کے لئے تکا کرتے تھے ہمیں یہ خیال ہوا کرتا تھا۔ کہ قوانین ہم سے الگ تھلگ ہستی رکھتے ہیں۔ اور مذاق کے موافق ان کو بدلا جا سکتا ہے۔ انسانی ارتقا کی موجودہ صورت میں اب یہ خیال دھوئیں کی مانند اڑا جا رہا ہے۔ اور یہ خیال نقش نگیں کی مانند دل میں کندہ ہو رہا ہے۔ کہ قوانین قدرت اٹل ہیں تبدیل نہیں کئے جا سکتے اور یہ ہماری روحانی ہستی آتما یا برہم کی اٹل عادات ہیں۔ ہم سے غیر بالکل نہیں۔ اور ان کی پیروی اپنے ہی اٹل اصولوں کی پیروی ہے۔ کسی غیر بیرونی ہستی کی نہیں۔ اپنی ہی ہستی کے عالمگیر ارادے کے برخلاف چل کر ہم کہیں اور کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ قوانین کی پیروی سے ہی ہم قوانین سے بالاتر ہستی میں واصل ہو سکتے ہیں۔ اس امر کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں۔ کہ خودی کی موت ہی حصول بقا کی شرط واحد ہے۔ کیونکہ آتما یا برہم ایک پہلو میں (عالم ظہورات) اپنے ہی قوانین سے پابند ہے۔ اور دوسرے پہلو میں آزاد مطلق۔ آزادی کو راستہ قانون سے ہو کر ہی جاتا ہے۔

چند ایک روحانی قوانین

(۱) ہر ایک کے ساتھ اپنے جیسا سلوک کرنا حقیقی آنند کے حصول کا افضل ترین قانون ہے۔

(۲) جس ناپ سے اوروں کو ناپو گے۔ اُسی ناپ سے تم بھی ناپے جاؤ گے یا جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے۔

(۳) جیسا انسان سوچتا ہے ویسا بن جاتا ہے۔

اس عظیم ترین روحانی قانون کے ذریعے ہم اپنے آپ کو جس طرح چاہیں بدل سکتے ہیں۔ کیونکہ ہماری ہستی علمی ہے۔ مادّی نہیں۔ اپنے مسلسل تصوّر سے اپنے مادّی جسم میں بیشمار تبدیلیاں کر سکتی ہے۔ آپ بے صورت ہے۔ مگر اپنے خیال سے جس طرح چاہے شکل اختیار کر سکتی ہے۔ اس عظیم ترین روحانی قانون کے ذریعے ہم جس طرح خیال کیا کرتے ہیں خود ویسے ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ قانون دونوں عالموں کیا مادّی اور کیا روحانی میں یکساں کام کرتا ہے۔ اس کے ذریعے حسب خواہش کیا جسمانی اور کیا روحانی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ روحانی تبدیلی کے تعلق میں کامل عارف ولی رام جی فرماتے ہیں۔ ؎

تو جزوی و حق کل است گر روزے چند
اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی!

اس شعر کا اصلی مطلب یہ ہے۔ کہ فردیّت کو کلیّت کے تصوّر و خیال میں محو کرنے سے فردیّت کلیّت ہو جاتی ہے۔ یعنی جیو (انفرادی روح) اپنے آپ کو برہم الو بھو کرنے لگ پڑتا ہے جیوپن کا تعیّن دُور ہونے پر جیو برہم بھاؤ میں جاگ اٹھتا ہے۔ در حقیقت میں نہ کبھی برہم جیو ہوا۔ اور نہ کبھی جیو برہم بنا۔ برہم جیو بلکہ اقصد جیسے رہ سکتا ہے۔ محدود جیو بھی کسی ترقی رفتار سے لامحدود

نہیں ہو سکتا۔ جیون، ایک عارضی ذہنی وہم ہے۔ جو لگاتار اور مسلسل کلیت کے تصور و خیال سے مٹ سکتا ہے۔

(۴) انسان اپنی قسمت کا معمار ہے۔

مندرجہ بالا عظیم ترین روحانی قانون "جیسا انسان سوچتا ہے۔ ویسا ہی بن جاتا ہے۔" کے ذریعے انسان اپنی قسمت کو جس سانچے میں چاہے۔ ڈھال سکتا ہے۔ انسانی روحانی ہستی خود کوئی معین صورت نہ رکھنے کی وجہ سے اپنے خیال و عمل سے از سر نو اپنی قسمت کو پیدا کر سکتی ہے۔ اونچے سے اونچے خیالات کو انسان ہر دم پیش نظر رکھنے سے انسان نئی سے نئی روحانی شگفتگی سے بہرہ ور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس قانون میں رمز کی بات یہ ہے۔ کہ پاکیزہ اور پوتر خیالات کو سوچنے سے وہ اپنی قسم کے خیالات کو آگے ہی آگے جنم دیتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی ایک دفعہ تم خود کوشش سے انہیں سوچو۔ دوبارہ۔ سہ بارہ اٹھ اٹھ کر اپنی قسم کے خیالات کا دائرہ وہ خود پیدا کر لینگے۔ یہی عمل بدخیالات کی بابت قیاس کر لو۔ جس طرح (کوزہ گر) کمہار اپنی مرضی اور خواہش سے خوبصورت اور بد صورت برتن تیار کر سکتا ہے۔ بعینہ انسان اپنی خواہش اور تصور سے اپنی قسمت کو جس سانچے میں چاہے۔ ڈھال سکتا ہے۔ ع

پڑا رہ آپ اپنی پستی ہمت سے پستی میں۔
رسائی تو تیری اے خاک کے پتلے خدا تک ہے۔

جتنے خیالات انسان کے بلند ہوتے ہیں۔ اتنا ہی اس کو روحانی عروج ہوتا ہے۔ جتنے خیالات اس کے فاسد ہوتے ہیں۔ اتنا ہی اسے زوال آتا ہے۔ یعنی پاکیزہ اور پوتر خیالات سے انسانی زندگی شاندار اور عظیم الشان بنتی ہے۔ برے خیالات سے روحانیت گھٹتی ہے۔ اور لوث کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ جو اعلےٰ خیالات تم سوچتے ہو۔ جو پوتر سے پوتر کام تم سر انجام دیتے ہو۔ وہی تمہارے اگیان۔ غفلت اور جہالت کے پردے کے پردے چاک کرتا چلا جاتا ہے۔ اور جوں جوں پردے چاک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اندرونی روشنی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ اپنی ذاتی کمزوری کا الزام کسی نامعلوم ہستی کے سر پر مت رکھو۔ بقول مہاتما بدھ ہم جو کچھ بوتے ہیں۔ وہی کاٹتے ہیں۔ قسمت کوئی ہوا نہیں۔ اس کے بنانے والے تم خود ہی ہو۔ کسی کے سر الزام دینا مناسب نہیں۔ ع

شکایت کی جو قسمت کی تو دل کہنے لگا چپ رہ
مقدر آپ اپنا ہم بناتے ہیں۔ مٹاتے ہیں۔

کائنات کی اصل حقیقت نہ کسی کو سزا دیتی ہے۔ اور نہ جزا۔ دنیا میں "جیسا بوؤ گے۔ ویسا کاٹو گے" کا عالمگیر قانون کام کر رہا ہے۔ اس عالمگیر قانون کی رو سے نہ خدائے حقیقی کو الزام دو۔ اور نہ ہی شیطان کو۔ جیسا تم سابقہ زندگیوں میں خیال کرتے رہے ہو۔ ویسے تم اب ہو۔ جیسا تم اب خیال کرو گے۔ ویسا تم آئندہ بنو گے۔ اگر الزام دینا ہے۔ تو اپنے آپ کو دو۔ یہی نیکی بدی کے تعلق میں آنیوالی مشکلات کا واحد حل ہے۔ اوروں پر الزام دینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اوروں پر الزام دیتا دیتا آدمی خود نامرد بن جاتا ہے۔ زندگی کے عالمگیر قانون "جیسا کرو گے۔ ویسا بھرو گے" کو بخوبی سمجھ لو۔ اور کسی پر الزام مت دو۔ جو تکلیف تم پر آتی ہے۔ اسکی کل کی کل ذمہ داری اپنے سر پر رکھو۔ تم ایسے حالات میں نہیں رکھے گئے ہو۔ کہ تم ان مشکلات پر قابو نہیں پا سکتے اپنی پیدا کردہ تکلیف کو تم خود ہی غارت اور برباد کر سکتے ہو۔ یعنی تم اپنی قسمت کے معمار ہو۔ اعلےٰ تدابیر سے اعلےٰ تقدیر بنا سکتے ہو۔ مذاہب کا یہ کہنا کہ روح کے لئے نجات بالکل نہیں۔ تقدیر پہلے ہی لکھی جا چکی ہے۔ صبر و استقلال سے برداشت کرنا ہی انسان کا فرض اولین ہے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے گا۔ تو وہ نہایت خوفناک نرک نما بھٹی میں جھونک دیا جائے گا۔ بے معنی ہے

جذبات عاصی

از شریمان سوامی وویکانند جی مہاراج کنکھل

کس کو بیگانہ ہم کہیں اور کس کو بیگانہ کہیں ۔ | ہم محض اپنے آپ میں کس کو جداگانہ کہیں ۔
جب دوئی ہے ہی نہیں تو کس کو دوگانہ کہیں | پھر کہیں کس لئے پہلے تھا اب ہے آگے ہوگا نہ کہیں

وحدت کی کشتی سے ہوا دریائے کثرت جب عبور ۔
ساحل ملا پاؤں میں جو جانا تھا ہے از بسکہ دور ۔

گوشۂ دل میں جلا جب علم کامل کا چراغ | ظلمت عصیاں مٹا اور پایا اپنا ہی سراغ
اب نفس امارہ کی ہے ہرزہ درائی مثل زاغ | لالہ ساں جس سے سدا رہتا تھا سینہ داغ داغ

شائق تقلید موسے دیکھ لیں جلوۂ طور !
ہم خود بخود مخمور ہیں مسرور ہیں بقعۂ نور !

ہروں کے ٹکرانے سے جیسے بحر ٹکراتا نہیں ۔ | اور گردش نجوم سے جوں چرخ چکراتا نہیں
جوں علم پرچم کے لہرانے سے لہراتا نہیں ۔ | جوں نگولا تنکے تھرانے سے تھراتا نہیں

یوں قلب پر تسکیں رہے یا اس میں آجائے کسور
یہ مجھ درشٹا میں کبھی آتا نہیں ہرگز فتور ۔

جوں ڈگمگاتا ہو نہیں سکتا ستاروں سے جدا | جوں پنجۂ مریم سے ہوتے ہیں سدا فتنے بپا
گلخن میں جوں چنگاریاں اٹھ اٹھ کے ہوتی ہیں تباہ | جوں حباب اٹھ اٹھ کے پانی میں ہی ملتے ہیں سدا

قدرت قادر میں یوں ہوتا ہے دنیا کا ظہور !
اور دم بدم مٹ مٹ کے اس میں ملتی رہتی ہے ضرور

پیمائش ظرف زماں در ذکر ما در کار نیست | اندازۂ قید مکاں در جستجو اسرار نیست
در طریق ما حصول سبحہ و زنار نیست ! | در تلاش ما گے را حاجت تکرار نیست

ما ایم یکساں سربسر در حالت نزدیک و دور
چوں جز سیاہی نیست در حرف لفظ و سطور !

عاصی
قدرت

مسلسل نمبر ۳ جملہ حقوق محفوظ ہیں

مہرشی یاگولکیہ کا ویاکھیان

از شری سوامی نیتانندجی بھارتی

تیسری بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ بدھی میں جو ہل چل اور حرکت معلوم ہوتی ہے۔ وہ بدھی کی اپنی ہے۔ آتما کی نہیں ہے۔ آتما کی صرف موجودگی ہے۔ اور بس۔ بدھی کو آپ ایک صاف شفاف آئینہ سمجھ لیجئے۔ اس آئینہ یا درپن میں یہ گن ہے کہ وہ اپنے سامنے آنیوالی چیز کا گیان کرا دیتا ہے۔ اس کی صفائی میں عکس کو قبول کرنے کا مادہ ہے یہی کارن ہے۔ کہ لکڑی یا مٹی میں عکس نہیں پڑتا۔ البتہ ان پر یا ان کی بنی ہوئی چیزوں پر وارنش وغیرہ کی جاوے۔ تو مصالحہ کی صفائی سے مٹی کے برتن اور دیواروں میں بھی عکس پڑ سکتا ہے۔ لکڑی کے سامان بھی آئینہ کے بھائی بندھو بن سکتے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ پرکرتی کے سوکشم تتوں یا یوں کہو کہ شدھ ستوگن سے بنی ہوئی بدھی اپنے اندر ایسی یوگتا رکھتی ہے۔ کہ آتما کی موجودگی سے جسم کی ضروریات میں حصہ لے سکے۔ اور اچھے برے اثرات کا علم کرا سکے۔ اکثر آپ نے سجنو! ندی نالے کے کنارے دیکھا ہوگا۔ کہ سینکڑوں ہی سیپ یا گھونگے وغیرہ پڑے ہوتے ہیں۔ ان کے درمیانی صاف حصہ میں سورج کی روشنی چمکا کرتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوا کرتا ہے۔ کہ ہر ایک سیپ میں سورج الگ الگ ہے۔ آپ ندی کے جل میں بھی کئی جگہ سورج کو چمکتا اور چکا چوند کرتا دیکھ سکتے ہیں۔ یہ سب دیکھنے کا اگر آپ کو اتفاق نہ ہوا ہو۔ تو کرپا کر کے میری ایک پرارتھنا سویکار کریں۔ پانچ سات مٹی کے پیالوں میں پانی بھر دیں۔ اور سورج کی روشنی میں تماشہ دیکھیں۔ آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ بات کیا ہے؟ بات یہ ہے۔ کہ ان پیالوں میں سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ اور جتنے پیالے ہیں۔ اتنے سورج دکھائی دیتے ہیں۔ پیالہ ہلتا ہے۔ تو سورج بھی ہلتا ہے۔ پیالہ کا جل ٹھہرا ہوا ہے۔ تو سورج بھی ٹھہرا معلوم ہوتا ہے۔ رشی جی کہتے ہیں۔ کہ بدھی بھی ایک صاف شفاف جل سے بھرا ہوا ایک پیالہ ہے۔ اسمیں آتما کی جیوتی کا پرکاش پڑتا ہے جتنی بدھیاں ہیں۔ اتنے ہی آتما دکھائی دیتے ہیں۔ بدھی ہلتی ہے۔ کس بات کو جاننا چاہتی ہے۔ یا کسی حصے کے حالات آکر بدھی کو ہلا دیتے ہیں۔ تو آتم جیوتی بھی ہلتی معلوم ہوتی ہے۔ حرکت بدھی میں ہوتی ہے۔ مگر معلوم آتما میں ہوتی ہے۔ بالکل ایسے جیسے کہ گھومتی زمین ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ سورج گھوم رہا ہے۔ چلتی گاڑی ہے۔ مگر مسافر سمجھتے ہیں کہ اسٹیشن بھاگا جا رہا ہے۔ پیڑ کھڑ اور برکش دوڑے جا رہے ہیں۔ جو لوگ بدھی سے آگے بڑھنے سے ڈرتے ہیں۔ رشی کہتا ہے۔ وہ آتما کو نہیں جانتے۔ کیونکہ آئینہ ہمیشہ دیکھنے والے سے الگ شئے ہوتا ہے۔ آئینہ میں پڑنے والا عکس بھی ایک الگ چیز ہے۔ جب آئینہ ہم نہیں بن جاتے تو بدھی ہم کیسے بن جائینگے۔؟

چوتھی بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ اس لوک اور اس لوک میں آنا جانا ارتھات جنم مرن یا ایک شریر دھارن کرنا اور دوسرا تیاگ کرنا یعنی جنم جنمانتر میں گھومنا جسم کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ جسم تو جلا دیا جاتا ہے۔ یا کسی اور طرح مٹی میں مل جاتا ہے۔ اس کا تو جنم جنمانتر میں جانا آنا بنتا نہیں۔ تب پنر جنم اور پنر مرن کا سمبندھ کس کی وجہ سے ہے؟ کون چیز ہے جو ایک جسم چھوڑ کر دوسرے جسم کو دھارن کرتی ہے؟ رشی کہتے ہیں۔ وہی آتما جو کہ بدھی کے پیالے میں چمک رہا ہے۔ بدھی کی چار دیواری میں بند ہو کر جنم مرن ہوتے ہیں۔ یہ اس کا مطلب ہے۔ اگر ہم آتما کو اپادھی کے دھرموں سے بالکل الگ مان لیں۔ تو ہم کو آتم تتو کی اصلیت کا علم ہو جائیگا۔ پیالہ کے پانی کے ہلنے سے اور پیالہ کے ادھر ادھر لے جائے جانے سے کیا آپ یہ مان لینگے کہ سورج بھی ڈانوا ڈول ہو رہا ہے۔ یا ادھر ادھر رکھا جا رہا ہے؟ میرا وشواس ہے۔ آپ ہرگز ایسا نہیں مانیں گے۔ کیونکہ پیالے سے نظر ہٹا کر جب آپ اصلی سورج کی طرف درشٹی ڈالیں گے۔ تو اس کو جہاں کا تہاں اور جیسے کا تیسا پائیں گے۔ پھر یہ حرکت اور تبدیلی جو پیالے کے سورج میں دکھائی دے رہی ہیں۔ ان کا کیا ہوگا؟ ان کا کیا ہونا ہے۔ مہربان! یہ تو پیالے کے دھرم ہیں۔ اپادھی کے گن ہیں۔ ان کا سورج کے ساتھ کیا تعلق؟ سورج کی شان نہایت بلند ہے۔ وہ اتنی اونچائی پر ہے۔ کہ پیالہ اس کو چھو نہیں سکتا ہے۔ اس سے رشی نے یہ بھی بتلا دیا۔ کہ جنم مرن کا اصلی کارن بدھی ہے۔ بدھی کی حرکتیں ہیں۔ آتما ان سے بالکل جدا ہے۔ اور جنم مرن سے رہت ہے۔

پانچویں بات یہ بتلائی گئی ہے۔ کہ سوپن میں آتما بدھی میں پرتیت ہوتا ہے یعنی بدھی ہی نظارے قائم کرتی اور خیالات کا تصویر کھینچتی ہے۔ آتما تو ایک تماشہ دیکھنے والا ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ درشٹا کبھی درشیہ نہیں ہوتا۔ ارتھات تماشہ دیکھنے والا تماشے کو دیکھتا ہی ہے تماشہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی تماشہ کا سامان ہوتا ہے۔ رشی نے جواب دیا کہ خواب کی حالت میں آتما بدھی میں ہوتا ہے۔ اور بدھی پر پرکاش ڈال کر اس سے کام کراتا یا تماشہ کراتا ہے۔ جیسا کہ مداری کٹھ پتلی سے کرایا کرتا ہے۔ وہاں سوائے آتما کے اور کوئی جیوتی نہیں ہے خواب میں آتما درشٹی یعنی دیکھنے والا ہے اور بدھی دکھائی دینے والی ہے۔ خواب میں جو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ یا جو بھی نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بدھی سے الگ کچھ ہستی نہیں رکھتے۔ بدھی (من بھی کہہ سکتے ہیں) ہی اپنی شکلیں تبدیل کر کے عجیب عجیب سروپ دھارن کیا کرتی ہے۔

چھٹی بات یہ ہے۔ کہ جاگرت سوپن سوشپتی۔ جنم مرن وغیرہ آتما کے دھرم نہیں ہیں۔ آتما کا واستوک سروپ ان سے بالکل جدا ہے۔ اور وہ ہے موکش یعنی اپنا آپ اس اپنے آپ میں کیا ہے یہ ہم زبان سے یا قلم سے نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ ان سے جتلایا اور بتلایا نہیں جا سکتا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ آتا نہیں۔ جاتا نہیں۔ پیدا نہیں ہوتا۔ مرتا نہیں ہے۔ اس کا آکار نہیں ہے۔ اس کا پرکار نہیں ہے اس کا رنگ روپ نہیں ہے۔ اس کا وزن نہیں ہے۔ وہ گلتا سڑتا نہیں۔ وہ ٹوٹتا پھوٹتا نہیں۔ وہ فنا نہیں ہوتا۔ اس کا ناش نہیں ہوتا۔ اس میں وکار نہیں آتا۔ وغیرہ۔ کیونکہ وکار ہونا پرکرتی میں مادہ میں پایا جاتا ہے۔ غیر مادہ میں نہیں۔ مادہ کے گن غیر مادہ میں ماننا آتما کے ساتھ سخت ناانصافی کرنا ہے۔ بالکل ویسے جیسے کہ بدمعاش کا جرم دھرماتما پر لگانا۔

ساتویں بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ جس طرح سوپن اوستھا میں دنیا کے تعلقات بالکل بھول جاتے ہیں۔ اور کوئی کسی سنسارک وستو ہمارے ساتھ نہیں ہوتی۔ اور ہم اپنے آپ کو بالکل دوسرا ہی انوبھو کرتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح موت کے وقت جبکہ بیہوشی کی حالت ہوتی ہے۔ ہم اپنے جسم اور جسمانی تعلقات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ رشی اس سے یہ بات ثابت کرتا ہے کہ جنم مرن کی حالت خواب کے اصول پر قائم ہے۔ اس لئے جو لوگ پنر جنم کے سدھانت کو نہیں مانتے۔ ان لوگوں کو خواب کی فلاسفی سے قائل کرنا چاہیئے۔ اور خواب کی دلیل سے پنر جنم کو سدھ کرنا چاہیئے۔ رشی خود اس بات پر روشنی ڈالتے۔

اب آگے سُنیئے ۔ رشی جی اُپدیش کرتے ہیں ۔ کہ :-

آٹھویں بات یہ کہی گئی ہے ۔ کہ موت کو پار کر کے آتما اپنے سروپ میں رہتا ہے ۔ ارتھات مرنا آتما کا گُن نہیں ہے ۔ آتما موت سے پرے ہے ۔ جب موت کی ملکیت یعنی جسموں سے آگے بڑھتا ہے ۔ اور موت کو بھی پار کر لیتا ہے ۔ تو اپنے سروپ میں ستھت ہوتا ہے ۔

"وہ وگیان مے آتما جب پیدا ہوتا ہے ۔ ارتھات شریر دھارن کرتا ہے ۔ تو تب ہی شریر کی خرابی سے تعلق پیدا کرتا ہے ۔ لیکن جب موت کی حالت میں شریر کو چھوڑ رہا ہوتا ہے ۔ اس وقت سب قسم کی خرابیوں سے لاتعلق ہو جاتا ہے ۔"

پیدائش اور موت کیا ہے ؟ رشی کہتے ہیں ۔ کہ جسم کے ساتھ تعلق ہونا اس کا نام پیدائش ہے جسم کے تعلقات کا ٹوٹ جانا موت ہے ۔ آتما کی نہ تو پیدائش ہے ۔ اور نہ ہی موت صرف آتما کا شریر کے ساتھ سمبندھ ہونا یا نہ ہونا ہی جنم مرن ہے ۔ دراصل جنم مرن کوئی چیز نہیں ہیں ۔ جب تک آتما اگیان یعنی بندھن میں ہے ۔ تب تک آتما کا سمبندھ شریر سے ہے ۔ اور شریر کی خرابیاں بھی آتما کے سر پہ پڑتی ہیں ۔ جیسے کہ انسان حیوان وغیرہ یا برہمن کشتری وغیرہ یا ہندو مسلمان وغیرہ یا فرنچ جرمن وغیرہ یا گورا کالا وغیرہ یا بیمار تندرست وغیرہ یا لمبا چوڑا وغیرہ یا عورت مرد وغیرہ یا بچہ بوڑھا وغیرہ ۔ مہربان یہ سب جسم کی صفات ہیں ۔ شریر کے دھرم ہیں آتما کے نہیں ہیں ۔ مگر چونکہ آتما بدھی کی دیوار میں ہے ۔ اسلئے اس کا تعلق جسم کے ساتھ ہے ۔ جب جسم کے ساتھ تعلق ہے ۔ تو جسم کی اچھائی برائی کے ساتھ بھی ہے ۔ اتنی غنیمت ہے ۔ کہ یہ تعلقات کیول کلپنا ماتر ہیں ۔ محض فرضی ہیں اصلی نہیں ۔ جب تعلقات چھوٹ جاتے ہیں ۔ تو آتما اپنے آپ میں ہوتا ہے ۔ اپنے سروپ میں ہوتا ہے ۔ اس وقت جسم کے کوئی تعلقات آتما کو خراب نہیں کر سکتے ہیں ۔ خراب تو یہ کبھی بھی نہیں ہوتا ۔ مگر اپنے کو مان بیٹھتا ہے ۔ کہ میں یہ ہوں اور وہ ہوں دراصل یہ جو ہے ۔ وہ جسم اور جسم کے تعلقات سے پرے ہے ۔

> "اس وگیان مے آتما کے دو ہی مقامات ہیں ۔ (جہاں یہ بھوگ بھوگتا ہے) موجودہ جنم اور اگلا جنم ۔ ایک تیسرا مقام اور بھی ہے ۔ اس کا نام سوپن استھان ہے ۔ اس تیسرے سوپن استھان میں قیام کر کے یہ وگیان مے پرش موجودہ جنم اور اگلے جنم (کے حالات) کو دیکھتا ہے ۔ پرلوک کے لئے یہ جیسا بھی آچرن کرتا ہے ۔ اس آچرن (عمل) کی بدولت دُکھ سُکھ کو بھوگتا ہے ۔ جب یہ سوپن اوستھا میں ہوتا ہے تب جاگرت کے سنسکاروں میں سے کچھ لیکر اُس کے ذریعے اپنا نیا شریر رچ لیتا ہے ۔ اور جاگرت کے شریر کو چھوڑ (بھول) جاتا ہے ۔ اس حالت میں یہ اپنے پرکاش میں اور اپنی روشنی میں سوتا ہے ۔ اس حالت میں یہ آتما سوئیم جیوتی سروپ ہوتا ہے ۔"

جو لوگ پُنر جنم نہیں مانتے ہیں ۔ اُن کے قائل کرنے کے لئے رشی سوپن کی اوستھا کا درشٹانت پیش کرتے ہیں ۔ اس وگیان مے آتما کے یعنی اس روح کے جو کہ عقل کے پردے میں ظاہر ہو رہا ہے ۔ دو مقامات سیرگاہ ہیں ۔ ایک تو یہ لوک ۔ دوسرا پرلوک ۔ اس لوک یعنی اس جنم کو جو شخص مانتا ہے ۔ اس کو دوسرا جنم بھی ضرور ماننا ہوگا ۔ کیونکہ ایک کنارے کا دریا کبھی نہیں ہو سکتا ۔ جس ندی کا ایک کنارہ ہے ۔ اس کا دوسرا کنارہ بھی ضرور ہونا چاہیئے ۔ یہ وجہ معقول نہیں ۔ کہ دوسرا کنارہ دکھائی نہیں دیتا ۔ بیشک مت دکھائی دے ۔ لیکن نیائے یا انومان یہ ثابت کرتا ہے ۔ کہ اس کا دوسرا کنارہ ضرور ہے ۔ اگر آپ ایک ہی سرے کا دھاگا دکھاویں تو ایک ہی جنم والا شخص مانا جا سکتا ہے ۔ مگر یہ محال ہے ۔ آپ دھاگے کے سرے کو کھینچتے جایئے آخر سال دو سال میں یا زیادہ عرصہ میں دوسرا

تیسرا ضرور مل جاوے گا۔ خواب کی حالت میں ہوتا کیا ہے۔ ایک طرف یہ جسم ہوتا ہے۔ دوسری طرف دوسرا جسم ہوتا ہے۔ درمیان میں خواب کی حالت ہوتی ہے۔ اس خواب کی حالت میں جاگرت کے سنسکاروں میں سے کچھ سنسکار خواب کے جسم کو بناتے ہیں۔ کچھ سنسکار بھوگ کا کارن بنتے ہیں۔ اس حالت میں جاگرت کے جسم سے الگ جسم ہوتا ہے۔ تعلقات بھی الگ ہوتے ہیں سمبندھ بھی الگ ہوتے ہیں۔ رشی کہتے ہیں جیسا کہ سوپن کی سرشٹی کا کارن جاگرت کے سنسکار ہیں۔ ویسے ہی پرلوک یا اگلے جنم کے کارن اس جنم کے اچھے یا برے کرم ہیں۔ اچھے اعمال سے اچھا جنم اور برے اعمال سے برا جنم ہوتا ہے۔ کوئی بھی وچارشیل خواب کی دنیا سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہم خواب میں دکھ سکھ انوبھو کرتے ہیں۔ ہم امیر ہوتے ہیں لیکن خواب میں در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے بھیک مانگا کرتے ہیں۔ جاگرت میں ہم بیش قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں لیکن خواب میں ہم اپنا ننگ ڈھانکنے کے لئے کوشش کیا کرتے ہیں میں پوچھتا ہوں آپ نے کبھی اس پر سپر دِرڈھ بات پر وچار کیا ہے؟ غریبوں سے پوچھئے وہ کئی بار خواب میں امیری کر چکے ہیں۔ مریض لوگ سوپن میں تندرستی کا مزہ لوٹ چکے ہیں۔ آپ اس سچائی سے انکار نہیں کر سکتے۔ مہربان! جیسا دکھ سکھ جاگرت میں ہے ویسا ہی سوپن میں ہے۔ اگر جاگرت کا دکھ سکھ شبھ اشبھ کرموں کا پھل ہے۔ تو سوپن کا دکھ سکھ بھی کرموں کا پھل ہے۔ خواب کے جسم اور تعلقات بعجہ سکھ دکھ جاگرت کے جسم اور تعلقات اور سکھ دکھ سے الگ ہیں۔ لیکن خواب کی دنیا کے پیدا کرنے میں جاگرت کے سنسکاروں کا بڑا بھاری ہاتھ ہے۔ ایسے ہی اگلا جنم ہمارے اس جنم سے بالکل الگ ہے۔ اس کے تعلقات بھی الگ ہیں۔ اور اس کے دکھ سکھ بھی الگ ہی ہیں۔ لیکن وہ جنم ہمارے اس جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ یہ جنم بیج ہے۔ اگلا جنم برکش ہے۔ رشی کہتا ہے۔ کہ کوئی سوپن لاؤ جو جاگرت کے بغیر ہوا ہو؟ کوئی خواب دکھلاؤ جس کی تہہ میں حالت بیداری کے بیج بطور سنسکار کے نہ ہوں؟ یقیناً آپ ایسے سوپن کو پیش نہ کر سکیں گے۔ جو بغیر جاگرت کے ہوا ہو۔ رشی پنر جنم کے انکار کرنیوالے ناستک کو چیلنج کرتا ہے۔ کہ جب پنر جنم نہیں ہے تو جنم کیسے ہوا؟ جنم کیا ہے۔ سکھ دکھ کا انوبھو۔ سکھ دکھ نتیجہ ہے۔ اس کا کوئی کارن ہونا چاہیئے۔ کارن اعمال ہیں۔ کرم ہیں۔ تب اس جنم کا کارن کرموں کو ماننا ہوگا۔ اور کرم تب ہوں گے۔ جب جسم ہوگا۔ اسلئے اس جنم سے پہلے ضرور اور کوئی جنم ہوگا۔ کتنے اندھیر کی بات ہے۔ کہ سورگ، نرک یا بہشت دوزخ کو تو اچھے برے اعمال کا نتیجہ مان لیا جاوے اور جسم کے سکھ دکھوں کو بھی کرموں کا نتیجہ کہہ دیا جاوے۔ لیکن جسم کی پیدائش جس پر یہ کل اعمال کی عمارت تعمیر کی جا رہی ہے۔ اس کا کوئی کارن سویکار نہ کیا جاوے۔ اس سے بڑھ کر یکطرفہ کارروائی اور کیا ہوگی؟ میں کہوں گا یہ بلا وجہ تعصب ہے۔

سجنو! اس پنر جنم کے وشے میں ایک بات ہماری طرف سے بھی یاد رکھ لیجئے۔ نہیں نہیں معاف کیجئے ہماری طرف سے نہیں بلکہ ویدک رشیوں کی طرف سے جس طرح ایک ہی جاگرت کے جسم میں سینکڑوں خواب اور سکھ دکھ پیدا کرنے کی قابلیت ہے۔ ویسے ہی ایک جاگرت کے جسم میں انیکوں جنم جنمانتر پیدا کرنے کی یوگیتا ہے۔ کیونکہ ایک شریر میں اتنے کرم اور اتنے ان کے سنسکار پیدا ہو جاتے ہیں۔ یا ہو سکتے ہیں جن سے کہ بہت سے جنم ہو سکیں۔ مہرشی دیاس کے یوگ بھاشیہ کے آدھار پر میں آپ کی سیوا میں نویدن کر رہا ہوں۔ کہ ایک جنم میں انیکوں جنموں کے پیدا کرنے کی قابلیت ہو سکتی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے کہ ایک بیج کے اندر کئی درخت پیدا کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ ایک بیج سے جب برکش پیدا ہوا تو اس سے سینکڑوں پھل اور بیج پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان بیجوں سے سینکڑوں برکش ہو جاتے ہیں۔ رشی کہتے ہیں جس طرح برکش بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ ویسے ہی سوپن جاگرت کے سنسکاروں سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جاگرت کا جسم کسی پچھلے جنم سے پیدا ہوتا ہے۔

رشی نے سورگ، کو تیسرا مقام اسلئے نہیں کہا کہ وہ کوئی خاص مقام یا اصل چیز ہے نہیں۔ بلکہ مقامات تو دو ہی ہیں۔ ایک

یہ شریر دوسرا وہ شریر یہ سوپن کو تیسرا صرف اسلئے کہا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ دونوں کا درشٹانت صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔
رشی کے سوکشم تات پر یہ کو میں سوال وجواب کے طریقہ پر عرض کرتا ہوں۔ غور فرمایئے۔

سوال:- پُنر جنم کے رشتے میں کوئی ثبوت ہے۔؟

جواب:- ہاں۔ انوبھو پرمان ہے۔ یعنی سوپن کی حالت۔

سوال:- ایک شریر کو چھوڑ کر دوسرے شریر میں کون جاتا ہے؟

جواب:- وگیان مے آتما۔

سوال:- کیسے۔؟

جواب:- جیسے سوپن میں۔

سوال:- پُنر جنم ہوتا کیوں ہے۔؟ پُنر جنم کا کارن؟

جواب:- جناب! سوپن کیوں ہوتا ہے۔؟ خواب کا کارن۔؟

سوال:- سوپن کا کارن تو جاگرت کے خیالات ہیں۔ وہ اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ اسلئے مجبوراً سوپن ہوتا ہے۔

جواب:- بس تو پُنر جنم کا کارن بھی جاگرت کے کرم ہیں۔ اس جنم کے کرم اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ اس لئے مجبوراً پُنر جنم ہوتا ہے۔

سوال:- پُنر جنم میں کیا ہوتا ہے۔؟

جواب:- فرمایئے۔ سوپن میں کیا ہوتا ہے۔؟

سوال:- سوپن میں تو نیا جسم۔ نئے تعلقات اور نئے سکھ دُکھ ہوتے ہیں۔

جواب:- جناب عالی! پُنر جنم میں بھی نیا جسم۔ نئے تعلقات اور نئے سکھ دُکھ ہوتے ہیں۔

سوال:- ایک شریر سے دوسرے شریر میں یہ آتما کس طرح آتا جاتا ہے۔؟

جواب:- جناب فرمایئے خواب میں کس طرح جاتا ہے۔ اور پھر جاگرت میں کس طرح آتا ہے؟

سوال:- خواب میں تو سوکشم شریر (اندریہ۔ من۔ بدھی وغیرہ) کو لیکر جاتا ہے۔ اور انہی کو لیکر واپس جاگرت میں آتا ہے

جواب:- بس تو اسی طریقہ سے سوکشم شریر پر سوار ہو کر دوسرے جسم سے اس جسم میں آیا ہے۔ اور اسی پر سوار ہو کر اگلے پڑاؤ پر جائے گا۔ اور اس جسم کے تماشے دیکھے گا۔

سوال:- اچھا اگر پُنر جنم کو نہ مانا جاوے۔ تو کیا ہرج ہے۔؟

جواب:- مہربان! اگر خواب کی ہستی کو نہ تسلیم کیا جاوے تو کیا ہرج ہے۔

سوال:- بغیر خواب کے کوئی جاگرت نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ایسی کوئی جاگرت نہیں ہے۔ جس کے بعد اور پہلے خواب کی حالت نہ ہو۔

جواب:- تو جناب! پُنر جنم کے بغیر یہ جنم بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ایسا کوئی جسم نہیں ہے۔ جس کے پہلے اور بعد کوئی اور جنم نہ ہو۔ یا کوئی اور حالت نہ ہو۔

اسی طرح دیگر سوالات کا بھی سوپن کے درشٹانت سے آپ بلاخوف جواب دیجئے جیسے جاہیے اور پُنر جنم کو ثابت کیجئے میں

عرض کرتا ہوں۔ کہ پھر جھنجم کئے دیتے ہیں جو بھی آپ پہ اعتراض کیا جاوے۔ آپ بلا تامل خواب کی فلاسفی سے اس کا جواب دیجئے۔ رشی نے میرے خیال میں ہم لوگوں کو سچائی تک پہنچنے کے لئے یہ بہت ہی زبردست ہتھیار دیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم لوگوں کا اسطرف دھیان نہیں گیا۔ دیکھو ارشی کیا کہہ رہے ہیں۔

"نہ وہاں (خواب میں) رتھ ہوتے ہیں۔ نہ رتھ کے سامان ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی راستے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ (وگیان مے آتما) رتھوں کو۔ رتھ کے سامانوں کو اور راستوں کو رچ لیتا ہے۔ (دیکھو)۔ نہ وہاں مزے ہوتے ہیں۔ نہ خوشیاں ہوتی ہیں۔ اور نہ آنند کے سامان ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مزوں کو، خوشیوں کو اور آنند کے سامانوں کو طیار کر لیتا ہے (نہ صرف یہ ہی۔ بلکہ) نہ وہاں تالاب ہوتے ہیں۔ نہ ندی نالے ہوتے ہیں۔ اور نہ چشمے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تالابوں کو۔ ندی نالوں کو اور پانی کے چشموں کو بنا لیتا ہے۔ کیونکہ یہ کرتا ہے (اسمیں رچنا رچنے کی شکتی ہے)"

یہ حقیقت ہے۔ سچائی ہے۔ کہ سوپن کی حالت میں دراصل نہ رتھ ہوتے ہیں۔ نہ رتھ کے گھوڑے وغیرہ ہوتے ہیں۔ نہ خوشیاں ہوتی ہیں۔ نہ خوشیوں کے سامان۔ استری پتر وغیرہ ہوتے ہیں۔ نہ تالاب ہوتے ہیں۔ نہ دیگر پہاڑ اور ندی نالے وغیرہ ہوتے ہیں۔ مگر اس وگیان سروپ آتما کی کاریگری ملاحظہ کیجئے۔ کہ کس عقلمندی کیساتھ بے سر و سامانی کی حالت میں گاڑی۔ گھوڑے اور سڑکیں تیار کرتا ہے عورت بچے بنا لیتا ہے۔ اور ندی نالے بھی مہیا کر لیتا ہے۔ رشی کہتے ہیں۔ آشچریہ کیوں کرتے ہو۔ یہ آتما ہے۔ یہ رچنا رچنے کی شکتی کا مالک ہے۔ اسکو کرتا سمجھو۔ سجنو! غور کرو۔ جاگرت کے پدارتھوں کو بنانے کے لئے کتنے سادھنوں اور کتنے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہ استاد جب اپنی طاقت دکھاتا ہے۔ تو آناً فاناً پہاڑ۔ ندی۔ نالے۔ گھوڑے۔ ہاتھی۔ عورت بچے وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اور طرہ یہ کہ بغیر سامان کے اور بغیر سادھن کے۔

خیال کیجئے۔ رتھ اور گھوڑوں کے بنانے میں اور سڑکوں کے تیار کرنے میں کتنے مصالحہ کی ضرورت ہے۔ کتنے وقت کی ضرورت ہے۔ مگر واہ رے آتما! تجھکو نہ سامان کی ضرورت ہے۔ نہ وقت کی۔ ہو بھی کیسے۔ جبکہ تجھ سے ہی سامان کی ہستی ثابت ہوتی ہے۔ اور تجھ سے ہی وقت کو وجود میں آنے کا وقت ملتا ہے۔ سجنو! عورت کو جوان ہونے اور بچہ کو بڑا ہونے میں کتنا عرصہ درکار ہے۔ سوچئے ندی نالے اور پہاڑ تیار کرنے میں کتنے ہزار سال لگے ہوں گے۔ کتنے پرمانو اکٹھے کر کے پہاڑ کا وجود تیار ہوا ہوگا۔ مگر ذرا اپنی طاقت پہ بھی نظر ڈال لیجئے۔ کتنی جلدی اور کتنی پھرتی سے آپ حالت خواب میں رچنا رچ لیتے ہیں۔ حیران اور پریشان مت ہوجئے۔ سجنو! آپ آتما ہو۔ آپ کرتا ہو۔ آپ جیسی چاہو رچنا رچ سکتے ہو۔ کیا خواب کی حالت میں اپنی کارگذاری پہ خیال نہیں کرو گے؟ کیا اپنی شکتی پہ وشواس نہیں کرو گے؟ کیا اپنے آپ کو اپنے اصلی سروپ سے پریچیت نہ کرو گے؟ کیا جنم جنمانتر میں بھٹک بھٹک کر کشٹ پر کشٹ ہی اٹھایا کرو گے۔ یا اپنے موکش کے لئے بھی کوئی تجویز سوچو گے؟

رشی جی نے تو اپدیش میں صاف کہہ دیا ہے۔ کہ کرنے والے تم خود ہو۔ یہ تم ہی ہو۔ جو خواب میں کرامات دکھاتے ہو۔ یہ بھی تم ہی ہو جو پُنر جنم کے چکر کھاتے ہو۔ اور میرے دوستو! یہ بھی تم ہی ہو۔ جو موکش پراپت کر سکتے ہو۔

(باقی آئیندہ)

سنت رین

دیہہ دیدار بیک لاہ اساڈی اسی درس تیرے دے پیاسے
اتے ایہو منگاں جے کجھ نہ منگاں ایہی خیر لویے وچ کاسے
ڈھونڈاں تینوں تے لبھاں میں نوں اسی عجب حیران ہویا سے
سنت رین اوہی پیارا ملیا جیہڑا اگے وی ملیا ہویا سے

ملیا پیارا غم رہیا نہ کوئی میرے من وچ ہوئی خوشحالی
جت ول ویکھاں تت ول دِسّے اس باہجوں جا نہ خالی
آپے خاوند تے آپے بردا - اوہ آپے سب دا والی !
سنت رین اوہ ملیا سانوں جس دی وچھڑن دی نہیں چالی

شادی غمی دوہاں نوں گذرے جد پیارا سانوں ملیا
سر سر تھکّے تے آوے ناہیں ہن آپ اساں ول ملیا
ملن وچھوڑا ہیں کس نوں آکھاں اوہ سبھ نال رلیا ملیا
سنت رین پر ملسی اوہی جنیدا قدم اگاہاں ہلیا !

سکھاں دی ہن آمد ہوئی دکھ وداع کر چلّے
کیہڑے دکھ ؟ جیہڑے اساں آپ وہاجے - سانوں نہیں نہیں کسے گھلّے -
دکھاں نوں اساں سکھ کر جاتا - سے گن گن بدھے پلّے -
سنت رین ہن اوسکھ لدّھا جیہڑا اہو وسے سبھے گلّے

گوبند پرکاش

کنڈلے چھند

گذشتہ سے پیوستہ

مترجمہ:- لالہ دولت رام جی ہیجاری

(۲۶) ودّیا کے دِکھلان کو کبھی نہ بولے سادھ ۔ — اور واد بھی نہ کرے نہیں تو اُٹھے اُپادھ ۔
نہیں تو اُٹھے اُپادھ سرب سُکھ اپنا جاوے — پرکو پہنچے کھید آپ تکلیف اٹھاوے ۔
ودّیائی کے ہیت کہن سب جان اودیا ۔ — جگیاسو پرت کہے سادھ جو راکھے ودیا

تیاگی پُرشوں کو اکیلے وِچرنے کے فوائد بتلا کر اب سادھو کے لئے مزید ہدایت تحریر کرتے ہیں ۔ کہ اپنی چتراُئی اور لیاقت کے دکھلانے کے بھاؤ سے کبھی بھی اپنی برہم وِدّیا کو پرگٹ نہ کرے ۔ کیوں کہ یہ ایک خاص پوشیدہ اور گہیہ راز ہے جسکو بھگوان کرشن نے بھی گہیہ گیان کہا ہے ۔ اس کے ظاہر کرنے پر چت کی چنچلتا اور الجھن پیدا ہونے کا احتمال ہے ۔ نیز کسی وِرودھی پکش والے سے واد وِواد (بحث مباحثہ) بھی نہ کرے ۔ نہیں تو اُس سے اپنی چت کی شانتی نشٹ ہوکر رجوگُن کے بڑھ جانے سے جھگڑا پیدا ہو جائے گا ۔ اور اس سے دُوسرے کا دِل بھی دُکھے گا ۔ اپنے چت کو اور دماغ کو مُفت میں اشانتی اور دُکھ ملے گا ۔ ہر ایک کو اس گیان کے سنانے سے اپنی سوئی ہوئی خودی (اہنکار) جاگ اُٹھے گی ۔ یہ سب اودیا کے ہی چہنہ ہیں ۔ مگر کیا وِدیا کو اندر ہی اندر رکھ کر اس کو چھپائے رکھنا ہی چاہیئے ؟ نہیں سچے جگیاسو کے پُوچھنے پر گیانوان مہاتما کو اُس کے کلیان کے لیے اس کو وِدھی پُروک برہم وِدّیا کا اپدیش کرنا ہی چاہیئے ۔ جس سے اُسکو شانتی بھی نصیب ہو ۔ اور اپنا گورُو رِن بھی اتر جائے ۔ مگر اس میں بھی اندر سے گورُو دُشش بھاؤ اُٹھا کر ہی ایسا کرنا چاہیئے ۔

(۲۷) جو گرہی آوے کبھی تیاگی جن کے پاس — کون ٹھور تم رہت ہو پُوچھے ناہیں تاس
پُوچھے ناہیں تاس کون ہے جات آپ کی — کیا کرتے ہو کام نہ پُوچھے بات باپ کی !
آئے کہاں سے جاؤ کہاں ، نہ پُوچھے سو ! — تیسے سُنے نہ کہے وِہارک بات کہے جو !

پھر تیاگی کے بوہار کے متعلق لکھتے ہیں ۔ کہ اگر اُسکے کوئی گرہستی (دُنیادار) آوے ۔ تو اس سے اس کے رہنے کی جگہ جاتی کاربوہار (پیشہ) خاندان کے متعلق یا آنے جانے کے متعلق کوئی وِہارک بات نہ چلاوے ۔ اور نہ ہی سُنے بلکہ ہو سکے تو اس کے اندر سے یہ پرچھنتا کے سنسکار دُور کر کے نام رُوپ کی بجائے برہم ورشٹی پیدا کرے ۔

(۲۸) مرض جے لمبی ہوویٔ لمبا ہوئے علاج — وَید بھی پُورا لوڑیئے سمجھے تبھی مزاج !
سمجھے تبھی مزاج جبھی بیمار بتاوے ۔ — بیٹھ وَید کے پاس حقیقت کھول سُناوے
وَید کہے سو کرے نہ راکھے اور سے غرض — سادھن کرے پرہیز تبھی تو دُور ہو مرض !

اوپر کے کنڈلیا میں وہار کہ باتوں کا نند کرنا لکھا گیا ہے۔ اور یہاں ان کے ملاپ کا جائز استعمال درج کیا جاتا ہے۔ کہ جب مہاتما روپی وید کسی دنیا وار روپی بیمار کو ملیں۔ تو یہ سمجھکر کہ میرا انادی کال کا اگیان روپی روگ ان مہاتماؤں کے اپدیش روپی اوشدھی کے دیرگھ کال کے سیون سے ہی دور ہو سکے گا۔ جلد بازی سے کام نہیں بنے گا۔ جیسا کہ آجکل لوگ مہاتماؤں کے ملنے پر دو حرفی سوال جواب سے چاہتے ہیں اور مہاتما بھی شروتری برہم نشٹھی ہونے لازم ہیں۔ جن کو تمام راستے اور منزل مقصود کی پوری کما حقہ، طور پر واقفیت اور رسائی حاصل ہو۔ اور شش کو بھی چاہیئے کہ اپنے دوش چھپا کر نہ رکھے۔ سب پرگٹ کر کے ان کا علاج طلب کرے اور پھر ان کے اپدیش کے مطابق عمل کرے اور دل کا منہ نہ تاکتا پھرے۔ بلکہ پرہیز کرے یعنی وشیوں اور دشٹی پرشوں کی صحبت سے بچکر ان کے دیئے ہوئے اپدیش کا منن ندھیاسن کرے یعنی بار بار اس شرون کئے گئے تتوم اسی مہاواکیہ کے اپدیش کو اپنے دل میں جا گزیں کرے۔ اور سنسے رہت ہو کر اسی وستو کے چنتن کا پرواہ باندھ دیوے۔ اور جو دوسرے نام روپ کے خیال اٹھیں ان کو رفع کر کے پھر آتم چنتن میں لگ جاوے اسی سے اس کو ساکشا تکار آتم سروپ۔ کا ہو جاوے گا۔

(۲۹) اودّیا ویہ گھر روگ ہے۔ اسکا ناہیں آد ! ۔ جنم مرن کی کھان ہے۔ یہ ہی مول اپا دھ !
یہ ہی مول اپا دھ سرب۔ دکھ دیتے ہا ری ! ست گورو ملے حکیم دور تب ہوئے بیماری
شوق شردھا سنجگت گورو سے دوا لے ودیا چھوڑے اور کوسنگ۔ دور ہو تبھی اودیا !

اوپر کے کنڈلیا میں مرض اور اس کے علاج کا اشارہ دیکر یہاں وضاحت سے لکھتے ہیں۔ کہ یہ روگ کئی جنموں سے چلی ہوئی انادی اودیا ہے۔ اسی کی وجہ سے شریر میں اہنگ۔ اور سمبندھیوں اور پدارتھوں میں ہم بدھی ہو کر اس سے واسنا پیدا ہو کر جنم مرن ہوتا چلا آیا ہے۔ کیونکہ اودیا سے کامنا اور کامنا سے کرم اور پھر کرم سے اودّیا کی ورڑھتا شری شنکر آچاریہ جی نے بھی لکھا ہے۔ یہ اپادھی ہی سب کرموں میں کرنا پن کا باعث ہو کر سرب دکھ دینے والی ہے۔ یعنی تینوں تاپوں کی یہی جڑ ہے۔ اس کا علاج ست گورو کے ہی ہاتھ ہے۔ جب پریم، شوق، شردھا سہت ہو کر ست گورو سے برہم ودیا یعنی تتوم اسی مہاواکیہ کا نکھناں سہت اپدیش سن کر الوپہ وتر یک کی جگتی سے دھارن کرتا ہے۔ اور متھیا پدارتھوں اور جگت سمبندھی اناتم ورتی سموہ سے ویراگ دھارن کرتا ہے۔ تبھی موکش کو پراپت ہوتا ہے۔

(۳۰) وید سدھانت جو سمجھتا برہم نشٹھ بھی جان ! ستگورو ایسا چاہیئے دوسر ناہیں مان !
دوسر ناہیں مان کتھن ہی جانے جو ! اکھوا نیشٹ سروپ شک نہ دور کرے سو
چاہے جو کلیان سہت شردھا نر وید جاوے شرن جو ہوئیں نیشٹ سدھانتی وید

اب گورو کے لکشن بتاتے ہیں۔ کہ جو مہاتما وید کے سدھانت جیو اور برہم کی ایکتا کو سمجھتا ہو۔ اور اسمیں اس کا نشچہ درڑھ بھی ہو۔ کیول کتھن ہی نہ کرنے والا ہو۔ اور نہ ہی کیول ودیا رہت نشچہ والا ہو۔ کہ اس سے دوسرے کا شک یکتی سے دور نہ کیا جا سکے۔ ایسا ستگورو چاہیئے۔ جس جگیاسو کو دنیا سے ویراگ ہو۔ اور شردھا سہت بھی ہو۔ وہ اپنے کلیان یعنی مکتی کی خاطر ایسے مہاتماؤں کی سنگتی میں رہا کرے۔ ان کے اپدیش کے عمل سے کرتارتھ ہو سکتا ہے۔ اور جنم مرن سے چھوٹ کر سچی شانتی کو پراپت کر سکتا ہے۔ فقط

(اوم شانتی شانتی شانتی ۔ اوم)

عارفانہ کلام

از — لالہ نرسنگھ داس جی

انسان کیلئے

ا:-

(۱) سب سے اعلےٰ نظر کیا ہے۔ حق بینی یا آتم درشٹی۔
(۲) سب سے اعلےٰ کام کیا ہے۔ خود شناسی یا آتم گیان۔
(۳) سب سے اعلےٰ آنند کیا ہے۔ جمعیت یا شانتی
(۴) سب سے زیادہ راحت کیا ہے۔ دائم السیری یا نت ترپتی۔
پس ہر انسان کو واجب ہے۔ کہ ہر جا اپنی ذات کا دیدار پا کر ذاتی سرور کا ذوق اٹھاوے۔

---

۲ —

(a) ہر شئے ہر کسی کو حاصل ہے۔ (b) کُل کا وصال کُل کے ساتھ ہے۔ (c) ہر شئے خود بخود کمال پاتی ہے۔ اِن اصولوں کے عدم فہمید اور بے علمی (a) مشقت (b) جستجو اور (c) تشویش کا باعث ہے۔
"قدرت مادر مہربان ہے۔ خود بخود ہر ذی روح اور غیر ذی روح کو اپنے حمل میں پرورش دے رہی ہے" یہ حقیقت تسکین اور تمکین کا وسیلہ ہے۔

نہ کچھ تھا۔ نہ کچھ ہے۔ نہ کچھ ہوگا۔ شے واحد قائم بخود ہے۔
نہ کچھ کرنا ہے۔ نہ کچھ پانا ہے۔ ذاتی قیام میں سُرور پانا ہے۔

جہان = انتشار خیال
خُدا = یکسوئی خیال
} حقیقت = صُمٌ بُکمٌ = حالت پاک اور لفظ و خیال

پاپ = دوئیت یا غیریت
پُن = ادوئیت یا وحدت
} ذات بری از صفات = پاک از پُن و پاپ

اہنکار تین اقسام کا ہے۔ (۱) سرو میں ہوں (۲) سوکشم سے سوکشم ساکشی روپ میں ہوں۔ (۳) شریر ماتر ہوں اول دو قابل اختیار ہیں۔ اور تیسرا قابل ترک ہے۔ تینوں کو تیاگ کر قائم ہونا نہایت اعلےٰ ہے۔
بندھ موکش کی کلپنا کا تیاگ کرو۔ ابھمان سے رہت چیشٹا کرو۔ اس کا نام آتم مون ہے۔

گیان ابھیاس

سالک کو چاہیئے کہ مفصلہ ذیل عادات کو عمل میں لا کر معرفت کا فائدہ اٹھاوے۔

(۱) بوقت بیماری جسم یا خوف موت اپنی ذاتی قدامت کو یاد کرے۔ یعنی اپنے آپ کو موت سے بیخوف مانے۔ "ست سروپوہم"

(۲) اگیانی لوگوں سے اگیان اور سنشے وپریہ کے وچن سُنکر حقیقت یا گیان کو برتے۔ یعنی اپنے آپ کو عین الیقین کرے۔ اور اُن کی باتوں کو اگیان جانے۔ "گیان سروپوہم"

(۳) بوقت رنج وغم یا دُکھ و درد اپنے ذاتی سروپ کو یاد کرے۔ یعنی آپ کو غم کے تعلق سے پاک سمجھے۔ "آنند سروپوہم"

(۴) جب معاملات خانہ داری میں برتنا ہو۔ اُسی وقت آپ کو آزاد مان کر سب کے تعلق سے فارغ رہے۔ "اسنگوہم"

(۵) بوقت تکمیل افعال حواس وخواطر اپنے عہدہ شہادت کو سنبھالے یعنی اپنے آپ کو شاہد مانے۔ فاعل نہ مانے "ساکشی کیولوہم"

(۶) بوقت تبدیلی جسم یا بیکاری عضو وغیرہ اپنی بے عیب اور یکساں ذات کو یاد کرے۔ جسم کے عیب سے اپنے آپ کو پاک سمجھے۔ "نروکاروہم"

(۷) مخلوق کے ساتھ برتنے کے وقت اپنی عادت صلح کل کو یاد کرے۔ آپ کو کل مخلوق کی روح مان کر دوئی سے فارغ رہے۔ "سرو رُوپوہم"

(۸) تبدیل زمانہ وجسم یا گردش حالات سے آپ کو تبدیل شدہ نہ مانے۔ ہمیشہ یکساں یقین کرے۔ "کوٹستھوہم"

(۹) بوقت ضرورت عادت "سیری" کو یاد کرے۔ بوقت ضرورت آپ کو محتاج نہ مانے۔ "نت ترپتوہم"

(۱۰) جس وقت کوئی تلخ گوئی کرے۔ غصہ یا بے عزتی کرے۔ شکایت کرے یا نقصان ہو جاوے۔ اسی وقت اپنی ذاتی جمعیت کو تسکین کو یاد کرے۔ یعنی خشم بے عزتی۔ یا نقصان سے لغزش نہ پاوے۔ باتسکین رہے۔ "شانت سروپوہم"

ہر کہ وقت صبحدم در یادِ حق بیدار نیست
اُو محبت راچہ داند قابل دیدار نیست
خفتہ باشد ہمچو حیواں عمر ضائع مے کند
رخت اُو دُزدے بُرد کو پاسباں بیدار نیست

وہ پرماتما کی محبت کو کیا جان سکتا ہے۔ جو شخص پرماتما کی یاد نہیں کرتا۔ ایسے شخص کے درشن کرنا بھی پاپ ہے۔ وہ حیوانوں کی طرح سو رہا ہے اور اپنی عمر کو ضائع کر رہا ہے جسکا پہرہ والا جاگتا نہیں اس کا مال و دھن چور لے جاتے ہیں۔

ادھیاتمک سوال جواب

۱:- دُکھ کیوں ہوتا ہے؟ شریر دھارن کرنے سے

۲:- شریر کس سے بنتا ہے؟ کرموں سے۔

۳:- کرم کس کو کہتے ہیں؟ جو کچھ کیا جاوے

۴:- کرم کس سے کئے جاتے ہیں؟ من بانی اور دیہہ سے۔

۵:- کرم کون کرواتا ہے؟ راگ اور دویش۔

۶:- راگ دویش کس سے بنتے ہیں؟ ابھیمان سے۔

۷:- ابھیمان کیوں ہوتا ہے؟ وویک نہ ہونے سے

۸:- وویک نہ ہونا کس کا پھل ہے؟ اگیان کا۔

۹:- اگیان کس سے بنا؟ یہ انادی ہے۔

۱۰:- اگیان سے کیا ہوتا ہے؟ بار بار جنم اور مرن

۱۱:- جنم مرن کیسے مٹے؟ سب پرکار کے کرموں کے ناش ہونے سے۔

۱۲:- کرموں کا ناش کب ہوتا ہے؟ جب راگ اور دویش نہ رہیں۔

۱۳:- راگ اور دویش کب نہیں رہتے؟ جب ابھیمان نہ ہو۔

۱۴:- ابھیمان کب نہیں ہوتا؟ جب وویک ہو جاوے

۱۵:- وویک کب ہوتا ہے؟ جب اگیان نہ ہو۔

۱۶:- اگیان کب نہیں ہوتا؟ جب گیان ہو جاوے۔

۱۷:- گیان کیونکہ ہو سکتا ہے؟ آتما اور اناتما کے وچار سے۔

۱۸:- آتما اور اناتما کا وچار کب ہوتا ہے؟ جب منش کے پاس چار سادھن ہو جاویں۔

۱۹:- چار سادھن کون سے ہیں؟ وویک۔ ویراگ۔ کھٹ سمپتی۔ مومکھشتا

۲۰:- کھٹ سمپتی کیا ہے؟ (۱) سم — من کا روکنا (۲) دم — اندریوں کا روکنا (۳) اپرتی — وشیوں اور وشیی پرشوں سے پرہیز (۴) تتیکھشا — سردی، گرمی، بھوک پیاس کا سہارنا (۵) شردھا — گورو اور وید واک پر پوری شردھا

کا ہونا کہ جو کچھ کہتے ہیں۔ پسح ہے۔ (۶) سمادھانتا — چت کا وکھشیپ دور کرکے اندر ٹھہرانا۔

۲۱:- مکتی کیا ہے؟ مکتی کوئی خاص جگہ کا نام نہیں۔ جہاں جیو چلا جاتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے۔ جو پرش کو مل جاتی ہے۔ بلکہ اگیان کے دور ہونے کا نام ہی مکتی ہے۔

سب دکھوں کی نرورتی اور پرمانند کی پراپتی کا نام مکتی ہے۔

۲۲:- آتما کیا ہے؟ کل دو پدارتھ ہیں۔ ایک درشٹا دوسرا درشیہ۔ آتما درشٹا روپ ہے۔ آتما وہ ہے جسکے ہونے سے آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں۔ بانی بولتی ہے من سوچتا ہے۔ اور جسکے نہ ہونے سے شریر کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ آتما کوئی جسم کا حصہ نہیں۔ بلکہ یہ تین اوستھاؤں اور تین شریروں سے علیحدہ اور ان کا ساکھشی روپ ہے۔ اس کا سروپ ست چت آنند ہے۔ اور نام روپ سے پرے ہے۔

جاگرت سوپن اور سکھپتی۔ یہ تین اوستھائیں یعنی حالتیں ہیں۔ آتما ان کا ساکھشی ہونے سے ان سے علیحدہ ہے۔

۲۳:- شریر کیا ہے؟ شریر تین قسم کے ہیں۔ استھول شریر۔ سوکھشم شریر۔ اور کارن شریر۔

۲۴:- استھول شریر کیا ہے؟ استھول شریر وہ ہے۔ جو آنکھوں کو دکھائی دیوے۔ اور جسکا گھٹنا بڑھنا معلوم ہوتا ہے۔

۲۵:- سوکھشم شریر کیا ہے؟ سوکھشم شریر استھول شریر کے اندر ہے۔ جس وقت کام کرودھ لوبھ اور موہ وغیرہ کم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سوکھشم شریر بھی گھٹ جاتا ہے۔ اور ان کے بڑھنے سے بڑھ جاتا ہے۔ کام، کرودھ لوبھ اور موہ سنگ دوش سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلئے سوائے ست سنگ کے باقی سب سنگ چھوڑ دینے چاہئیں۔ پانچ گیان اندرے۔ پانچ کرم اندرے پانچ پران اور دو انتھہ کرن ان کے سموہ کا نام سوکھشم شریر ہے۔

۲۶:- کارن شریر کیا ہے؟ اگیان کا نام کارن شریر ہے۔ استھول اور سوکھشم ان دونوں کے ہونے کا کارن صرف اگیان ہے۔ پس میرا کا بڑھنا کارن شریر کا بڑھنا ہے۔ اور گھٹنا کارن شریر کا گھٹنا ہے۔

۲۷:- آتما کیا کرتا ہے؟ آتما نہ جنمتا ہے۔ نہ مرتا ہے۔ نہ بچہ ہوتا ہے۔ نہ بوڑھا۔ نہ دکھی ہوتا ہے۔ نہ سکھی۔ آتما چیتن ہے باقی سب درش جڑ ہے جس طرح مقناطیس پتھر کے پاس لوہا اپنے آپ ہلنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح آتما کے پاس ہونے سے جڑ شریر طرح طرح کے کام کرتا ہے۔ جیسے سورج کے چڑھنے پر سب جگت اپنے آپ نیند سے اٹھ کر کام کاج میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جڑ شریر میں آتما روپی سورج کے اودے ہونے پر کان، آنکھ وغیرہ سننا دیکھنا بولنا وغیرہ اپنے اپنے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۲۸:- جاگرت اوستھا کیا ہے؟ جس وقت گیان اندریاں اور کرم اندریاں باہر کے پدارتھوں کو جانتی ہیں۔ اور ان سے علیحدہ علیحدہ کام کرتی ہیں۔ اس حالت کا نام جاگرت ہے۔

۲۹:- سوپن اوستھا کیا ہے؟ جس وقت کل اندریاں من میں لین ہو جاتی ہیں۔ اس وقت آدمی نہ دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے نہ بولتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی اور کام کرتا ہے۔ اس وقت من جسکو جیو بھی کہتے ہیں۔ اپنی اچھا کا انوبھو کرتا ہے۔ جو چاہے دیکھتا ہے۔ جو چاہے سنتا ہے۔ جو چاہے بنا لیتا ہے۔ اس سمے اس کا بڑا زور

ہوتا ہے۔ جسطرح رسّی سے بندھا ہُوا پرندہ سب طرف اُڑ اُڑ کر لاچار ہو کر اپنی جگہ آ بیٹھتا ہے اُسی طرح من بھی جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ لیکن آخر پرانوں کا ہی آشرہ لیتا ہے۔ کیوں کہ من پرانوں کے ساتھ بندھا ہُوا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ من یوگ۔ ابھیاس سے قابو میں ہو جاتا ہے

۳۰:- من کیا ہے؟ ہمارا وہ پرِدھان اندر ہے جس میں ہمیشہ سنکلپ وکلپ۔ ہوتے رہتے ہیں۔ من کہلاتا ہے۔ یہی مُکتی اور بندھن کا کارن ہے۔ اس کے وش ہو کر ہم جنم لیتے اور مرتے ہیں۔ وِشئے وکاروں کی طرف جانے سے اس کی طاقت بڑھتی ہے۔ اور آتما کی طرف آنے سے اس کا زور کمزور ہو جاتا ہے

۳۱:- سُکھوپتی اوستھا کیا ہے؟ جس میں من آتما کے تیج سے اپنا سارا زور کھو بیٹھتا ہے۔ اور شانت ہو جاتا ہے۔ اس سمے جیو کو بڑا سُکھ ہوتا ہے۔ جس طرح رات ہونے پر پرندے درخت پر آرام کرتے ہیں۔ اُسی طرح سُکھوپتی میں تمام اندریوں کا سموہ آتما کا آشرہ لیکر ٹک جاتا ہے۔ اور من چُپ ہو جاتا ہے۔ جب آدمی جاگتا ہے۔ تو بُدھی کے کارن کہہ دیتا ہے۔ کہ میں ایسا سویا کہ کچھ پتہ نہ رہا اور خوب آنند آیا۔ اس اوستھا کا نام سُکھوپتی ہے۔

۳۲:- پانچ کوش کونسے ہیں؟ آتما پانچ کوشوں سے بھی علیحدہ ہے۔ اور ان کا ساکھشی ہے۔ پانچ کوش یہ ہیں۔

(۱) انّ مے کوش	استھول شریر کو کہتے ہیں۔
(۲) پران مے کوش	پانچ کرم اندریاں اور پران
(۳) منومے کوش	پانچ گیان اندریاں اور من
(۴) وگیان مے کوش	پانچ گیان اندریاں اور بُدھی

آتما تین اوستھاؤں۔ تین شریروں۔ پانچ کوشوں وغیرہ کا ساکھشی ہونے سے ان سے نیارا ہے۔ ست چت آنند روپ ہے۔ اور سب کا اپنا آپ ہے۔

شکریہ:-

رسالہ اوم کے ایک خاص پریمی (جو کہ اپنا نام شائع کرنا نہیں چاہتے) نے شانتی انک کے لئے مبلغ یکصد روپیہ ارسال فرمایا ہے۔ ہم ہاردک طور سے اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

رسالہ اوم کے خاص شہر دھالو شریمان ساہوکار گھونا تھہ داس جی نے مبلغ بیس روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ اس سے پیشتر بھی وقتاً فوقتاً امداد فرماتے رہے ہیں۔ ہم ان کے ان پوتر جذبات کے لئے اُن کو مُبارکباد دیتے ہیں۔ سردار کرپال سنگھ صاحب بھیرا رنہ نے مبلغ ۹ روپیہ ایسال کر کے ہماری امداد فرمائی ہے۔ ہم انکا دھنیہ باد کرتے ہیں۔ لالہ ہر شیخ پرشاد صاحب پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی دھرمسالہ نے رسالہ ہذا کے بہت سے خریدار دیکر ہماری امداد کی ہے۔ ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سردار ہری سنگھ جی و بابو گنیش داس جی پورن لائبریرین نے وہاں کے تمام ست سنگی صاحبان کو رسالہ اوم کا خریدار بنا کر ہماری کافی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ ہم انکا دھنیاد کرتے ہیں۔ ایسے ہی دیگر کئی پریمی سجنوں نے ہماری اپیل کو مدِ نظر رکھکر کئی خریداروں کا ... ہم ایسے پریمی سجنوں کے مشکور و ممنون ہیں۔ -مینجر-

سنتوں کا اگم دیش

محرم ہوئے سو جانے سادھو ایسا دیس ہمارا

وید کتیب پار نہیں پاویں کہن سُنن سے نیارا
بن جل بُوند پڑت جہاں بھاری نہیں میٹھا نہیں کھارا
بن بادل جہاں بجلی چمکے بن سُورج اُجیارا
جو چل جائے برہم جہاں درسے آگے اگم اپارا

جات برن کُل کریا نا ہیں سندھیا نیم اچارا
سُن محل میں نوبت باجے کنگری بین ستارا
نیناں بین جہاں موتی پڑے ہے بن سُر شبد اُچارا
کہیں کبیر تہاں رہن ہماری بُوجھے گُورمکھ پیارا

پریم رس

تُو میرا سکھا تو ہی میرا میت !
تُو میری پت تو ہی میرا گہنا
تو میرے لالن تُو میرے پران !
جیوں تم راکھو تیوں ہی رہنا ۔
جہاں جہاں دیکھوں تہاں تم بنا
تُو میری نوندھ تو ہی بھنڈارا
تُو میری شوبھا میں تم سنگ رچیا
من تن انتر تو ہی دھیایا !

تو میرا ساجن ۔ تم سنگ ہیت
تجھ بن نمکھ نہ جائی رہنا !
تو میرے صاحب تو میرے خان ۔
جو تم کہو سوئی ہم کرنا !!
نر کھے نام جپے تیرا رسنا !
رنگ رسا تو ہی مہہ آدھارا
تو میری اوٹ تو ہی میرا تکیہ
مرم تمہارا میں گُرتے پایا !

ستگورتے درڑھیا اک ایکے
نانک داس ہر ہر ہر ایکے

پریم بھگتی گیان ویراگ

از: شری مان منشی دیوی دیال صاحب وحید

الیشور کے اننیت پریم کا نام بھگتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ موزوں ہے۔ کہ الیشور کے پریم میں اپنی جان کا نچھاور کر دینا کلیتاً کامل پریم اور مکمل بھگتی کا غالب مقصود اور منتہائے معراج حقیقت ہے۔ پریم کی لگن میں جو منشیہ مگن رہتے ہیں۔ اُن کی زندگی پوتر اور مبارک ہے۔ پریم ایک ایسی انمولک اور قیمتی لطیف طاقت ہے۔ کہ جس کے تجلی اور جلال کے آگے ہر ایک ہستی تسخیر الف ہو کر الف میں لے ہو جاتی ہیں۔ یعنی ہر ایک ہستی اپنے نام و رُوپ کو مٹا کر اُس آدُتی جوت میں سما جاتی ہے۔ جس سے کہ پرگٹ ہوتی ہے۔ اگر سچ پوچھو تو ذات وصفات کے حاصل کرنے کے واسطے پریم ایک نہایت ہی لطیف اور دلچسپ راستہ ہے۔ کہ جس پر منش چلتا ہوا اپنے پیارے پریتم سے ملکر ایک ہو جاتا ہے۔ پریم میں ایسے پُر اثر معجز نما جذبات بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ مطلوب کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ فی الواقعہ پریم ایک نادر الوجود شے ہے۔ یہ بڑے شُبھ کرموں (نیک اعمال) کی بدولت حاصل ہوتا ہے جیسا کہ پریم بذات خود ایک مہان اوتم اور اونچے شان والی ایک لطیف شکتی ہے۔ اسی طرح اس کے تعلق میں آنے والا آدمی بھی اعلےٰ شاندار اور بزرگ ترین ہستی سے جا ملتا ہے۔ جسکے ملنے سے پھر کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش وتمنا نہیں رہتی۔ درحقیقت یہ بات سچ ہے۔ کہ پرتھوی میں پریم سے بڑھکر کوئی شئے افضل اور اعلیٰ پایہ کی نہیں ہے۔ پریم کے متعلق کسی مہاتما نے گوتم رشی سے پوچھا تھا۔ کہ بھگوان کا سرُوپ کیا ہے۔ رشی نے جواب دیا۔ کہ پریم اس سے صاف روشن ہے۔ کہ پریم سے ادھک کوئی وستو نہیں ہے۔ بھگت کبیر جی اس موقع پر کیا خوب فرماتے ہیں۔

پریم نہ باڑی اُپجے پریم نہ ہاٹ بکائے ۔ راجا پرجا جو رُچے سیس دیئے لے جائے

پریم پیالہ جو پیئے سیس دکھشنا دے ۔ لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے ۔

پریم پریم سب کوئی کہے پریم نہ چینے کوئے ۔ آٹھ پہر بھینا رہے پریم کہاوے سوئے

پریم بناں دھیرج ناہیں برہے بناں ویراگ ستگور بناں مٹے ناہیں من منسا کا داگ

جہاں پریم تہاں نیم ناہیں تہاں نہ بدھ وِوہار پریم مگن جب من بھیا تب کون گنے تت وار

جوگی جنگم سیوڑا سنیاسی درویش : بناں پریم پہنچے ناہیں دُرلبھ ستگور دیش

پیا چاہے پریم رس راکھا چاہے مان ، ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سُنا نہ کان !

پیا رس پیا تب جانیئے اُترے ناہیں خمار نام امل ماتا رہے پیئے امیں رس سار

کبیرا بھٹی پریم کی بہتک بیٹھے آئے سر سونپے سو پیوسی نا تو پیا نہ جائے

جب من تھا تب گور نا ہنہ اب گور ہے ہم نا ہنہ ۔ پریم گلی اَت سانگری تاں ہیں دو نہ سمایئں ۔
نینوں کی کر کوٹھڑی پتلی پلنگ بچھائے ۔ پلکوں کی چک ڈال کے پیا کو لیا رجھائے ۔
جب لگ مرنے سے ڈرے تب لگ پریمی نا ہنہ بڑی دُور ہے پریم گھر سمجھ لیئو من ماہنہ ۔

اب یہاں یہ تبلانے کی ضرورت ہے۔ کہ پریم کن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ پریم کے وہ ذرائع زبردست حاصل ہونے کے ہیں۔ ایک ذریعہ تو قدرتی ازلی ہے۔ یعنی وہ ہستیاں جو کہ شبھ (نیک فعال) کرتے ہوئے اس دارِ فانی سے چل بسے ہوں۔ وہ پھر جب انسانی جامہ پہنتے ہیں۔ تو بچپن میں ہی ان کے خیالات شُدھ ہوتے ہیں۔ ست سنگ میں جانے کا شوق ہوتا ہے۔ نیک خیالات کو دل پسند کرتا ہے۔ ویراگ اور فیاضی (دیا) کا مادہ جسم میں بھرا ہوتا ہے۔ بد افعال سے دل کو نفرت رہتی ہے۔ صحبت فقرا کی دل کو بھاتی ہے۔ بھگتوں کے صفاتِ حسنہ اور ان کے خیالات و حالات سننے کو دل چاہتا ہے۔ ایسے پاکیزہ اور شدھ ہردے والے منش تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی زندگی کو مکمل بنا کر اپنی ذات۔ احدیت میں لے ہوتے ہوئے اس فانی جامہ کو اُتار کر ابدی زندگی کو حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا ذریعہ پریم کے سمرن کا ہوتا ہے۔ یہ طریقہ عبادتِ الٰہی کا بھی نہایت افضل اور بہترین ذریعہ ایشور کے ساتھ پریم پیدا کرنے کا ہے۔ جیوں جیوں یہ منش بھگوان کا سمرن کرتا رہتا ہے۔ تیوں تیوں اُسکی شردھا اور پریتی بھگوان کے چرنوں میں بڑھتی رہتی ہے۔ اور مالکِ کُل کی نزدیکی حاصل ہوتی جاتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جس کی یاد ہر وقت کی جاوے اُس مشارٌ الیہ کا خیال ہی یاد کرنے والے کی طرف ضرور بالضرور منعطف ہو جاتا ہے عاشق کا مقولہ ہے کہ دل را بہ دل رہیست۔ بلکہ جب پریمی (طالبِ حق) یاد کرتے کرتے عالمِ محویت میں چلا جاتا ہے۔ تو ایشور ہی اپنے بھگت کیطرف خاص توجہ دینے لگ پڑتے ہیں۔ کیونکہ جب پریمی پرش صدق دلی اور خاص شردھا سے اپنے پریتم پیارے کا سمرن کرتا ہے تو وہ سمرن دل کے اندر خاص احساس پیدا کرتا ہے۔ جس سے پریمی کا دل ہر وقت مسرور اور الٰہی رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔ چہرہ پر نور برستا رہتا ہے۔ آنکھوں میں بھی وحدت کے ڈورے عجب بہار دیتے ہیں۔ پس جوں جوں منش پرماتما کی بھگتی کرتا ہے۔ تیوں تیوں اُس کا پریم مالک کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آخر الامر یہ صادق پریم یہانتک ترقی کر جاتا ہے۔ یہ پریم کی انتہائی حالت ہوتی ہے۔ اسی حالت میں آکر منصور نے انا الحق کہہ دیا تھا۔ اس موقعہ پر سائیں بلھے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی ۔ سدّو نی مینوں دھیدو رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی ۔

یہ پریم بھگتی کا انتہائی راز اور کمال محبت ہے۔ اس موقعہ پر پہنچکر گیان کی پراپتی ہوتی ہے۔ گیان کے معنی ہیں۔ جاننا۔ جس وقت پریمی جن نے اپنے سُروپ کو پہچان لیا۔ اُس اوستھا (حالت) کا نام گیان ہے مہاتماؤں کا قول ہے۔ کہ بھگتی کے ویراگ اور گیان دو پُتر ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ بھگونت بھگتی کا یہی کمال ہے۔ کہ عاشق و مخلوق۔ دھیاتا۔ دھیہ ایک ہو جاتا اسی کا نام گیان ہے۔ گیان کا اسی واسطے اُونچہ درجہ ہے۔ کہ اس منزل پر پہنچکر قطرہ سمندر میں بلکہ سمندر کا رُوپ بن جاتا ہے۔ پھر قطرہ کی امتیاز سمندر میں سمائے ہوئے کی نہیں ہو سکتی۔ پھر جب گیان کی پراپتی پریم کے اتصال سے ہوگی تو ویراگ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ پریم کی حالت میں ہی ویراگ پورے درجہ کا پراپت ہو جاتا ہے۔ ماسوائے ایک ذات ادوتی نارائن کے اور کوئی وستو دلکو بھاتی ہی نہیں۔ تمام دنیا کے پدارتھوں سے دلکو نفرت ہو جاتی ہے۔ پریمی آدمی کو اپنے دلارام کے سوائے اور کچھ دکھلائی نہیں دیتا۔ وہ جدھر نگاہ کرتا ہے۔ اپنا پر بھو پیارا ہی نظر آتا ہے۔ اس موقعہ پر حضرت نیاز صاحب فرماتے ہیں بیت

عشق میں آ عجب ہمزاد کیا خویش و بیگانہ ۔۔۔ اتفاق ہو۔ چہرہ یار جا بجا دیکھا ۔

بلکہ یہ بولنا تکلّف ہے۔ ہمنے اُسکو سُنا ہے۔ یا دیکھا۔ دیکھتا آپ ہے سُنتے ہے آپ۔ نہ کوئی اس کا ماسوا دیکھا۔ !
ویدا نے کی تھی اُسے خواہش۔ آپ کو ہر رنگ میں بنا دیکھا۔ صُورت گُل میں کھل کھلا کے ہنسا۔ شکل بلبل چہچہا دیکھا
شمع ہو کرکے اُوپر پروانہ۔ آپ کو آپ میں جلا دیکھا۔ کرکے دعوٰی لیکن انالحق کا۔ برسردار وہ کھینچا دیکھا۔
تھا وہ برتر شمار وما سے نیاز۔ پروُہی اب ماد شمار دیکھا۔

پیارے ناظرین۔! پریم کی عجیب ہی حالت ہے۔ بھگوت میں شری بھگوان جی فرماتے ہیں۔ کہ بھگت میرے اُدھین نہیں ہیں۔ بلکہ میں بھگتوں کے ادھین ہوں۔ رومی صاحب بھی فرماتے ہیں ؎

ہست طاقت اولیا را از الہ۔ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

یعنی فقرائے کامل۔ ریکھ میں میخ مار سکتے ہیں۔ ایک مہاتما کا واکیہ ہے ؎

پرکھوا اپنے مُکھ سے کہے ساد ھو میری دھ۔ ان کی چرنن کی مجھے پیاری لاگے کھہ
سادھو ہماری آتما سب سے پیاری موہے۔ نارد نشچے کیجئے۔ سانچ کہت ہوں توہے
میرے جن تو میں رہیں ہیں بھگتن کے ماہنہ۔ میرے اور ہم سنت میں کچھ بھی انتر ناہنہ

بھگتی ایک ایسی اُتم اور جاذب وستو ہے۔ کہ انسان کو مکمل انسان بنا دیتی ہے۔ سیدھا مکتی کے مارگ پر لیجا کر بھگوت اسے مِلا دیتی ہے۔

"اوم شم۔ اوم"

نوٹ

امر کتھا مسلسل تقریباً دو برس سے رسالہ "اوم" میں شائع ہو رہی ہے۔ چونکہ اس مضمون کے پریمی سجنوں نے اسے بہت پسند کیا ہے۔ اسلئے امر کتھا کو عنقریب ہی کتاب کی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو متلاشیان حق امر کتھا کو کتاب کی صورت میں خریدنا چاہیں وہ کرپا کرکے مصنف امر کتھا مہاتما بھاگ مل جی سینی ڈاکخانہ لانبڑہ براستہ شام چوراسی ضلع ہوشیارپور کو براہ راست مطلع کر دیں۔ چونکہ اس کی چھپوائی حسب ضرورت ہوگی۔ اس لئے ضرورتمند اصحاب پہلے اطلاع دیں۔ تاکہ بعد میں نا امید نہ ہونا پڑے۔

(مینجر)

رسالہ **اوم** کو ہر طرح مفید اور بہتر بنانے کے لئے جس قدر کوشش کی جاتی ہے۔ وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں کیا ناظرین کا یہ فرض نہیں کہ اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں۔ تاکہ اس روحانی چشمہ سے سب لوگ فیض حاصل کریں۔ مینجر

سحرفی حضرت بُلھے شاہ جی

ترجمہ از:- بخشی نر سنگھ داس جی　راولپنڈی

(ط)

طور محبوب دا جنہاں ڈٹھا - تنہاں دوسری طرف مکھ موڑیا ای !
کائی لنک پیار دی لٹ لیتے - ہٹے ہیں ایسا جیو جوڑیا ای
اٹھے پہر دیوان مستان پھردے - انہاں پیر آلود نہ بوڑیا ای
بلھا شاہ او آپ محبوب پھردا - عشق یار دے کفر سب توڑیا ای۔

شرح :- جنہوں نے ایک بار آتم ساکشات کار کر لیا - اور اپنے ذات لجت میں قیام حاصل کیا - اُن کی زندگی کی کایا پلٹ گئی - اُن کو سنسار سنسار نظر نہیں آتا - بلکہ آتم سروپ ہوجاتا ہے - وہ پریم کے سمندر میں ڈوب ہی جاتے ہیں، اور تمام سنسار کے ساتھ ایسا یوگ حاصل کرتے ہیں - کہ پھر پیچھے نہیں ہٹتے - بلکہ اپنی جزویت کو کلیت میں ذنا کر کے کُل ہوجاتے ہیں، پھر جزویت میں قدم نہیں رکھتے - پریم اور آنند کے سمندر میں غرق عاشق آٹھوں پہر دیوانے مستانے ہو کر کلیت کی لامحدود فضا میں سیر کرتے ہیں - اور کبھی اپنا قدم پیچھے کی طرف نہیں ہٹاتے - بلھا شاہ کہتے ہیں - کہ ایسا عاشق گیانوان تمام دنیا کا معشوق بن جاتا ہے یعنی دنیا اسے پوجنے لگتی ہے - اس طرح عشق الٰہی نے کفر یعنی غیریت اور دوییت کا خاتمہ کر دیا ہے -

(ظ ا ج)

جدا نہیں تیرا یار تیں تھیں - پھریں ڈھونڈا کسنوں دس مینوں !
پہلے ڈھونڈنے ہار نوں ڈھونڈ کھاں، توں پتہ تک گھر دے وچہ ہے اس تینوں
متاں توں ہی ہوویں آپ یار سب دا پھریں ڈھونڈا جنگلاں وچہ جنہوں۔
بلھا شاہ توں آپ محبوب ہویا - بھلا آپ نوں ڈھونڈا پھریں کینوں۔

شرح :- بلھا شاہ فرماتے ہیں - اے جگیاسو! ذرا مجھے بتا کہ تو کس کو تلاش کر رہا ہے - تیرا یار آنند تجھ سے جدا نہیں ہے - پہلے

"متلاشی کی کرو تلاش" آپ اپنے سیئں کھوج کرو - کہ تُم کون ہو - کیونکہ تم ہی پرتیکش آنند سروپ ہو - بقول کسے - ع "بندیا تو اپنا آپ پہچان * جے توا پنا آپ پچھاتا - سا ہیں ملنا آسان" جس کو تم جنگلوں میں تلاش کرتے پھرتے ہو - شاید تُم ہی وہ سب کے معشوق ہو - بُلّھا شاہ کہتے ہیں - کہ تم آپ ہی اپنے پریتم ہو - اپنے سُروپ کو بھول کر کسی غیر کو ڈھونڈتے پھرتے ہو۔

(ع)

عین ہی آپ ہے - بنا نقطے بس دا چین محبوب دلدار میرا!
اِک وار محبوب نوں جِن ڈِٹھا - اوہو ویکھنے ہارے سب کیرا
اُس توں لکھ بہشت قربان کیتے - پہنچے محل بے غم چکائے جھیڑا
بُلّھا شاہ اوحال مستان پھردے - ہاتھی متڑے تروڑ زنجیر جھیڑا

شرح:- میرے پریتم اتھوا آتما دیو غیریت سے پاک دوئی سے بے باک شدھ ادویت آنند سروپ ہے - جنہوں نے ایسے آتم سروپ کا ساکشاتکار کیا ہے - وہ سب کے درشٹا یعنی دیکھنے والے ساکھشی ہوگئے ہیں - ایسے آنند سروپ آتم دیو پر لاکھوں بہشت قربان کر کے بے غم آبادیا نج دھام با مکتی پد میں تمام جھگڑے فیصل کر کے جا پہنچے ہیں - بُلّھا شاہ کہتے ہیں - کہ جسطرح مست ہاتھی زنجیر توڑ کر آزاد ہو جاتا ہے جنگل کی سیر کی بہار مناتا ہے - اسی طرح گیان وان آتم درشی جزویت کی زنجیروں کو توڑ کر کُلیت کے میدان میں آزادی کا جشن اُڑاتا ہے۔

(غ)

غم نے مار حیران کیتا - اٹھے پہر پیارے نوں لوڑدی ساں
مینوں کھاونا پیونا بھُل گیا - رباہیل جانی ہتھ جوڑدی ساں
سئیاں چھڈ گئیاں میں اکیلڑی نوں - انگ ساک نالوں ناطہ توڑدی ساں
بُلّھا شاہ جد آپ نوں صحیح کیتا - تدوں مُتری انگ نہ موڑدی ساں

شرح:- اپنے ویراگ دشا کا حال بیان فرماتے ہیں - دُنیا کے پدارتھوں میں ویراگ اور ایشور آتما میں انوراگ اور عشق الٰہی کی مجبوریوں نے اسقدر حیران اور پریشان کر رکھا تھا - کہ ہر گھڑی پیارے پریتم کی یاد میں گذرتی تھی - کھانا پینا تک شاریرک گویا بھول گئیں اور ہر وقت یہی دُعا تھی - کہ اے ایشور مجھے اشٹ دیو سے ملاؤ یعنی درشن دو - اس گھور تپسیا میں شریر کی اندریوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا - یعنی کمزور ہوگئیں - اور میں نے بھی شریر - اندریہ - من - بُدھی - پت آدی سمبندھیوں سے تعلق توڑ دیا تھا - لیکن بُلّھا شاہ کہتے ہیں - جب آتم گیان کے ذریعہ اپنے آتم سروپ کو ساکشات کر لیا - تو تمام فکر و غم اور چنچلتا دُور ہوگئی - آتمانند روپی بستر پر ایسا سویا - کہ اب کروٹ تک نہیں بدلتا - گویا آنند میں گھورم ہوں۔

(ف)

فکر گیا سیو میر یونی - میں تاں آپنے آپ نوں صحیح کیتا!
کوڑا دیہہ دا نیہہ چکایا ای - دھور تھان کے لال نوں کڈھ لیتا

دیکھ دھوئیں دے دھولرے جگ سارا سُٹ گھتیا جی نے ہار جیتا۔
بُلہا شاہ آنند اکھنڈ ساچیا۔ جان آپ نوں آب حیات پیتا۔

شرح:۔ اے اندریہ رُوپی دوستو! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ اس لئے میرے تمام فکر و غم ختم ہو گئے ہیں۔ اب میں نے اس متھیا شریر ابھیمان کو تیاگ کر دیا ہے۔ اس لئے شریر رُوپی مٹی کو چھان کر آتم دیو رُوپی لعل میں نے نکال لیا ہے۔ اس جگت کی مثال اس طرح ہے۔ جیسے بادلوں کو دیکھکر کوئی ایشیا افریقہ کے نقشوں کی کلپنا کرے۔ یا جسطرح دھواں آسمان پر اُڑ کر کئی شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن کوئی وجودی ہستی نہیں رکھتا۔ اس آتم گیان کے راہ میں ہم نے سر دھڑ لگا دیا۔ اس لئے ہاری ہوئی بازی بھی جیت لی۔ بلہا شاہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے سروپ کو ست چت آنند جان کر کے گویا آب حیات پی لیا ہے۔ سچ ہے آتم گیان ہی اصلی آب حیات ہے۔

(ک)

کون جانے جان جاندی نوں۔ آپ جاننے ہار اے کل دا اسے!
پر تکھ کھڈیں آد پرمان جیتے سدھ ہیتے اسدے نہیں کھلدا اسے۔
نیتی نیتی کر وید بکھان دے نی نہیں دُوسرا اسدے تُل دا اسے۔
بلہا شاہ سنبھال جد آپ دیکھیا۔ سدا سویم پرکاش اے جھلدا اسے

شرح:۔ بُلہا شاہ کہتے ہیں۔ کہ پرانوں کے پران (جان کی جان) کو کون جانے۔ کیونکہ وہ آپ کُل کے جاننے والا ہے۔ کُل اپنے تمام اجزا کو جانتا ہے۔ لیکن کوئی جزو اپنے کُل کو کیسے پہچان سکتا ہے۔ ہاں آپ کو کُل میں لین کر سکتا ہے۔ اور جزو کا کُل کو جاننا اسی قسم کا راز ہے۔ جس طرح لوہے کے چمٹے کا اُسی ہاتھ کو پکڑنا جس میں خود گرفتار ہے۔ پرتکش سے آدلیکر جتنے بھی پرمان شاستروں نے سویکار کئے ہیں۔ وہ تمام اسی جاننے ہار سے سدھ ہوتے ہیں۔ ایسے گیان سروپ آتما میں بھول یا بھرم اگیان کبھی راہ نہیں پاتا۔ جس جاننہار ستا کا بیان وید نیتی نیتی آدی نشیدھ مکھ ریتی سے کرتے ہیں۔ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ وہ ایک اور ادوتی ہے۔ بلہا شاہ کہتے ہیں۔ جب آتم گیان کے ذریعہ خود انوبھو کیا تو دیکھا کہ سویم پرکاش ستا اپنی مہما میں استھت ہے۔

(گ)

گذر گمان تے سمجھ ایہہ کے اہنکار دا آسرا کوئی ناہیں!
بُدھی آدی سنگھات اجڑ دیکھئے جی بڑا کاٹھ پاشان جیوں کھوتی ہاہیں
آپ آتما گیان سروپ تیرا سدا اُبھر نہ بھر کھرا اک سائیں!
بُلہا شاہ جپ سو سیتی خودی چھوڑ خود ہو یکلہیں تاہیں

شرح :- اے جگیا سو۔ شک چھوڑ اور یہ سمجھ کہ اہنکار کا آسرا کوئی نہیں۔ یعنی اہنکار بذات خود کوئی شے نہیں۔ اور بدھی من سے لیکر شریر تک تمام مجموعہ کو جڑ جانو۔ جیسے زمین میں لکڑی اور پتھر پڑے ہوں۔ تم ان میں کوئی نہیں ہو۔ بلکہ تم گیان سروپ ہو۔ سدا اُچھرنا رہت ہو۔ تمہارے میں پُھرنا کبھی ہوا ہی نہیں۔ تم شدھ ایک ادویت ہو۔ بلہا شاہ کہتے ہیں۔ وچار اور وویک کے ذریعہ اناتم شریر آدی میں اہنکار کو چھوڑ اور خود ہو۔ یعنی شدھ اہنکار (اہم برہم اسمی) اختیار کر۔ تاکہ سچے آنند کی پراپتی ہو۔

(۱)

لگ آکھے جاگ کیوں سویا۔ جان بُجھ کے دُکھ کیوں پاونا ایں

ذرا آپ نہ ہٹیں برائیاں توں۔ کڈھ مسئلے لوک سناونا ایں۔

کاگ وِشٹا جیوں جہان سے چھڈی سنتاں وشے ماہیں کیوں چت بھلاونا ایں

بلہا شاہ اوہ جاننے ہار دِلدا۔ کریں چوریاں سادھو کہاونا ایں!

شرح :- یہاں جگیا سو کو واچک گیان سے بچانے کے لئے تنبیہ کرتے ہیں۔ تاکہ دھوکے میں نہ رہ جاوے۔ کہتے ہیں۔ اُٹھ اور کہا مان۔ اودیا روپی نیند سے جاگ۔ جان بوجھکر کیوں دُکھ پاتا ہے۔ خود تو برائیوں سے باز نہیں آتا۔ اور دوسروں کو مسئلے نکال کر سناتا ہے۔ یعنی دوسروں کی رہبری کرتا ہے۔ جس وشے کو سنتوں عارفوں نے کاک وشٹا جان کر تیاگ دیا ہے۔ تو اُسی میں چت کیوں پھنساتا ہے۔ دل میں بسنے والا آتم دیو تمہارے دل کی باتیں جانتا ہے۔ تم چوریاں کر کے سادھو کہلاتے ہو۔ اس سے کچھ لابھ نہیں۔ (اندروں ہور تے باہروں ہور وے سجناں)

(۲)

موجود ہر جا مولا۔ اُنہوں دیکھ کیا روپ بنایا سُو!

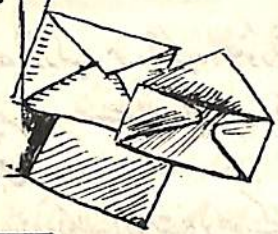
جویں ایک ہی تخم بہو طرح دِسے تیوں آپ ہی آپ پھیلایا سُو

سدا آپنے آپ میں کھیلدا اے۔ پُرش نار ہوئے چت ملایا سُو

بُلہا شاہ ہنیں ہول نقیں کجھ ہویا سوہی جانے جس آپ جنایا سُو

شرح :- کہتے ہیں۔ "تہنا نہ اُسے اپنے دل تنگ میں پہچان" بلکہ مالک ہر جگہ موجود ہے۔ اور اُس کا سنسار روپی کھیل دیکھ کہ کیا روپ دھارن کر رکھا ہے۔ جسطرح ایک ہی بیج درخت کی شکل میں کئی نام روپ دھارن کر لیتا ہے۔ اسیطرح اس پرماتم دیو نے اس سنسار کی شکل میں مختلف نام اور روپوں میں اپنے آپکو پھیلایا ہوا ہے۔ وہ سدا اپنی مہما میں آپ قائم ہے۔ غیریت اُسمیں راہ نہیں پاتی استری پرش کی شکل میں پریم روپی جذبہ کو پیدا کیا۔ اور دو دلوں کو ایک کر کے دکھایا ہے۔ بلہا شاہ کہتے ہیں۔ درحقیقت تینوں زمانوں میں کچھ ہوا ہی نہیں۔ ذات بجت جوں کی توں ستے ہے ہی آپ کہتے جانتا ہے جو سب کو گیان دیتا ہے۔ (باقی آئیندہ)

خطوطِ گوبند



سلسلہ کیلئے دیکھو ماہ نومبر ۱۹۳۸ء

یعنے

شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج کے اپنے خاص پریمی وست سنگی لالہ دولت رام جی سچدیو کے نام سادھن سار خطوط

(نمبر ۶۱)

ازگوجرانوالہ - ۲۲ راپریل ۱۹۲۵ء

پریے آتمہ - ادم - آنند

دِل کی خوشی نہیں گر و سبزہ و گُل کے ہاتھ کچھ
جس جا ہو دِل شگفتہ وہی چمن اور باغ ہے

ہیچ کُنج بے دَد و بے دام نیست — جُز بخلوتگاہ حق آرام نیست -

کُل دیش کال وستو گُن دوکش سے خالی نہیں - ایک آتم وستو ہی سرب گُن سے اتیت ہے - فقط

(نمبر ۶۲)

نقل خط بنام سردار ہری سنگھ جی لائل پور
منجانب سوامی جی

شملہ - ۱۲ رمئی ۱۹۲۵ء

پریے آتمہ - ادم آنند -

۱ :- بندھ کی نورتی اور مُکتی کی پراپتی کی خواہش ہی بندھ رُوپ ہے - کیونکہ آتما جو ست ہے - اس سے کسی دھرم یا متھیا پھل کا سمبندھ ہی کیسے ہو سکتا ہے - نیز آتما کو اسنگ اور سبھاوک شُدھ کہا جاتا ہے - اسلئے سب پُرشارتھ اس کے متعلق فضول ہے - البتہ یہی کہ تو یہ ہے - کہ میں سبھاوک شُدھ - نرمل اسنگ پرمارتھک مُکت رُوپ ہوں - میرے میں بندھ مُکتی وغیرہ کا نام ہی نہیں - جبکہ من بدھ وغیرہ کی رسائی ہی نہیں تو اس کا کلپا ہوا بندھ موکھ کہاں آسکتا ہے -

۲ :- درہڑھ بودھ کے لیئے بار بار لفتن مندرجہ بالا اور ایسی برتی رکھنے کی ضرورت ہے - اور کوئی کرتویہ نظر نہیں آتا -

۴:- جب ہر وقت یہی ابھیاس رہا۔ کہ انتشکرن اور اس کے پرماد اپرماد سب مجھ ادھشٹان میں کلپت پرتیت ہوتے ہیں۔ میں حقیقت میں ایک ادویت گیان سروپ ہوں۔ اور جملہ نام روپ وِشیشھی سمشٹھی استھول سوکشم ستا شون جل ترنگ وت مِتھیا یا حقیقت میں میرا ہی سروپ ہے۔ پھر پرماد اپرماد کیسا؟

ع جب جی میں یہ سمائی جو کچھ کہ ہے سو تو ہے۔ پھر دل سے دور کب ہو۔ قرب و حضور تیرا۔

اس ابھیاس کے رہنے پر کہ تمام نام روپ اور اسکی سمرتی یا پھرنا میرے سے بھن کچھ نہیں۔ تو پھر لیش اودیا کے سنسکار ہی اس کے سروپ کو قائم کر دکھلاتے ہیں۔ ورنہ ایک ادویت آتما ہی ہے۔

پراربدھ یا پرشارتھ کی کمی کو ماننا اور پرماد کو قائم کرنا ہی پرماد ہے۔ ایک ادویت انوبھو کئے جاؤ۔ سب کلپت فرضی پرکریا سمجھانے کے لئے ہے۔ اِن کا وہم چھوڑ دیں۔ فقط۔

(نمبر ۶۳)

شملہ۔ ۱۱ مئی ۱۹۲۵ء

پرے آتما۔ دولت رام جی۔ اوم آنند

خط آپ کا مل گیا۔ لیکن تعجب یہ ہے۔ کہ آپ کو اپنا چیتن روپ (گیان سروپ) نشچت نہیں ہوتا۔ تو پھر نشچت انشچت کا گیان کیسے ہوتا ہے۔ آنکھیں اگر دیکھتی اور پڑھتی بھی ہوں۔ تو پھر ان کو شک ہو جاوے۔ کہ ہم میں بینائی ہے۔ یا نہیں۔ تو اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ یہ سب وہم کی باتیں ہیں۔ آپ اودھوت گیتا۔ بکش پات۔ رہت انوبھو پرکاش اور اپرو کش انوبھوتی کو روزمرہ معہ اشٹاوکر وچار کرو۔ اور جو سرب برتیوں کے بھاؤ ابھاو کا دیکھنہار اور پرکاشک آتما ہے۔ کیا وہ کبھی چھپ سکتا ہے۔ جہاں سے جیسی برتی اٹھتی ہے۔ کیا اس کا کوئی دیکھنہار ساتھ نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی برتی نہیں اٹھتی تو اس کے ابھاؤ کو کون جانتا ہے۔ کسی کمزور دل اور کمزور وچار والے کی سنگت میں نہ بیٹھا کرو۔ خواہ کوئی ہو اور ہر وقت جو برتیاں اٹھنے نہ اٹھنے کو جانتا دیکھتا ہے۔ وہی آپ کو نشچے کرو۔ کبھی اس کا لوپ نہیں ہو سکتا۔ صبح صادق اٹھکر یہی وچار کرو۔ اور پڑھنا نت نیم وغیرہ معمولی سمجھ کر اس کو سب سے مقدم سمجھکر یہی ابھیاس صبح خاص طور اور پھر عام طور پر بنا رہنا چاہیئے۔ اس سے جلدی آپ کا وہم دور ہو جاوے گا۔ فقط۔

(نمبر ۶۴)

کنڈہ گھاٹ (پٹیالہ سٹیٹ) ۲۹ مئی ۱۹۲۵ء

چندیں ہزار جامہ بدل کردہ ہر حباب　-　دریائے بے کراں را حقیقت ہماں کہ ہست

ایہہ سنسار پار برہم کی لیلا و حیرت آن نہ ہوئی　(گرنتھ صاحب)

آپ کتھے آپ سننے ہار - آپے ایک آپے بستھار　(")

درجہاں چوں بنظر حق دیدم　-　خود تماشا و خود تماشائی۔

حاضر و ناظر خدا است و خدا　-　نیست چیزے از خدا واحد جدا

جس پرش کا یہ یقین پورا یعنی حق الیقین کے درجہ کا ہے۔ اور نظر بھی ایسی ہی رہتی ہے۔ وہی پرش مکمل انسان کہلا سکتا ہے۔ اگرچہ تمام ہی بہ نظر حقیقت و معنوی اعتبار سے بالا ایک ہی ہیں۔ تاہم ارم اور فنا کی اسی حالت میں ہے۔ اسلئے سب

صاحبان کو ان شعروں کے معنی و مطلب سمجھکہ باقاعدہ اس کا عامل ہونا اور اس پر حق الیقین کرنا چاہیئے۔ سوائے اسکے دکھوں سے چھوٹنا اور آنند کا منہ دیکھنا ناممکن ہے۔ فقط۔

(نمبر ۶۵)

از گنڈہ گھاٹ۔ ۱۵ر جون ۱۹۲۵ء

پریے آتما لالہ دولت رام جی۔ اوم آنند

آپ کا مضمون پڑھکر چت نہائیت پرسن ہوا۔ اور معلوم ہوگیا۔ کہ آپ اصلیت کو پورے طور پر سمجھ چکے ہیں۔ یہ آتما ہر ایک کو ہمیشہ اپروکش ہے۔ اعلے سمجھ (یعنی گیان) کی ہی ضرورت تھی۔ خود بخود جب بدھی صاف ہو جاتی ہے۔ راز انکشاف ہو جاتا ہے۔

جو آپ نے ایک شعر (اٹھاسٹھ ۶۸ سال اور تیرتھ جو سمجھے تھے کہیں باہر سب اپنے میں نظر آنا مبارک ہو۔ مبارک ہو۔) تشریح کے لئے لکھا تھا۔ وہ اس طرح ہے۔ کہ اس وقت ۱۹۶۸ سمت بکرمی تھا۔ بجائے اس کے ۶۸ درج کئے گئے۔ اور کل تیرتھ مشہور بھی ۶۸ ہی شاستروں سے سنے جاتے ہیں۔ جس سمت مذکورہ کو پہلے گیان او سھا میں اپنے سروپ سے باہر جانتا ہے۔ ان کو گیان ہونے پر اپنے انترگت یعنی اپنے سے جدا نہیں دیکھتا۔ یا یوں سمجھو کہ سمت ۶۸ سے مراد کال کی اور تیرتھوں سے مراد دیش کی۔ جہاں دو درج ہو جاویں۔ تیسرا خود بخود سمجھ لیا جاتا ہے۔ یعنی جب دیش اور کال مجھ سے جدا نہیں۔ تو پھر کوئی وستو بھی مجھ سے الگ نہیں۔ گویا سب مجھ میں ہی کلپت ہونے سے میرا ہی سروپ ہے۔ در اصل میں اکیلا آتم ادویت روپ ہوں۔ دیش کال وستو سب کہنے ماتر ہیں۔ یا سب میرا روپ ہیں۔ یا میں ہی اکیلا ادویت ہوں۔ اوم شانتی شانتی شانتی۔ فقط۔

افسوسناک اطلاع

برہم شروتری برہم نشٹھ شری ۱۰۸ شریمان سوامی گوبند آنند جی مہاراج شش شری ۱۰۸ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے اس پنچ بھوتک سگن سروپ کو مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲۲ مگھر سمت ۱۹۹۵ بروز بدھوار بوقت ۵ بجے شام شبھ تتھی پورنماشی چھوڑ کر اپنے نرگن شدھ سروپ میں لین ہوگئے

دفتر رسالہ "اوم" سے مندرجہ ذیل کتب مل سکتی ہیں

انوار حقیقت:۔ مصنفہ شریمان منوہر لعل جی طالب ۔۔۔ ۶/

پورن یوگ:۔ شری یت پنڈت ہرلعل چندر جی ۔۔۔۔ ۱۲/

یوگ سادھن:۔ " " " ۔۔۔ ۴/

آنند ارُدو:۔ مصنفہ لالہ بیجناتھ جی تالواڑ ۔۔۔۔ ۵/

شریمد بھاگوت گیتا گوڑھارتھ دیپکا:۔ مصنفہ لالہ جگن ناتھ جی آنریری مجسٹریٹ فیروز پور ۔۔۔۔۔ ۱/۸

جنسی مساوات:۔ مترجمہ لالہ نندکشور اعگرہ مجسٹریٹ فیروز پور مجلد ۔/۱ ۔ بلا جلد ۱۲/

بھگتی رہسیہ:۔ مترجمہ رائیزادہ شانتی نارائن۔ گیتا رہسیہ کا مکمل اردو ترجمہ ۔۔۔۔۔۔ ۱/-

نیتی سنگرہ ہندی بمصنفہ سوامی مترسین جی مہاراج ۔۔۔ ۶/

سری رام راگ ہندی " " " ۔۔۔۔

پرمانند پرابھتی ہندی " " " ۔۔۔۔۔

شری رماشمندہی " " " ۔۔۔۔۔

پرمانند بھجناولی ہندی مصنفہ لالہ پرمانند جی ایم۔ اے ۔۔۔۔۔

بیچین دِل:۔ مہاشہ بھولاناتھ سرنا ۔۔۔۔۔ ۴/

یوگ آسن۔ ہندی " " ۔۔۔۔۔ ۸/

پریم بھگتی۔ ہندی " " ۔۔۔۔۔ ۲/

نیولی کرم۔ ہندی " " ۔۔۔۔۔ ۴/

مہابھارت مجلد بالتصویر مصنفہ ٹھاکر سکھرام داس چوہان ۲/۱۲

گیان امرت:۔ مصنفہ لالہ شنکرداس ورما ۔۔۔۔ ۱۲/

مہاتما گاندھی:۔ مصنفہ پنڈت آتم سروپ صاحب ۸/

منوہر پشپانجلی ۔۔۔۔۔۔ ۴/

سری گورو نانک صاحب ۔۔۔۔۔۔ ۶/

گیان مالا ۔۔۔۔۔۔ ۱۰/

ستیہ وان ساوتری ۔۔۔ ۳/

کتھا ستیہ نارائن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰/

شریمد بھاگوت گیتا مجلد بھاشیہ ہندی ۱۸ ادھیائے معہ ادھیاتم ۔۔۔۔۔ ۱۲/

سری گورو گوبند سنگھ صاحب ۔۔۔۔۔ ۶/

انسان۔ مصنفہ لالہ کانشی رام صاحب چاولہ۔ اسمیں انسان کی خوش اسلوبی اور اسکی تقدیر کا مسئلہ بیان کیا ہوا ہے ۸/

تلسی رامائن سٹنڈرڈ خورد۔ مصنفہ شوبرت لعل ورمن ۲/-

رامائن سندر بھجنوں میں۔ مصنفہ لالہ ہری رام کپور گجراتی ۴/

سناتن سنگیت رامائن:۔ مصنفہ لالہ پریرام صاحب ۱/

شریمد بھاگوت کلاں:۔ مصنفہ منشی دوارکا داس جی افق ۲/۴

شنکلپ شکتی اور اسکا سنجم ہندی شریمتی اینی بسنت ۔۔۔ ۱۰/

کرم وو ستھا:۔ مصنفہ شریمتی اینی بسنت ۔۔۔۔۔ ۸/

ہمارا کرتویہ ۔۔۔۔۔۔ ایک پیسہ

گیجل گیتا ۔۔۔۔۔ ½ "

پریم کا سچا سُروپ ۔۔۔۔۔۔ ایک پیسہ

تیاگ سے بھگتی پراپتی ۔۔۔۔۔ " "

جیتا ہنی ۔۔۔۔۔ " "

ایشور ساکھشاتکار کے لئے نام جپ " "

لوکھ میں پاپ ۔۔۔۔۔ ½ "

اسپیت شلوکی گیتا ۔۔۔۔۔ ½ "

بلی ولیشو بدھی ۔۔۔۔۔ ۲ "

مہاتما کیسے کہتے ہیں ۔۔۔۔۔ ایک پیسہ

ایشور دیالو اور نیائے کاری ہیں ۔۔۔۔ " "

(MV شری سوامی وویکانند جی کے لیکچر مائی ماسٹر master) جو انہوں نے نیو یارک میں دیا۔ کا اردو ترجمہ ۔۔۔ قیمت صرف ۴/

نوٹ

رسالہ ہذا میں کتب کے جو اشتہارات چھپے ہیں وہ تمام کتب ناظرین کیلئے نہایت مفید ہیں اور قیمت کے لحاظ سے بھی گراں نہیں بلکہ ارزاں ہیں

رسالہ اوم کے دفتر سے شائع شدہ گیان اور بھگتی پر نادر کتب

(۱) گوبند پرکاش اُردو	مصنّفہ شری سوامی گوبندانند جی مہاراج	(۲) گوبند ولاس (ہندی)

جس طرح شری سوامی گوبندانند جی مہاراج ستگرو دار شید شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اسی طرح ان کی یہ ہر دو تصانیف بھی کسی اشتہار کی محتاج نہیں۔ پنجابی زبان میں اس سے زیادہ میٹھی دل میں گھر کرنے والی نظمیں اور مضامین اہل باطن اصحاب کی نظر میں کسی اور جگہ سے ملنے ناممکن ہیں۔ کتاب کو پڑھتے پڑھتے ہی دل کی حالت اور ہوتی جاتی ہے۔ یہ دونوں پستکیں ہر ایک گرہستی کے گھر میں ہونی چاہیں قیمت اُردو گوبند پرکاش سالم کپڑے کی سنہری جلد میں ۱۲ر آنے بلا جلد دس آنے ۱۰ر اور ہندی گوبند ولاس سالم کپڑے کی سنہری جلد میں صرف چھ آنے بلا جلد چار آنے (۴ر)

رنجیت نیتشا عرف فتحمندانہ نقطہ نگاہ

سورگبہ شری مہاتما رنجیت رام جی مہاراج کی لاجواب تصنیف۔ آپ نے اس کتاب میں ایک مہاتما اور منتلاشی کی گفتگو کی شکل میں روحانیت کی عمیق ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں کھول کر رکھ دیا ہے۔ تھوڑی سی توجہ دینے پر ہی آتم گیان کی جھلکیں بہ پنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے انسان اپنے آپ کو بحر نور و سرور میں تیرتا ہوا پاتا ہے۔ قیمت سنہری جلد میں صرف ۸ر آنے بلا جلد پانچ آنے (۵ر)

آنند ساگر

شری مہاتما بھاگ مل جی سینی ہریانہ کے آتم انو بھو دوارہ نکلے ہوئے رتن پنجابی نظم میں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آپ نے ویدانت کا سارا جوہر نکال کر قلمبند کر دیا ہے۔ قیمت صرف ۲ر آنے۔

خمخانہ خوشتر

حیدر آباد دکن کے مشہور شاعر راے بشن سنگھ صاحب خوشتر کی منظوم تصنیف لطیف روحانیت کے رنگ میں رنگی ہوئی نظموں کو جمع کر کے اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔ اہل ذوق اصحاب کیلئے نہایت آدرکی چیز ہے۔

قیمت صرف دو آنے (۲ر)

رُوحانی اور اعلیٰ زندگی پر اپنے انداز کا نیا اور نرالا لٹریچر

از شری پت پنڈت نرمل چندر جی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور

نُورِ زندگی } یہ کتاب سچ مچ ہی زندگی کی روشنی ہے۔ اس میں علم ذات و برہم گیان اور زندگی کے نہایت گہرے رازوں کو اس خوبی سے کھولا گیا ہے کہ اسے پڑھتے پڑھتے ہی انسان رُوحانی بلندیوں کی سیر کرنے لگتا ہے۔ یہ نادر تصنیف شخصی اور مجموعی زندگی کے واقعی سوالات کا مکمل حل پیش کر کے نوعِ انسان کی سچی راہنمائی کرتی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب ضخامت ۳۰۲ صفحات قیمت مجلد صرف ایک روپیہ چار آنے۔

پُورن دھرم } ہندوستانی زبان میں اگر کوئی کتاب گیان یوگ پر ٹیکسٹ بک کہلانے کی مستحق ہے۔ تو یہی ہے فلسفہ ویدانت پہ اس طرز کی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔ اس میں زندگی کے ان چار بنیادی سوالات پر سائنٹفک طریق سے بحث کی گئی ہے۔ میں کون ہوں۔ (۲) یہ کیا ہے۔ (۳) یہ کیوں ہے۔ (۴) زندگی کے معنی کیا ہیں؟ مرحوم لالہ سورج نرائن صاحب مہر نے اس کتاب کی بے انداز تعریف کرتے ہوئے اسے نثر میں نظم کا درجہ دیا ہے۔ صرف اپنا مطالعہ ہی اس کی خوبیاں بتلا سکتا ہے قیمت ۱ روپیہ

سرودِ ہستی } اگر زندگی کے سرور آنند کے اصلی رازوں کو عملی زبان میں جاننا مقصود ہو۔ تو سرودِ ہستی ایک بہار روحانی تحفہ ہے۔ اس میں گذشتہ اور آئندہ سے اوپر اٹھ کر زمانہ حال میں ہی سچی خوشی کو پانے اور زندگی کو سپھل کرنے کا سیدھا اور قدرتی راستہ دکھلایا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ کل موجودات آئینہ دار شفاف کہلانے کا اثر رکھتا ہے مگر مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ اس کتاب کی شان انتہار بازی کے طبقے پر بہت اونچی ہے قیمت مجلد ایک روپیہ۔

کشفِ حقیقت } گیان اوتار شنکر آچاریہ کی ایک لاجواب تصنیف "اپروکش انوبھوتی" طالبان معرفت کے لئے اس کا ایک ایک شلوک چشمۂ روشنی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کی تشریح اس خوبی اور کمالات سے کی ہے کہ تمام مسائل ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور کشفِ حقیقت درحقیقت اندرونی آنکھیں کھول کر ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے ہوئے پھل کی مانند برہم کا ساکشات انوبھو کرانے لگتا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ صفحات ۳۰۴۔

چترو کاش } کیرکٹر کی عمارت کے لئے یہ کتاب بےنظیر روحانی مصالحہ مہیا کرتی ہے۔ اس میں اخلاق کی بنیاد علم ذات آتم گیان اور نفسیات پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی زمین پر ہی جیون مکتی کا آنند لینے اور سورگ راجیہ قائم کرنے کے لئے بے خطا عقلی اور عملی اصول بتلائے گئے ہیں۔ بالخصوص نوجوانوں کے لئے یہ تصنیف ایک مینار روشنی ہے اور انعامات دئیے جانے کے لائق ہے سنہری جلد قیمت ۱۲ آنے۔

سینہ پرکاش } یہ کتاب کیا ہے۔ ایک دھڑکتی اور دلیرانہ اعلانِ حقیقت ہے۔ اس میں ایک طرف جہاں لاثانی فصاحت اور سادگی کے ساتھ رموز حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں مروجہ تعصبات اور توہمات کو بھی گویا جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ہے۔ اس کا مطالعہ غلامانہ ذہنیت سے پوری شفا بخشتا ہوا۔ زندگی کی سچی آزادی کا لطف دیتا ہے قیمت مجلد صرف ۸ آنے۔

سوراجیہ گیتا } اندرونی اور بیرونی سوراجیہ کا سیدھا اور یقینی مارگ دکھلانے والی ٹیکسٹ بک۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انسان کے دماغ سے منافرت اور تعصب کے خیالات فوراً نکل جاتے ہیں اور سمجھ آ جاتی ہے۔ کہ حصول سوراجیہ کے لئے کتنی محنت، اخوت، ضبطِ نفس اور تیاگ کی ضرورت ہے قیمت فی کاپی ۶؍

دھرم سار } مہاکوی ڈاکٹر رابندر ناتھ صاحب ٹیگور کے ایک بنگالی مضمون کا ترجمہ ہے جس میں مہاکوی نے دھرم کا اصلی نچوڑ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ جن لوگوں نے مہرشی ٹیگور کے خیالات کبھی کسی شکل میں پڑھے یا سنے ہیں۔ وہی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ قیمت صرف تین آنے۔

یوگ مکتی } یہ ایک بنگالی پستک "شورکت یوگ مکتی" کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں کیلاش کی چوٹی پر شو جی نے پاربتی کو آتم گیان اور یوگ کے متعلق جو اپدیش دیا ہے۔ نہایت خوبصورت الفاظ میں درج ہے۔ یوگ اور گیان کے متعلق یہ ایک سلکھ رتن ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف چار آنے

سرل مارگ } آتم آنند حاصل کرنے کا سیدھا اور سرل مارگ کون ہے اور اس مارگ پر چل کر ہم کس طرح دکھوں سے بلند ہو کر اپنے سروپ سے آنندت ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام رموز نہایت خوبصورتی سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف چار آنے ۴ر

خود شناسی } سوامی شنکر آچاریہ جی کی لاجواب کتاب آتم بودھ کا یہ اردو ترجمہ ہے۔ آتم گیان کو حاصل کرنے کے لئے اس کتاب سے بہتر شاید ہی کوئی پستک ہوگی۔ اہل نظر اصحاب کیلئے بڑے آدر کی چیز ہے قیمت ۳ آنہ

شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے انمول ویدانت رتن

کلیات رام حصہ اول } شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے بزبان اردو اپنے قلم سے لکھے ہوئے روح افزا اور سرور بخش مضامین پر یہ کتاب مشتمل ہے ۴۶۴ صفحات خوبصورت مجلد قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

کلیات رام حصہ دوم } سوامی جی کے مکمل حالات زندگی بچپن سے لیکر سنیاس دھارن کرنے تک۔ اس کے علاوہ اس حصہ میں ڈیڑھ صد کے قریب ان کے الہ صبوری کان سے نکلے۔ رتن جمع کئے گئے ہیں اور ان کی آٹھ کے قریب فوٹو بھی اس کتاب کی زینت ہیں حجم پانصد صفحات کے قریب قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

کلیات رام حصہ سوم } اس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی بارہ تحریر و تقریر درج ہیں۔ ضخامت ۳۴۰ صفحات مجلد قیمت عہ

ویدانو وچن } آنجہانی شری بابا نگینہ سنگھ جی کی شہرہ آفاق تصنیف اس میں برہم گیان کے دقیق مسائل کو نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو زمانہ حال میں ویدانت کا ایک مسلمہ رتن مانا جاتا ہے ضخامت پانچصد صفحات سے اوپر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

رام برشا } جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور دیگر مہاتماؤں کے بھجن اور غزلیات ہیں۔ حجم ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ

معیار المکاشفہ } بابا نگینہ سنگھ صاحب کی دوسری شاندار تصنیف ہے۔ اس کتاب میں چھاندوگیہ اپنشد کے چھٹے باب کی مفصل تشریح معہ نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف کتاب درج ہیں۔ حجم تقریباً دو صد صفحات قیمت ۸ آنے

رسالہ عجائب العلم } بابا صاحب کی تیسری تصنیف پہلی دو کتابوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے اس مختصر نسخہ میں ذات حق کو ہستی۔ علم۔ سرور ثابت کر کے نہایت ہی موثر دلائل بسلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا ہے۔ جو سجن اسے ایک بار ہی بغور پڑھ لیں گے۔ وہ خود ہی اپنے تجربہ سے اس کی داد دیں گے۔ قیمت ۶ آنے

جگجیت پرگیا } یعنی مشرح ترجمہ الیاداسیہ اپنشد عالیجناب بابا نگینہ سنگھ صاحب قیمت ۸ آنے۔

شناستر وکت اپاسنا ہندی۔ قیمت صرف ۸ آنے۔

آتم ساکھشاتکار کی کسوٹی ہندی قیمت صرف ۸ آنے۔

خطوط رام اردو۔ قیمت صرف ۸ آنے

شری سوامی وویکانند جی مہاراج کی بلند پایہ تصانیف

بھگتی اور ویدانت مترجمہ رائےزادہ منشی رام یہ سوامی جی کے ان لیکچروں کا ترجمہ ہے جو انہوں نے مختلف ممالک میں بھگتی اور ویدانت پر دیئے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

بھگتی } یہ بھی سوامی جی کے خیالات کا ہی ترجمہ ہے۔ مترجمہ ابنیزادہ شانتی نراین۔ قیمت صرف بارہ آنے ۔

بھگتی یوگ } اس کتاب کو بابو شیوبرت لال جی۔ ایم۔ اے نے اُردو کا جامہ پہنایا ہے اور سوامی جی مہاراج کے مفہوم کو نہایت خوبی سے محفوظ کیا ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

کرم یوگ } مترجمہ بابو شیوبرت لال جی ایم۔ اے قیمت صرف ۸/ آٹھ آنے ۔

راج یوگ } یہ کتاب یوگ سادھن کے شایق سجنوں کے بڑے کام کی چیز ہے۔ مترجمہ بابو شیوبرت لال جی قیمت صرف ۱۲/ آنے ۔

یوگ کے عملی سبق } مترجمہ بابو شیوبرت لال جی ایم اے قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

روحانی اشارے } شری سوامی رام کرشن جی پرمہنس کی طرف سے مثالیہ قصوں اور دلچسپ روایتوں کے ذریعہ حقیقت کا گنجینہ ہے۔ قیمت صرف چھ آنے

پراچین دھرم گرنتھ جن کا ہر شخص کو زندگی میں پاٹھ کرنا لازمی ہے

شریمد بھاگوت :- دُکھ رُوپی سنسار سے پار اُترنے اور موکش پد کو پراپت کرنے کے لیے شریمد بھاگوت کے پاٹھ سے بہتر اور کوئی سادھن نہیں۔ اُردو الفاظ میں نولکشور پریس لکھنو کی چھپی ہوئی اور شری اگھہر دیال جیسے فاضل اجل کے قلم سے ترجمہ شدہ بڑے سائز پر آٹھ صد صفحات پر مشتمل نہایت ہی خوبصورت سالم کپڑے کی مضبوط جلد میں صرف پانچ روپے میں منگوائیے۔

یوگ واشسٹ } بھگوان رام چندرجی کو ان کے قابل تعظیم گرو شری واشسٹ جی مہاراج نے جو گیان آتما اور پرماتما کے سمبندھ میں دیا ہے۔ وہ مکمل طور پر اس کتاب میں درج ہے۔ گیان کے دینے والی کوئی کتاب یوگ واشسٹ سے بہتر نہیں ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ شری سوامی دیال جی نے لفظ بہ لفظ کیا ہے۔ اور مالکان نولکشور پریس نے دو حصص میں بڑے سائز پر چھپوایا ہے۔ دونو حصص سالم کپڑے کی ایک جلد میں قیمت صرف چھ روپے ۸/ آنے ۔

تلسی رامائن سٹیک مکمل } مریادا پرشوتم بھگوان رام چندر جی کے لاثانی کیریکٹر کو گوسوامی تلسی داس جی نے نہایت حسن و خوبی اور پریم بھگتی سے ہندی کی زوردار نظم میں لکھا ہے۔ اس کتاب کو بابو شیوبرت لال جی ورمن نے اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اس میں گوسوامی تلسی داس جی کی سوانحعمری بھی دی گئی ہے۔ اردو زبان میں اس سے بہتر رامائن سوا دھیائے کے لیے دنیا میں موجود نہیں۔ بڑا سائز قیمت خوبصورت سنہری جلد میں صرف چھ روپے

پنچگرنتھی سٹیک } اگر آپ کو روحانیت کے بحر میں شامل پھول تیرنے والے گورو صاحبان کے وچنوں کے رہسیہ کو جاننے کا شوق ہے تو پنچگرنتھی سٹیک منگا کر پڑھیے۔ کہ جس کا ترجمہ ستھر یان بھائی دیا رام جی نے کیا ہے۔ اس میں جپ جی صاحب۔ شبد ہزارہ۔ رہراس سکھمنی وغیرہ کا روحانی گیان بھی شامل ہے قیمت مجلد دو روپے ۱۲/ آنے ۔

دیگر مہاتماؤں کی قابل دید تصانیف

کاشف القلب } از مہاتما شہنشاہ جی نیشٹک برہمچاری اس کتاب میں دنیاوی دکھوں سے چھٹکارا حاصل کر کے پرم آنند اور مکتی حاصل کرنے اور پرماتما میں لین ہونے کے آسان اور سیدھے راستے بتلائے گئے ہیں۔ حق کے متلاشیوں کے لیے انمول رتن ہے قیمت عہ روپیہ

بھجن کیرتن مجلد صفحات ۲۴۰ مہاتما شہنشاہ جی مہاراج قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۔

چوراسی چھیدن ستوتر ہندی قیمت ا/

چوراسی چھیدن اُردو - ا/

من کی کنجی مصنفہ شہنشاہ جی مہاراج ہندی مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنے

یوگ وششٹ } مہرشی بابو شیوبرت لال جی ایم۔ اے نے اصلی گرنتھ کے تمام قصے کہانی اور مسائل و مطالبات کے انتہائی دلچسپ روحانی قلم اختصار سے بوضاحت درج کئے ہیں۔ پونے چار سو صفحات کی طویل و ضخیم کتاب لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ قیمت دو روپے ۲

روحانی گلدستہ } یہ نہایت مفید کتاب ہے جو کہ رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی۔ اے کی تصنیف کردہ ہے۔ ہر ایک گرہستی کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۴ آنے

خوش نصیب دوست } بھگوان کرشن چندر اور بھگت سداماں کی سچی دوستی کے نظارے عجیب انداز سے دکھلائے گئے ہیں۔ فوٹو بلاک دیدہ زیب۔ قیمت ۱۲ آنے۔

کامیابی کی کنجی از بابو شیوبرت لال ورمن ایم۔ اے قیمت ۴

پریم کہانیاں } اس میں بچوں کے لیے نصیحت آموز کہانیاں درج ہیں۔ قیمت صرف ۵ آنے۔

اناسکتی یوگ مہاتما گاندھی } اس میں مہاتما گاندھی جی نے شریمد بھگوت گیتا کی بے نظیر تشریح کی ہے۔ قیمت صرف ۶ آنے

قدرتی طریق علاج } جرمنی کے مشہور ماہر معالج و خادم خلق مسٹر اڈولف جسٹ کی بہترین تصنیف "ریٹرن ٹو نیچر" کا بہترین ترجمہ جو کہ گوجرانوالہ کے مشہور فاضل وکیل سردار بھاگ سنگھ جی نے مصنف کی اجازت سے نہایت محنت سے کیا ہے۔ ایک جلد منگوا کر اپنی جسمانی اور روحانی بہتری کے اسباب دیکھئے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے ۲

بھگت سورداس } بھگتوں کے سرومنی سورداس جی کے حالات زندگی۔ قیمت چار آنے

کبیر بھگت اور ان کی تعلیم } یہ کتاب بابو شیوبرت لال ورمن کی تصنیف ہے کبیر صاحب کے حالات زندگی اور انکی تعلیم کا اصل [illegible] قیمت ۱

آنند ایشوری گیتا } سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے سیوک سوامی آنند تیرتھ جی کی تصنیف لطیف دو حصص ہیں۔ یہ شریمد بھگوت گیتا کی شرح ہے۔ لیکن ایسے ڈھنگ اور پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ کہ گیتا گیان امرت کی ہر ایک رمز نہایت آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ ضخامت ہر دو حصص ۴۴۹ صفحات قیمت دو روپے۔ ایک حصہ ایک روپیہ میں بھی مل سکتا ہے۔

ہری کیرتن } شری مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر ویدانت کیسری جالندھر کی تالیف تمام کی تمام منظوم اور ایک ایک بھجن اور نظم میں اتنا سرور اور کیف کہ پڑھتے پڑھتے ہی انسان کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب چھ حصص پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ہری مہما کے بھجن۔ حصہ دوم ہری پریم کے بھجن۔ حصہ سوم بینے کے بھجن۔ حصہ چہارم من کے چتاونی کے بھجن۔ حصہ پنجم میں ویراگ کے بھجن۔ حصہ ششم میں گیان کے بھجن ہیں۔ ان کے تمام بھجن سنت اور مہاپرشوں کی بانیاں ہیں۔ اردو زبان میں ایسا سنگرہ نایاب ہے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ نہایت خوبصورت ضخامت ۲۱۰ صفحات۔ قیمت ۱۲ آنے۔

ہندی ہری کیرتن قیمت ۱۲ آنے۔

روحانی کہانیاں } عرف چراغ ہدایت از پنڈت وشنو دت جی سیالکوٹی۔ ۲۲۴ صفحات قیمت ۱۲ آنے

کبیر بھجناولی } کبیر صاحب کے چیدہ اور منوہر بھجنوں کا گلدستہ ہے۔ از بابو شیوبرت لال جی ورمن قیمت ۱۰ آنے۔

پریم ترنگ } دو حصوں میں ہر ایک مذاہب کی کتب مقدسہ کا نچوڑ مصنفہ لالہ کانشی رام صاحب قیمت ایک روپیہ

بھگوت گیتا } مصنفہ شو ناتھ رائے جی لتکین اردو زبان میں قیمت صرف ۱۲ آنے

نسیم عرفان جانک شیئی } شریمد بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ پنڈتی شیو پرشاد لکھنوی۔ قیمت دو روپے ۲ قیمت ۴

منشی سورج نرائن صاحب مہر کی قابل دید تصانیف

چہل درویش قیمت صرف تین روپے - روحانی کہانیاں قیمت صرف دو روپے (عما) گیان کتھائیں قیمت صرف ایک روپیہ (عمر) یوگ واشسٹ سار قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) سچ دشٹی قیمت ایک روپیہ ۸ر - وچار ساگر - ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) ویدانت سار قیمت ایکروپیہ (عر) جیون مکتی قیمت صرف ایک روپیہ (عر) عام فہم ویدانت قیمت صرف آٹھ آنے (۸ر) - کلام مہر جلد اول ایک روپیہ (عہ) کلام مہر جلد دوم قیمت صرف آٹھ آنے - رامائن مہر قیمت صرف ایک روپیہ ۴ آنے (عہ) مہر بھجناولی قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ) بھجن مالا قیمت ۸ر آنے - بھگتی یوگ قیمت صرف ۸ آنے - غزلیات مہر قیمت آٹھ آنے

سوامی منتر سین جی مہاراج کی تصانیف لطیف

آنند ہندی زبان میں - قیمت صرف چار آنے (ہر)

ایشا واسیہ اپنشد شنکر بھاشیہ سہت - مترجمہ ڈاکٹر لبھو رام جی چوپڑہ ایم - بی - سی - ایچ جی قیمت ۸ر آنے -

چھاندگیہ اپنشد - حصہ اول - نگیوں کی بدھی - سرشٹی کی اُتپتی برہم ودیا کا سوکھشم وچار - پر بالتو صحیح صراحت - قیمت ۶ر

چھاندگیہ اپنشد حصہ دوم - نارد اور سنت کمار کے سمواد روپ کتھا کے ذریعہ آتم اُپاسنا اور برہم ودیا کا ورنن ہے قیمت ۶ر آنے

یوگ درشنم - دنیاوی دکھوں اور بندھنوں سے آزاد کر کے پرم سکھ اور موکش کی سدھی پراپت کرتا قیمت ۶ر آنے -

سانکھیہ درشنم - شنکر بھاشیہ کے آدھار پر ٹیکا سہت اس میں سرشٹی کی اُتپتی کے کرم وستار پورک ورنن قیمت صرف ۶ر آنے -

شریمد بھاگوت گیارھواں اسکندھ - پرم بھگت سکھا اُدھو کو بھگوان کرشن کا گیان اُپدیش قیمت صرف ۶ آنے

ہندی بھاشا میں گیان پتھ پر چلانیوالی انمول پستکیں

۱- سکھمنی صاحب ٹیک اردو ضخامت ۴۲۶ قیمت صرف ایکروپیہ

۲- جپ جی صاحب وشند ہر اردو } مصنفہ ماسٹر بہار سنگھ صاحب قیمت ۶ر
معہ جیون پرکاش گورو نانک نرنکاری }

۳- ہندی یوگ وشسٹ نولکشور پریس - قیمت نو روپے

۴- سکھ ساگر - شریمد بھاگوت کا ہندی الوّاد - چار روپے

۵- گوبند بلاس ہندی - مصنفہ شری سوامی گوبندانند جی مہاراج شیہ شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج مجلد ۶ر بلا جلد ۴ر

۶- ہری کیرتن - تصنیف مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر رسالہ ویدانت کیسری، ہری مہما کے بھجنوں کا سنگرہ ہے - قیمت ۱۲ر

۷- شریمد بھگوت گیتا - شری شنکر بھاشا بھاشیہ - سرل ہندی الوّاد میں آسانی پیدا کر دی گئی ہے - ۹۱۵ صفحات تین سہ رنگی تصاویر - قیمت مجلد صرف دو روپے بارہ آنے -

۸- گیتا معمولی بھاشا ٹیکا ہندی - نہایت سستی حجم ۳۵۲ صفحات - قیمت صرف ڈھائی آنے -

۹- ایشا واسیہ اپنشد - ترجمہ معہ شنکر بھاشیہ - بالتصویر - ضخامت ۵۰ صفحات - قیمت ۲ آنے -

۱۰- کین اپنشد - ترجمہ معہ بھاشیہ - بالتصویر ضخامت ۱۴۶ صفحات - قیمت آٹھ آنے (۸ر)

۱۱- کٹھ اپنشد - ترجمہ معہ شنکر بھاشیہ بالتصویر ضخامت ۱۷۲ صفحات - قیمت صرف نو آنے (۹ر)

۱۲- منڈک اپنشد- ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ بالتصویر ضخامت ۱۴۲ صفحات قیمت صرف سات آنے۔

۱۳- ایتریہ اپنشد:- ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ ضخامت ۷۰ صفحات بالتصویر قیمت چھ آنے۔

۱۴- پرشن اپنشد- ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ بالتصویر- ضخامت ۱۳۰ صفحات قیمت سات آنے۔

۱۵- تیتریہ اپنشد- ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ بالتصویر ضخامت ۲۵۲ صفحات قیمت ۱۳ر (تیرہ آنے)۔

۱۶- وشنو پوران سٹیک- بالتصویر- مجلد قیمت دو روپیہ آٹھ آنے۔

۱۷- ادھیاتم رامائن- مجلد قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

۱۸- پریم لوک- قیمت سوا روپیہ (عہ)

۱۹ شری تکارام چرتر- قیمت ایک روپیہ تین آنہ۔

۲۰- بھاگوت رتن پرہلاد- بمعہ آٹھ رنگین تصاویر اور بلاک کے خوبصورت فوٹو صفحات ۴۰۲ قیمت ایک روپیہ

۲۱- ونے پتر کا سٹیک- سرل ہندی چھ تصاویر- مصنفہ شری ہنومان پرشاد جی- قیمت ایک روپیہ۔

۲۲- گیتاولی سٹیک- قیمت ایک روپیہ۔

۲۳- موکھشو سر دس ہار- بھاشا پرانتہ ضخامت ۱۱۶ ۱۳ آنے

۲۴- شری چیتنیہ چرتراولی- قیمت چودہ آنے۔

۲۵- تتو چنتامنی خورد- قیمت ۵ آنے۔

۲۶- تتو چنتامنی- کلاں حصہ اول بالتصویر اس کے متن سے دھرم میں شردھا- بھگوت پریم- ست ویوہار اور شانتی پراپت ہوتی ہے صفحات ۳۵۰- قیمت دس آنے۔

۲۷- تتو چنتامنی- حصہ دوم- بالتصویر اس میں لوک اور پرلوک کے سکھ سادھن کا مارگ بتانے والے سندر سندر مضامین کا مجموعہ ہے ۶۳۶ صفحات قیمت ۱۴ آنے مجلد ایک روپیہ ۲ر

۲۸- تتو چنتامنی حصہ دوم خورد- چھوٹا سائز بالتصویر- قیمت صرف ۶ آنے- مجلد آٹھ آنے۔

۲۹- پوجا کے پھول قیمت ۱۳ر آنے۔

۳۰- شریمد بھاگوت ایکادش سکندھ- نہایت اپڈیشن وائیک بالتصویر- ہندی ترجمہ- صفحات ۴۲۰ قیمت ۱۲ر

۳۱- دیورشی نارد- دو رنگین تین سادہ تصاویر ضخامت ۲۴۰ صفحات خوبصورت ٹائپ قیمت ۱۲ر

۳۲- شری ناگت رہسیہ بالتصویر- ضخامت ۲۰۶ صفحات قیمت صرف گیارہ آنے (۱۱ر)

۳۳- وشنو سہسر نام شنکر بھاشیہ- قیمت دس آنے۔

۳۴- آنند مارگ- بالتصویر- صفحات ۳۲۴ قیمت ۹ آنے

۳۵- شری رتناولی- مصنفہ بھولے بابا جی شری اور ارتھ ساتھ- صفحات ۲۸۸ قیمت صرف ۸ر آنے

۳۶- ستوتر رتناولی- ہندی ترجمہ بالتصویر قیمت آٹھ آنے ۸ر

۳۷- دن چریہ- قیمت صرف ۸ آنے۔

۳۸- تلسی دل- قیمت صرف ۸ر آنے

۳۹- نے ویدیہ- قیمت صرف ۸ر آنے۔

۴۰- وویک چوڑامنی- بھاشا بھاشیہ بالتصویر قیمت ۵ر

۴۱- شری رام کرشن اپدیش- قیمت صرف ۷ر آنے

۴۲- بھگت بھارتی- بمعہ سات تصاویر قیمت سات آنے۔

۴۳- دھوپ دیپ- قیمت صرف سات آنے ۷ر

۴۴- تتو وچار- قیمت چھ آنے (۶) ر

۴۵- اپنشدوں کے چودہ رتن- مجلد قیمت ۶ آنے۔

۴۶- پریم درشن- نارد بھگتی سوتر مفصل ٹیکا قیمت ۵ر آنے

۴۷- گیتا میں بھگتی یوگ- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۴۸- بھگت بالک- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۴۹- بھگت ناری- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۵۰- بھگت پنچ رتن- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۵۱- آدرش بھگت- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۵۲- بھگت سپت رتن- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۵۳- بھگت چندرکا- سات تصاویر قیمت ۵ آنے۔

۵۴- بھگت کسم- قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

۵۵- پریمی بھگت- چھ تصاویر والی قیمت صرف ۵ آنے

۵۶ - یورپ کی بھگت استریاں۔ تین تصاویر۔ قیمت ۴ر آنے۔
۵۷ - برج کی جھانکی۔ قیمت صرف ۴ر آنے۔
۵۸ - بدری کیدار کی جھانکی۔ قیمت صرف ۴ر آنے۔
۵۹ - پرمارتھ پترادلی۔ قیمت ۴ر آنے۔
۶۰ - گیان یوگ۔ قیمت صرف ۴ر آنے۔
۶۱ - کلیان کنج۔ باتصویر۔ قیمت صرف ۴ر آنے۔
۶۲ - پرلوودھ سدھاکر۔ باتصویر قیمت صرف ۲ ۰ر
۶۳ - مانو دھرم۔ قیمت صرف ۳ر آنے۔
۶۴ - سادھن پتھ۔ باتصویر قیمت اڑھائی آنے ۲ ۰ر
۶۵ - اپروکھش انو بھوتی۔ باتصویر صرف ۲ ۰ر آنے۔
۶۶ - نتن مالا۔ قیمت صرف اڑھائی آنے ۲ ۰ر
۶۷ - بھجن سنگرہ۔ پانچ حصوں میں الگ الگ قیمت فی جلد ۲ ۰ر
۶۸ - استری دھرم پرشنوتری۔ سوال وجواب قیمت ۱ ۰ر آنہ
۶۹ - پریاگ مہاتم۔ قیمت صرف ۲ ۰ر آنے۔
۷۰ - ست شلوکی سٹیک۔ قیمت صرف ۲ آنے۔
۷۱ - چترکوٹ کی جھانکی۔ قیمت صرف ۱ ۰ر آنہ
۷۲ - گوپی پریم۔ قیمت صرف ۱ ۰ر آنہ۔
۷۳ - منوسمرتی۔ دوسرا ادھیائے ارتھ سہت قیمت صرف ۱ ۰ر
۷۴ - ہنومان باہک۔ قیمت صرف ۱ ۰ر آنہ۔
۷۵ - ایشور۔ قیمت صرف ۱ر
۷۶ - مول رامائن قیمت صرف ۱ر
۷۷ - آنند کی لہریں۔ باتصویر قیمت صرف ایک آنہ۔
۷۸ - شری گوبند دامودر ستوتر۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۷۹ - پریم بھکتی پرکاش۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۰ - پریم چرچہ۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۱ - سماج سدھار۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۲ - ایک سنت کا انوبھو۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۳ - آچاریہ کے سداپدیش۔ قیمت صرف ایک آنہ

۸۴ - سپت مہابرت۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۵ - ورتمان شکھشا۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۶ - سچا سکھ اور اسکی پراپتی کا اپائے۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۷ - بھگوت استتی سنگرہ۔ قیمت دو روپے چار آنے۔
۸۸ - شری کرشن لیلا۔ قیمت دو روپے ۸ آنے۔
۸۹ - آدرش بھراتری پریم۔ قیمت صرف دو آنے۔
۹۰ - بال شکھشا۔ قیمت صرف ایک آنہ۔
۹۱ - شریرک میمانسا درشن۔ قیمت تین پیسے ۰ر
۹۲ - شری رام گیتا۔ قیمت تین پیسے ۰ر
۹۳ - وشنو سہسر نام مول۔ قیمت تین پیسے ۰ر
۹۴ - ہرے رام بھجن۔ قیمت تین پیسے ۰ر
۹۵ - سیتا رام بھجن۔ قیمت دو پیسے ۰ر
۹۶ - بھگوان کیا ہیں۔ قیمت دو پیسے۔
۹۷ - گیتوکت سانکھیہ یوگ اور نشکام کرم یوگ۔ قیمت ۰ر
۹۸ - سیوا کے منتر۔ قیمت صرف ۰ر دو پیسے۔
۹۹ - پرشنوتری۔ قیمت صرف دو ۰ر پیسے
۱۰۰ - سندھیا۔ قیمت صرف دو پیسے ۰ر
۱۰۱ - بلی ویشو دیو ودھی۔ قیمت صرف دو پیسے ۰ر
۱۰۲ - ستیہ کی شرن سے مکتی۔ قیمت صرف دو پیسے ۰ر
۱۰۳ - بھگوت پراپتی کے دو وودھ اپائے۔ قیمت صرف دو پیسے ۰ر
۱۰۴ - ویاپار سدھار کی اوشکتا۔ قیمت دو پیسے ۰ر
۱۰۵ - پاتنجل یوگ درشن مول۔ قیمت ایک پیسہ۔
۱۰۶ - دھرم کیا ہے۔ قیمت ایک پیسہ۔
۱۰۷ - دویہ سندیش۔ قیمت ایک پیسہ۔
۱۰۸ - کلیان بھاونا۔ قیمت ایک پیسہ
۱۰۹ - شری ہری سنکیرتن دھن۔ ایک پیسہ
۱۱۰ - گیتا دوسرا ادھیائے۔ قیمت ایک پیسہ۔
۱۱۱ - نارد بھکتی سوتر۔ قیمت ایک پیسہ۔

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ ادم (مندر لالہ نہال چند) لوہار منڈی لاہور

The following English Books can be had from the "OM" Office, Lahore.

(1) **Story of Miran Bai Price** -/13/-

(2) **Mind, its mystry and Control.** Price -/8/-

(3) **Immannence of God** Price -/2/-

(4) **The Complete Works of Swami Ram** Price Rs. 7 net per set for 8 Vols.

(5) **The Srimad Bhagawata.**—The highest truths of religion and Philosophy. Translated by Dr. V. Raghavan. M. A., Text in Devanagari and English translation, price Rs. 1/4/-

(6) **Valmiki Ramayana**—Text in Devanagri and English Translation By Prof. P. P. S. Sastri M. A. Price Rs. 1/4/-

(7) **The Maha Bharata**—Text in Devanagri and English translation by Dr. V. Raghavan M.A. P.H. D. price Rs 1/4/-

(8) **Life and Teachings of Budha.**—By A. Dharmapala Price As. -/12/-

(9) **Bhagavad Gita.**—Text in Devanagri and translation by Dr. Besant. Price As. -/4/-

Three Great Acharyas.—

(10) **Three Great Acharyas**—Sankara, Ramanuja and Madhwa price Rs. 2 -

(11) **Karma Yoga & Bhagti Yog.**—The Ideal of Karma Yoga. by Swami Vivekananda. price Rs. 1/8/-

(12) **Practical Vedanta.**—Contains the famous four lectures of Swami Vivekanda. This book forms a part of Gyan Yoga. Excellent get-up. Price As. -/10/-.

(13) **In the Hours of Meditation.**—By F. G. Alexander. A beautiful Symposium of devout thoughts. Cloth bound. price Re. 1/-

(14) **Sri Krishna and Udhava.**—By Swami Madhavananda. The immortal Dialogue comprising. Chapters 6 to 29 of the Bhagavata. In two parts. Boards, price Re. 1/4/- and Rs. 2/- respectively.

(15) **Teachings of Isa Upanishad** In the light of Modern thoughts and Literature by L Sain Das, M. A., (Calcutta). B. A. (Cantab) Formerly Principal D.A.V. College, Lahore. Price 1/4/.

Spiritual Doses—by Parmsant Shahanshah maharaj. Divine Prayer and teachings in God-sent enchanting verses. A true & easy ladder to salvation. Price As. 4 (With translation in urdu Verses As. 8)

Tribune Dated 6th June, 1937.

THE "BHAKTI ANK"

It is a pleasure to go through the Special Number of the High Class Spiritual Magazine "Om" namely "BHAKTI ANK" edited by L. Gorakh Nath Nanda. It is really a collection of moral, spiritual and philosophical thoughts of various seekers after truth the book is without doubt a treasure of spiritual experiences realised by teachers of different schools of thought. In this age of materialism and external Pomp and Show it diverts one's attention to the mysterious depths of Spiritual Reality and bring one face to face with the Noumenon—The thing in itself as distinguished from the Phenomen. The book is very nicely bound and is priced at Rs. 1-8

Editor.

R. L. No. 3622. "Om" Lahore, February 1939.

رسالہ دہارمک "اوم" لاہور

एकं सत् विप्राः वहुधा वदन्ति

ॐ

Vol. 5 No. 2

حقیقت ایک ہے مگر بیانات میں اختلاف ہے

Editor:—GORAKH NATH NANDA.

OM



Shri 108 Swami Gobind Anand Ji Maharaj

دادُو دُوسر کو نہیں دُوسر من کی دَوڑ

دَوڑ مِٹی سنسا گیا وُست ٹھَور کی ٹھور

رسالہ "اوم" بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۹ء

اغراض و مقاصد

(۱) زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔
(۲) بھگتوں۔ یوگیوں۔ گیانیوں اور دوسرے مہاپرشوں کے ابھارنے والی زندگیوں کے موثر حالات پیش کرنا۔
(۳) عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔
(۴) ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔
(۵) تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری قدرشناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا

قواعد و ضوابط

۱:- یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کے ہفتہ اول میں شائع ہوتا ہے۔
۲:- اہل قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کے ادبی و روحانی معیار پر پورے اتریں۔
۳:- اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ ۱۰ تاریخ تک چٹھی لکھکر پرچہ طلب کر سکتے ہیں اس کے بعد تعمیل نہ ہوگی۔
۴:- خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔
۵:- منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط حروف میں لکھنا چاہیئے۔ تاکہ رقم درست طور پر اصحاب متعلقہ کے حساب میں جمع ہو سکے۔
۶:- تمام منی آرڈر دفتر ہذا کے بنکیرز میسرز سٹی بنک لمیٹڈ لاہور وصول کرتے ہیں۔ اسلئے سٹی بنک کے منیجر صاحب کے دستخطوں کی رسید ٹھیک سمجھنی چاہیئے۔

ضروری التماس

جن اصحاب کی خدمت میں کسی سجن کی سفارش پر یا انہیں دھرم پریمی خیال کر کے یا ان کی اپنی ہی درخواست پر پرچہ ہذا بطور نمونہ ارسال ہوتا ہے۔ ان کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ پرچہ کے مطالعہ کے بعد وہ اپنی خریداری کی منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں۔ کیونکہ جہاں ہم نے ان کی دھارمک جذبات کی توقع پر ان کے شبھ نام پر پرچہ مفت ارسال کرنے میں تامل نہیں کیا۔ اور چار پانچ آنے کا خرچ برداشت کیا ہے۔ وہاں ہم ان کی طرف سے تین پیسے کے جواب کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہ پرچہ کوئی بیوپارک پرچہ نہیں۔ روپیہ کمانے کی غرض سے جاری نہیں ہوا۔ بلکہ روحانی خیالات کے مشن کو لے کر جاری ہوا ہے۔ اسلئے یہ سب کا ہے۔ اور سب کے لئے ہے۔ اور سبھی کو اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسے بلند پایہ اور ہر لحاظ سے بہتر پرچہ کی سرپرستی ہر ایک سجن کو خود بھی کرنی چاہیئے اور دیگر دوستوں کو بھی اس کا خریدار بنانا چاہیئے

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

معاون خصوصی
پنڈت نرمل چندر جی پروفیسر دیال سنگھ کالج

اوشا

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

فہرست مضامین

بابت ماہ فروری ۱۹۳۹ء

منش کے اندر بھگتی بھاؤ۔ دھرم جیون۔ شانتی اور آنند کی تازہ روح پھونکنے والا

رسالہ "اوم" لاہور کا

"شانتی انک"

نہایت آب و تاب شان سے یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو پابندیٔ وقت کیساتھ شائع ہوگا

یہ انک نہ صرف مکمل بھگتی درشن ہے۔ بلکہ اسمیں پربھگتی سوتروں کی ویاکھیا کے ساتھ ان پوجیہ بھگتوں کی سوانح حیات بھی کافی تعداد میں دی گئیں ہیں۔ کہ جنہوں نے بھگوان روپی شمع پر قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھا۔ اور پریم آنند آگھنند شانتی کی بلند فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے سنساری دبداؤں سے گھبرائی ہوئی اور مایاوی پنجوں سے فریب خوردہ آتماؤں کے لئے اپنی جیونیاں بطور ایک روشنی کے جگمگاتے ہوئے مینار کے چھوڑ گئے۔ ایسے مہاپرشوں کے حالات زندگی کے مطالعہ سے منش کے دل میں ایک ایسا ابھار پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ اسے پریم مارگ پر ڈالے بنا نہیں رہتا۔ کتھاؤں کے ذریعے زندگی میں شبھ پرورتن لانے کے لئے یہ ایک لاثانی چیز ہے۔ اس انک میں پربھگتی سوتروں کے علاوہ شری مہابھارت کا مکمل شانتی پرب بھی دیا گیا ہے۔ بھگتی مارگ پر چلانے کے لئے یہ ایک اکسیر چیز ہے۔

یہ انک نہایت پابندیٔ وقت کیساتھ یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو شائع ہوگا۔ جسکی تیاریاں زور شور سے شروع ہیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی دیدہ زیب۔ ضخامت تقریباً چار صد صفحات۔ بیسیوں سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر سے مزین ہوگا۔ فی کاپی کی قیمت دو روپیہ ہوگی۔ اگر آپ ابھی تک رسالہ "اوم" کے خریدار نہیں ہیں۔ تو فوراً اس کا سالانہ چندہ تین روپیہ معہ ۱۲ خرچ رجسٹری شانتی انک کل ۴/۳ روپیہ ارسال کر کے سارا سال "اوم" جیسے بلند پایہ پرچہ کا بھی مطالعہ کیجئے۔ اور شانتی انک بھی مفت حاصل کیجئے۔

"مینجر"

ضروری نوٹ

جن اصحاب نے رسالہ "اوم" کا سالانہ چندہ ۱۹۳۹ء مبلغ تین روپیہ ارسال کر کے کرم یوگی انک وصول کیا ہوا ہے۔ ان کی سیوا میں فرداً فرداً چھٹیاں لکھی جا چکی ہیں۔ کہ "شانتی انک" کی قیمت دو روپیہ کی بجائے ڈیڑھ روپیہ ارسال کر کے مشکور فرماویں۔ چنانچہ بہت سے اصحاب نے ان ہماری چھٹیوں کی تعمیل میں ہی مذکورہ بالا رقم ارسال کر دی ہے۔ جن سجنوں نے ابھی تک اس طرف غور نہیں کیا۔ وہ کرپا کر کے مبلغ ڈیڑھ روپیہ قیمت شانتی انک اور ۴/ خرچ رجسٹری کل ۱۲/۱ روپیہ ارسال کر دیویں۔ بصورت دیگر ان کی سیوا میں شانتی انک ۸/۱ روپیہ میں وی۔پی کیا جاوے گا۔ اگر کسی بھائی کو شانتی انک لینے میں انکار ہو تو ہمیں بر وقت اطلاع دیویں۔ تاکہ انکی سیوا میں شانتی انک ارسال نہ کیا جاوے۔ (۲) شانتی انک ایک خوبصورت سر دلعزیز ضخیم پستک تیار ہوئی ہے۔ معمولی ڈاک میں اسکے گم ہونے کا بہت اندیشہ ہے۔ کیونکہ جب ماہوار پرچوں کے ڈاک میں گم ہونے کی عام شکایت ہے تو بھلا اس بے نظیر تحفہ کا منزل مقصود پر پہنچنا Ordinary ڈاک میں کہاں ممکن ہو سکتا ہے۔ اسلئے یہ لازمی طور پر بذریعہ رجسٹری اوم کے پریمیوں کی سیوا میں پہنچانیکا فیصلہ کیا ہے۔ جن سجنوں نے ابھی تک ۴/ بابت رجسٹری خرچ ارسال نہیں کئے ان کو چار آنے کے وی۔پی میں شانتی انک ارسال خدمت ہوگا۔ ناظرین نوٹ فرمالیں۔ (۳) شانتی انک کی چھپوائی کا کام تقریباً نصف ختم ہو چکا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے۔ کہ یہ جلد سے جلد تیار کرا کر پریمی سجنوں کی سیوا میں پہنچایا جاوے تاہم اسکی جلد بندی اور ڈسپیچ کرنے میں کافی وقت درکار ہوگا۔ کیونکہ ڈاک خانہ والے یکمشت ایک ہی دن میں اتنی زیادہ تعداد ڈسپیچ نہیں کر سکتے۔ اس کام کے لئے دو تین ہفتہ لگ جاویں تو کوئی تعجب نہیں۔ سب پرچے بذریعہ رجسٹری یا بذریعہ وی۔پی ارسال ہونگے۔ راستے میں گم ہونے کا امکان نہیں اسلئے یکم اپریل سے پیشتر پرچہ نہ پہنچنے کی شکایت کرنا بے سود ہوگا۔ ناظرین نوٹ فرمالیویں۔

"منیجر"

ہربنس لال ماہی کاتب لاہور

سُکھمنی صاحب

مترجمہ اسابیدو عینسر　　　نرمل چندر جی

شری گورو ارجن دیو جی مہاراج کی شہرۂ آفاق تصنیف لطیف

ایک اونکار ست گور پرساد

ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸਭਿ ਕੁਲ ਉਧਾਰੇ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਸਾਜਨ ਮੀਤ ਕੁਟੰਬ ਨਿਸਤਾਰੇ ॥
ਸਾਧੂ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸੋ ਧਨੁ ਪਾਵੈ ॥ ਜਿਸੁ ਧਨ ਤੇ ਸਭੁ ਕੋ ਵਰਸਾਵੈ ॥
ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਧਰਮਰਾਇ ਕਰੇ ਸੇਵਾ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸੋਭਾ ਸੁਰ ਦੇਵਾ ॥
ਸਾਧੂ ਕੈ ਸੰਗਿ ਪਾਪ ਪਲਾਇਨ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਅੰਮ੍ਰਿਤ ਗੁਨ ਗਾਇਨ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸ੍ਰਬ ਥਾਨ ਗੰਮਿ ॥ ਨਾਨਕ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸਫਲ ਜਨੰਮ ॥ ੫ ॥

سادھ سنگ سبھ کُل اُدھارے　　　سادھ سنگ ساجن میت کُٹنب نِستارے

سادھ کے سنگ سو دھن پاوے　　　جس دھن تے سب کو ورسادے۔

سادھ سنگ دھرم رائے کرے سیوا　　　سادھ سنگ سوبھا سُر دیوا۔

سادھ کے سنگ پاپ پلاین　　　سادھ سنگ امرت گُن گایُن۔

سادھ کے سنگ سرب تھاں گم　　　نانک سادھو کے سنگ سپھل جنم۔

لغات :- کُل = خاندان　　کُٹنب = کنبہ　　سُر دیوا = دیوتاؤں　　پلائین = بھاگ جاتے ہیں۔
ورسادے = فیض پہنچاتا ہے۔　　گم = رسائی

معنی :- صحبت فقیری سے سارے خاندان کا بھلا ہوتا ہے۔ کنبہ اور دوست یار بھی نجات پا جاتے ہیں۔ اور وہ دولت ہاتھ لگتا ہے۔ جس سے وہ سب کو فیض پہنچانے کے قابل ہوتا ہے۔ اور دھرم راج خود اس کا خادم ہو جاتا ہے۔ اور دیوتے اُس کے مداح بن جاتے ہیں۔ کل گناہ بھاگ جاتے ہیں۔ اور مالک کی حمد و ثنا کا آب بقا نصیب ہوتا ہے

اُور ہر جگہ رسائی حاصل ہوتی ہے۔ (گُورو نانک جی کہتے ہیں۔ کہ) سادھو سنگت میں رہنے سے ہی جنم سپھل ہوتا ہے۔
مطلب:- جب صحبت فقرا کی بدولت نئی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ خاندان۔ کنبے اُور دیگر تعلقداروں پر قدرتاً اثر ڈال ان کی نجات و فلاح کا موجب ہوتی ہے۔ اُور جو روحانی دولت ہاتھ آتی ہے۔ وہ بانٹنے سے گھٹ جانے کی بجائے اُور ہی اُور بڑھتی ہے۔ اُور وہ دولت سبھی کو درکار ہے۔ دھرم راج (قانون قُدرت) اس کی خدمت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ وہ جس زندگی کُل کا خادم ہے۔ سادھو اس کے ساتھ ایک ہو چکا ہے۔ گناہ خود بخود ہی اسی طرح دُور بھاگ جاتے ہیں جس طرح کہ نُورِ آفتاب سے جراثیم امراض۔ سادھو کی صحبت میں رہنے سے کل مکان و زماں اپنے اندر محسوس ہونے لگتے ہیں اُور اس لئے وہ جزویت کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔

ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨਹੀ ਕਛੁ ਘਾਲ ॥ ਦਰਸਨੁ ਭੇਟਤ ਹੋਤ ਨਿਹਾਲ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਕਲੂਖਤ ਹਰੈ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨਰਕ ਪਰਹਰੈ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਈਹਾ ਊਹਾ ਸੁਹੇਲਾ ॥ ਸਾਧਸੰਗਿ ਬਿਛੁਰਤ ਹਰਿ ਮੇਲਾ ॥
ਜੋ ਇਛੈ ਸੋਈ ਫਲੁ ਪਾਵੈ ॥ ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨ ਬਿਰਥਾ ਜਾਵੈ ॥
ਪਾਰਬ੍ਰਹਮੁ ਸਾਧ ਰਿਦ ਬਸੈ ॥ ਨਾਨਕ ਉਧਰੈ ਸਾਧ ਸੁਨਿ ਰਸੈ ॥ ੬ ॥

سادھ کے سنگ نہیں کچھ گھال — درشن بھینٹت ہوت نہال ۔
سادھ کے سنگ کلوکھت ہرے — سادھ کے سنگ نرک پرہرے
سادھ کے سنگ ایہا اُوہا سُہیلا — سادھ سنگ بچھرت ہری میلا
جو اِچھے سوئی پھل پاوے — سادھ کے سنگ نہ برتھا جاوے
پار برھم سادھ رِدے بسے — نانک اُدھرے سادھ سُن رسے

لغات:- گھال = محنت کلوکھت = سیاہی۔ کثافت ہرے = دُور ہو جاتا ہے۔ ایہا اوہا = اِس دُنیا اُور عاقبت سہیلا = سکھی رسے = رسنا (زبان) سے بچن

معنی:- فقیر کی صحبت میں رہ کر کچھ مشقت نہیں کرنی پڑتی۔ اس کے دیدار سے ہی مراد بر آتی ہے۔ دل کی کثافت دُور ہو جاتی ہے۔ اُور سب دُکھ مٹ جاتے ہیں۔ اس دُنیا اُور عاقبت میں راحت پاتا ہے۔ اُور خدا سے مہجوری دُور ہو کر وصل نصیب ہوتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ پاتا ہے۔ اُور اس کا کوئی کام بھی نِشپھل نہیں رہتا۔ (گُورو نانک جی کہتے ہیں۔ کہ) وہ ذات برتر فقیر کے دل میں بستی ہے۔ اُور اس کا کلام نجات بخشتا ہے۔
مطلب:- سادھو کے سنگ میں رہنے سے خود بخود ہی من تن میں تبدیلی آنے لگتی ہے۔ جو کسی تدبیر اُور ریاضت کے ذریعے ممکن نہیں۔ اس کا دیدار ہی اُبھارتا اُور مسرور کرتا ہے۔ دل کی کثافات دُور ہونے سے قدرتاً اپنا آپ ہی دوزخ سے بہشت میں بدل جاتا ہے۔ خدا سے واصل ہونے کے سبب سے اسی کے وجود میں اثبات اس قدر بڑھ جاتا

ہے۔ کہ اس کا ہر خیال و خواہش اور فعل بارآور ہوئے بنا نہیں رہتے چونکہ سادھو سدا ہی زندگی در روشنی کے چشمہ حقیقی سے واصل رہتا ہے۔ اس لئے اُس کے دل سے جو کلام بھی باہر آتا ہے۔ زندگی دیتا اور قیود سے آزاد کرتا ہے۔

ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਸੁਨਉ ਹਰਿ ਨਾਉ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਹਰਿ ਕੇ ਗੁਨ ਗਾਉ ॥
ਮਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਨ ਮਨ ਤੇ ਬਿਸਰੈ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਸਰਪਰ ਨਿਸਤਰੈ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਲਗੈ ਪ੍ਰਭੁ ਮੀਠਾ ॥ ਸਾਧੂ ਕੈ ਸੰਗਿ ਘਟਿ ਘਟਿ ਡੀਠਾ ॥
ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਭਏ ਆਗਿਆਕਾਰੀ ॥ ਸਾਧ ਸੰਗਿ ਗਤਿ ਭਈ ਹਮਾਰੀ ॥
ਸਾਧ ਕੈ ਸੰਗਿ ਮਿਟੇ ਸਭਿ ਰੋਗ ॥ ਨਾਨਕ ਸਾਧ ਭੇਟੇ ਸੰਜੋਗ ॥ ੭ ॥

سادھ کے سنگ سنو ہری ناؤ   سادھ کے سنگ ہری کے گن گاؤ۔
سادھ کے سنگ نہ من تے بسرے   سادھ سنگ سرپر نستر ے
سادھ کے سنگ لگے پربھو میٹھا   سادھو کے سنگ گھٹ گھٹ ڈیٹھا
سادھ کے سنگ بھیئے آگیا کاری   سادھ سنگ گتی بھئی ہماری۔
سادھ کے سنگ مٹے سبھ روگ   نانک سادھ بھیٹے سنجوگ

لغات:۔ سرپر = لازمی طور پر۔ بھیٹے = مل گئے۔ سنجوگ = اتفاقاً

معنی:۔ سادھو کی سنگت میں رہ کر ہری نام (نام حق) سنو اور ہری گن گایا کرو۔ سادھو کے پاس رہنے سے پرماتما کبھی من سے بھولتا ہی نہیں۔ لازمی طور پر نجات حاصل ہوتی ہے۔ مالک میٹھا لگنے لگتا ہے۔ اور ہر ایک دل میں دکھائی دیتا ہے (گورو نانک جی فرماتے ہیں کہ) سادھو کی صحبت میں رہ کر ہم حکم کے بندے ہوتے اور نجات پاتے ہیں۔ فقیر کی اتفاقیہ صحبت نے ہمارے سب روگ ہی مٹا دیئے ہیں۔

مطلب:۔ فقیر کی صحبت میں مالک کی یاد اور اسکی حمد و ثنا کا ہی چرچا رہتا ہے۔ اور اس لئے وہاں وہ غفلت طاری نہیں ہوتی۔ جب یہ حال ہو تو حصول نجات یقینی امر ہے۔ سادھو سنگ کا ایک عجیب اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے دنیا میٹھی اور خدا کڑوا محسوس ہوتا تھا۔ اب دنیاوی خواہشات خود بخود مٹ جانے پر مالک حقیقی کے لئے دل میں عشق بیدار ہونے لگ جاتا ہے۔ اور جب دل میں اس کا خیال ہو۔ تو ہر وجود کے اندر بھی وہی نظر آتا ہے۔ زندگی تمام خودرائی اور خودروی چھوڑ کر عین اطاعت ہو جاتی ہے۔ سچے سادھو کا میل اتفاق یا ارادہ ازلی (providence) سے ہی ہوتا ہے۔ اور اسکی صحبت تمام اندرونی روگوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔

ਸਾਧ ਕੀ ਮਹਿਮਾ ਬੇਦ ਨ ਜਾਨਹਿ ॥ ਜੇਤਾ ਸੁਨਹਿ ਤੇਤਾ ਬਖਿਆਨਹਿ ॥
ਸਾਧ ਕੀ ਉਪਮਾ ਤਿਹੁ ਗੁਣ ਤੇ ਦੂਰਿ ॥ ਸਾਧ ਕੀ ਉਪਮਾ ਰਹੀ ਭਰਪੂਰਿ ॥
ਸਾਧ ਕੀ ਸੋਭਾ ਕਾ ਨਾਹੀ ਅੰਤ ॥ ਸਾਧ ਕੀ ਸੋਭਾ ਸਦਾ ਬੇਅੰਤ ॥

ਸਾਧ ਕੀ ਸੋਭਾ ਊਚ ਤੇ ਊਚੀ ॥ ਸਾਧ ਕੀ ਸੋਭਾ ਮੂਚ ਤੇ ਮੂਚੀ ॥
ਸਾਧ ਕੀ ਸੋਭਾ ਸਾਧ ਬਨਿ ਆਈ ॥ ਨਾਨਕ ਸਾਧ ਪ੍ਰਭ ਭੇਦੁ ਨ ਭਾਈ ॥ ੮ ॥ ੯ ॥

سادھ کی مہما بید نہ جانہہ - جیتا سنہیہ تیتا بکھانہہ

سادھ کی اُپماں تہہ گنُ تے دُور - سادھ کی اُپما رہی بھرپُور

سادھ کی سوبھا کا ناہیں انت سادھ کی سوبھا سدا بے انت

سادھ کی سوبھا اُوچ تے اُوچی سادھ کی سوبھا مُوچ تے مُوچی

سادھ کی سوبھا سادھ بن آئی نانک سادھ پربھ بھید نہ بھائی

لغات:- بکھانہہ = بیان کرتے ہیں۔ تہہ گنُ = تین گنُ ۔ ست ۔ رج ۔ تم سوبھا = تعریف ۔ مداح

مُوچ تے مُوچی = زیادہ سے زیادہ

معنی:- سادھُو کی عظمت کو وید بھی نہیں جانتے (بیان کر سکتے) وہ جس قدر سُنتے ہیں ۔ اُسی قدر ہی کہہ سکتے ہیں ۔ سادھُو کی مہما تینوں گنُوں سے پرے ہے ۔ اور ہر جگہ پھیل رہی ہے ۔ اس کی عظمت کی حد نہیں کیونکہ وہ سدا ہی غیر محدُود ہے ۔ اسکی عظمت اُونچی سے اونچی اور زیادہ سے زیادہ ہے ۔ سادھُو کی عظمت کو سادھ ہی جان سکتا ہے ۔ (گورو نانک جی فرماتے ہیں ۔ کہ) اے بھائی! خدا اور فقیر میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔

مطلب:- لفظ و خیال سدا ساتھ رہتے ہیں ۔ اور جو بات خیال سے پرے ہے ۔ وہ لفظی قید میں نہیں آسکتا ۔ ویدوں کی تعلیم لفظ و خیال سے اِدھر نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ وہ لفظی بیانات ہی نہیں ۔ سادھُو کی اندرُونی اور وجدانی حالت لفظ و خیال سے پرے ہوتی ہے ۔ کیونکہ وہ جس ذات سے واصل ہوتا ہے ۔ اس تک خیال و بیان دونوں کی ہی رسائی نہیں ہے ۔ ویدوں کی تعلیم (بھگوت کے الفاظ میں) تین گنُوں تک ہی محدُود ہے ۔ مگر سادھُو کی حالت ترگنا تیت . . . . (تین گنوں سکون حرکت اور موازنہ) سے پرے ہُوا کرتی ہے ۔ کُل ہستی ہی سادھو کی مدحت سرائی میں مصروف ہے ۔ کیونکہ وہ اسی ذات کی مظہر ہے ۔ جس میں سادھُو نے اپنی خودی کھو دی ہے ۔ سادھُو کی تعریف ہو نہیں سکتی ۔ کیونکہ اس کی عظمت خودی میں نہیں بلکہ غیر محدُود ذات سے تعلق رکھتی ہے ۔ اس لئے اس کی عظمت اُونچی سے اونچی اور پرے سے پرے ہے ۔ اور اسے سادھُو ہی جان سکتا ہے ۔ دُوسرا کوئی قیاس دل میں لا نہیں سکتا ۔ بیان کا تو ذکر ہی کیا ۔ اس کی عظمت ہی ہے ۔ کہ وہ اب مالک سے جُداگانہ ہستی نہیں رکھتا

منی آرڈر بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر بھی اپنا نام اور پورا پتہ معہ چِٹ نمبر خوشخط حرُوف میں لکھا کریں ۔ مُنیجر

زمین اور انسان

از شری یت پنڈت نرمل چند رجی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور

مذہب عام طور پر یہ سکھلاتا ہے۔ کہ انسان زمینی زندگی کے ساتھ عارضی تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایک مسافر ہے۔ جو اپنا اصلی وطن چھوڑ کر یہاں بدیش میں پھرتا ہوا زمینی اثرات کے زیر اثر اپنا سچا گھر بار بھول ہی گیا ہے۔ لیکن آخر اور لازمی طور پر اسے اپنے وطن کی طرف ہی عود کرنا ہوگا۔

لیکن اگر ہم مذہبی عقاید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے واقعات کا بے تعصب مشاہدہ کرنا شروع کریں۔ تب ہمارا تاریخی اور واقعی تجربہ تو صرف اسی قدر بتلاتا ہے۔ کہ اس زمین پر زندگی اول ہی اول سمندر میں پیدا ہوئی۔ اور طویل زمانوں میں نشو و نما پا کر اپنے آبی وطن میں سما نہ سکی۔ اسلئے وہ ناچار خشکی پر باہر آ کر نباتات اور حیوانات کی شکل میں پھیلتی گئی۔ اور حیوانی نشو و نما کی چوٹی پر اسی زندگی سے انسانی وجود اسی طرح ہی نمودار ہو گیا۔ جس طرح ہری بھری اور پھولی ہوئی شاخ سے پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ زندگی کا ظہور ہمیشہ ہی ادنے سے اعلےٰ اور سادہ سے پیچیدہ پیدائش کا رُخ رکھتا ہے۔ اسکی ابتدا ادنے ترین اور انتہا اعلےٰ ترین ہے۔

اب انسانی نسل میں سے نئے نئے افراد کا جنم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جس طرح ایک زندہ جسم میں دمبدم نئے سے نئے سیلز (Cells) پیدا ہوتے اور مرتے ہیں۔ اسی طرح انسانیت کے عظیم جسم سے نئے سے نئے افراد پیدا ہو ہو کر ناپید ہوتے رہتے ہیں۔ جسم کے سیلز (Cells) خود جسم سے پیدا ہو کر اسی کے اندر جیتے اور بالآخر اسی کے اندر ہی اپنی زندگی کے نتائج چھوڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانی افراد بھی اس زمین پر نسل انسان سے نمودار ہو کر اسی کے تعلق میں جیتے اور آخر کار اسی میں ہی اپنی زندگی کے تجربات، خیالات، اور پھل چھوڑ جاتے ہیں۔ جسم مر جاتے ہیں۔ لیکن زندگی کے اثرات کبھی نہیں مرتے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان کیوں اپنے آپ کو زمین پر جلاوطن یا مسافر خیال کرتا ہے۔ اور اپنا ایک غیر زمینی وطن ماننے کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے۔ کہ دراصل انسان موجودہ زمینی زندگی اور حالات پر مطمئن ہو سکتا ہی نہیں۔ کیونکہ اس کے دل میں ایک ایسی معراجی و مکمل دنیا کا خیال آتا ہے۔ جس کے مقابلے میں یہ واقعی زمینی دنیا بالکل ہیچ اور حقیر ہے۔ جس شخص نے آسمانی دنیا کا کبھی خیال نہ کیا ہو وہ اسی زمین کو ہی ساری کائنات تصور کرتا ہے

مگر جو آسمان میں بیشمار دنیاؤں کا نظارہ دیکھ سکتا ہے۔ اسے زمین نقطۂ ریاضیہ کی مانند بے مقدار سی نظر آنے لگتی ہے اور پھر وہ اپنی زندگی کی قدر و قیمت مقدار کی بجائے صفت میں تلاش کرتا ہے۔

چونکہ انسان ایک ممکن، بہتر اور خوش تر دنیا کو خیال میں لا سکتا ہے۔ اسی لئے وہ زمین کی واقعی دنیا سے بیزار ہو کر اس زمین سے الگ کہیں نہ کہیں اپنا ایک معراجی وطن تصور کر کے دل کو تسلی دیتا ہے۔ کہ صرف چند روز کی بات ہے ہنس رو یہاں جلا وطنی کا وقت کٹ ہی جائے گا۔ وہ حال میں کوئی تسلی نہ پا کر مستقبل کی امیدوں میں اسے پانا چاہتا ہے۔

لیکن زندگی کا زمانہ حال ہے۔ ماضی اور مستقبل تو صرف حافظہ کی یادداشت اور تخیل کی پیش بینی میں ہستی رکھتی ہیں سچی زندگی کسی آئندہ مقصد کے حصول کا وسیلہ نہیں۔ بلکہ اپنا مقصد آپ ہوتی ہے۔ اور زمانہ حال میں ہی معنی رکھتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں زندگی جینے کے لئے ہے۔ کچھ باہر سے یا آئندہ حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ اور سچی زندگی کی ایک بیخطا علامت یہ ہے کہ جینا خوشی کی تلاش ہونے کی بجائے عین خوشی اور سرور ہو جائے۔

حال میں زندگی کیا ہے۔؟ اپنے ماحول (environment) کے ساتھ موافقت یا فرد کا عالمگیر اور جزو کا کل کے ساتھ ایک سُر یا ہم آہنگ ہونا۔ لیکن جب تک ہم موجودہ دنیا کو پردیس خیال کر کے اپنا حقیقی وطن اور کہیں مانتے ہوتے ہیں تب تک ہم موجودہ زندگی میں دلچسپی نہیں رکھ سکتے۔ جب تک یہ دنیا ایک سرائے فانی معلوم ہوتی ہے تب تک تو ہم بیزار ہی رہینگے۔ اور ہمارے دلوں سے اداسی کا راگ ہی چھڑتا رہے گا۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یہاں سب یار بیٹھے ہیں۔ بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں!
نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی - تجھے اٹکھیلیاں سوجھیں ہم بیزار بیٹھے ہیں۔

اور جب تک مذہب اس دنیا کو پردیس اور عاقبت کو اصلی گھر تبلاتا ہے۔ تب تک زمینی زندگی نامکمل اور تلخ ہی رہے گی۔ ہم دنیا اور سوسائٹی کے ساتھ اپنا کوئی حقیقی رشتہ نہ دیکھیں گے۔ اور اگر ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق ہوگا۔ تو وہ صرف شخصی فائدے یا مطلب براری کا ہی ہوگا۔ اگرچہ اس خود غرضانہ مطلب براری کے لئے ہمیں دوسروں کی خدمت بھی کرنی پڑے۔ اور ہمارا مرکز زندگی جداگانہ خودی ہوگا۔ اور ہمارا مقصد زندگی عاقبت (پرلوک) سے تعلق رکھے گا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا درست ہوگا۔ کہ ہم زندگی کو مجبوراً برداشت تو کریں گے مگر ہمہ تن دلچسپی کے ساتھ جینے کے ناقابل ہوں گے نسلوں کے بعد نسلیں زمین پہ جنم لیں گی۔ مگر سب کی سب اپنے برے بھلے دن کاٹ کاٹ کر اصلی وطن میں جانے کی امیدوں میں نابود ہوتی چلی جائیں گی۔ یہ زمینی زندگی تو ویسی کی ویسی دکھ بھری اور مصیبت ناک رہے گی۔

یہ بات عیاں ہے کہ ہم یہاں پورے طور پہ جی نہیں سکتے۔ جب تک کہ ہمیں موجودہ زندگی میں پوری دلچسپی نہ ہو اور موجودہ زندگی میں دلچسپی کا ہونا ناممکن ہے۔ جب تک ہم موجودہ دنیا کو پردیس یا سرائے خیال کر رہے ہیں۔ اگر آج تک یہ دنیا دکھ بھری چلی آتی ہے۔ تو اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ہماری امیدیں اگلی دنیا اور مستقبل کی طرف بندھی رہی ہیں۔ اور ہماری اپنی جہالت کے باعث موجودہ زندگی بے شمار حدود میں مقید رہی ہے۔ ہماری بیزاری نے ہمیں پورے طور پہ جینے کا موقع ہی نہیں دیا۔ ہم زمین کی بجائے آسمان۔ واقعی کی بجائے خیالی۔ نقد کی بجائے ادھار۔ حاضر کی بجائے غائب اور جینے کی بجائے عاقبت کے خوابات میں دلچسپی لیتے چلے آئے ہیں۔ کبھی اجتماعی طور پہ یہاں اور اب اپنے آپ کو اور اپنی موجودہ دنیا کو ٹھیک اور پورے طور پہ جینے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ اگر ہمارا اس دنیا کے ساتھ کوئی

تعلق رہا ہے۔ تو وہ صرف ضروریات کو پورا کرنے اور عارضی لذات حاصل کرنے کا رہا ہے۔ اسے سمجھنے اور بدلنے کے لئے کوئی متفقہ اور لگاتار کوشش نہیں کی گئی۔

کیا سچی خوشی۔ بہترین دنیا۔ کمال زندگی۔ زمین پر قابل حصول نہیں ہیں۔؟ اگر یہ بات ہے تو زمینی زندگی میں ان باتوں کے لئے عالمگیر اور امٹ خواہش دلوں میں سے کہاں آگئی؟ پیاس تو اس دنیا میں اور وعدہ پانی کا اگلی دنیا میں۔؟

خوشی اور کمال زندگی کے لئے قدرتی اور ہمہ گیر خواہش کو ہمیں اور ابھی زمین پر پورا کرنا ہی سچی زندگی ہے یہی جینا ہے۔ خواب لینا نہیں۔ بہترین دنیا کی خواہش اور اسے پیدا کرنے کی قابلیت ہمارے اندر ہی موجود نہیں۔ بیرونی دنیا اس مطلب کے لئے ایک طرح کا خام مصالحہ ہے۔ انسان اس زمین پر سورگ کا بیج ہے۔ اگر یہ صحیح طور پر جینا سیکھے تو اس کے اندر اور باہر سورگ نمودار ہو جائے گا۔ اور اگر اس کی زندگی غیر صحیح اور بیمار رہو۔ تو یہی زندگی اس کے لئے نرک (دوزخ ہو جائے گی۔ جس طرح صحت اور بیماری ہمارے اجسام کی اپنی ہی حالتیں ہیں۔ ان سے باہر کوئی مقامات نہیں ہیں۔ اسی طرح سورگ اور نرک ہماری اپنی ہی صحیح یا غیر صحیح حالتوں کے نام ہیں۔

دراصل انسانی دنیا کا سارا دکھ درد پیدائش ہے۔ حیوانیت سے انسانیت کا جنم ہو رہا ہے۔ جب تک یہ دوسرا جنم مکمل طور پر نہ ہو نے۔ لازمی طور پر دنیا دکھ بھری ہی رہے گی۔ اور اگر کسی وجہ سے ہم اس دکھ کو دور کر سکیں یا بھلا سکیں تب ہماری روحانی پیدائش کا عمل ہی رک جائے گا۔ دکھ کا وجود ہماری روحانی پیدائش کی تکمیل کے لئے ہے ہمیں گناہوں اور غلطیوں کے لئے کسی جج کی طرف سے سزا دینے کے لئے نہیں۔

جب تک ہمارے اندر حیوانی عنصر غالب ہو رہا ہے۔ تب تک ہم ایک دوسرے کو مجبور کرنے اور غلام بنانے میں ہی اپنی ترقی اور کامیابی خیال کرتے رہیں گے اور ہمارے تعلقات میں نفرت۔ غصہ۔ دشمنی۔ قبضہ۔ مقابلہ کے جذبات کا ظہور ہوتا رہے گا۔ افراد اور اقوام ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنی طاقتوں کو ضائع کرتی رہیں گی۔ اور ہماری اپنی ایجادات ہی ہماری تباہی کے ذرائع بن جائیں گی۔ ہمارا مرکز زندگی خودی میں ہوگا۔ خود غرضی ہمارے کاموں کا محرک واحد بنی رہے گی۔ اور انسانی کرۂ ہوائی میں خوف۔ بدظنی۔ بدامنی اور بے چینی کے زہریلے تموجات ہی پھیلتے رہیں گے۔

لیکن اگر ہم درد اور دکھ کو بھلانے کی بجائے اس کے معنی سمجھ کر اسے اپنے روحانی پیدائش کا وسیلہ بنائیں تب تدریج ہمارے اندر انسانی عنصر غالب ہوتا جائے گا۔ اور ہماری زندگیوں میں جذباتی جوش کی بجائے عقلی ہوش کو دمبدم برتری حاصل ہوگی۔ اور ہم موجودہ دنیا کو ایک عارضی قیام گاہ سمجھنے کی بجائے اسے گھر جان کر اس کی پوری طرح دیکھ بھال کریں گے اور دیکھیں گے کہ بہترین حقیقت یہیں اور ابھی موجود ہے۔ یہ دنیا ایک کتاب کی مانند ہے۔ اس کے لفظوں کو دیکھنا کافی نہیں۔ بلکہ ان کے معانی و مطالب کا سمجھنا ضروری ہے۔ صورت کے لحاظ سے یہ دنیا مادی ہے۔ مگر معنی کے نظر سے دنیا عین سپرٹ (آتما) ہے۔ ہم اس دنیا میں کہیں سے . . . . . آئے نہیں۔ آتما دیش اور کال (مکان و زماں) سے اوپر۔ حرکت اور تبدیلی سے پاک ہے۔ اس میں آنا جانا کہاں؟ آتما اس جگت میں نہیں بلکہ جگت آتما میں ہے۔ یہ آتما سے ہی نمودار ہو کر اس کے سہارے قائم ہے۔ اور آتمک جیوتی سے ہی چمک (تجربے میں آ) رہا ہے۔ دنیا ہمارا غیر نہیں۔ بلکہ ہمارا اپنا ہی عکس ہے۔ راگ ہے۔ چمکار ہے۔ ظہور ہے۔ یہ اپنے ہی ذاتی وفور سرور کا عالمگیر قہقہہ ہے۔ اپنے ہی جمال کا ابدی نظارہ ہے۔ ہم سدا ہی اپنے وطن اور نج گھر میں بستے ہیں۔ پرلوک اور آواگمن اودیا (جہالت) کے خوابات

نہیں۔ زندگی میں جو کچھ بھی جاننے اور پانے کے لائق ہے۔ وہ یہیں اور ابھی موجود ہے۔ اور اگر اس پہ کوئی پردہ ہے۔ تو وہ صرف ہماری غفلت کا ہے۔ صرف جاگنے اور آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ ابدی حال میں ابدی دن ہو رہا ہے۔ آتم سورج یہ چڑھنے اور ڈوبنے والا نہیں۔ سدا ہی اور خود بخود ہی جگمگاتا ہوا کل موجودات کو ہر حالت میں روشن کر رہا ہے۔

ہمارا اصلی گھر اور وطن یہی دنیا ہے۔ اس کے اندر کمال زندگی کے کل سامانات موجود ہیں۔ اور موجودہ زندگی میں ہی برترین حقیقت کا براہ راست مشاہدہ اور تجربہ ہو سکتا ہے۔ کل مکان (Space) یہاں ہے۔ کل زمان (Time) اب ہے گذشتہ اور آئیندہ ہماری جسمانی ذہنیت کے دھوکے ہیں۔ ہم دنیا سے اور دنیا ہم سے جدا نہیں۔ ایک ہی غیر منقسم ہستی واحد کے اندر ہی مادہ اور سپرٹ میں اور تو۔ عالم اور معلوم۔ یہاں اور وہاں۔ پہلے اور پیچھے کے امتیازات نمودار ہو رہے ہیں۔ تمام اشیاء ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور باہم منحصر ہیں۔ جدائی اور علیحدگی محدود نظر کے دھوکے ہیں۔

جس بہترین دنیا اور کمال زندگی کی امنگیں انسانی دلوں کے اندر اٹھتی چلی آئی ہیں۔ وہ ہم سے باہر کسی مقام یا زمانے میں موجود نہیں۔ بلکہ ہمارے اندر اپنے بیج رکھتے ہیں۔ اور ہماری زندگی انہیں کے اظہار کے لئے ہے۔

پس اگر ہمارے سامنے سوالات زندگی نہیں۔ تو یہ نہیں کہ ہم کدھر سے اور کیا لینے آئے ہیں۔ اور کدھر جا کر آباد ہونگے بلکہ یہ کہ ہم کیا یا کون ہیں۔؟ موجودہ دنیا کی حقیقت اور اس کے ساتھ ہمارا رشتہ کیا ہے؟ ہماری زندگی کے معنی کیا ہیں۔ اور کس طرح جینا چاہیئے۔ خالق اور مخلوق۔ حقیقت اور ظہور۔ ابدی اور عارضی۔ غیر محدود اور محدود یہیں موجود نہیں شخصیت زندگی کل کا ایک مرکز ہے۔ مگر یہ کوئی جداگانہ ہستی یا معنی نہیں رکھتی۔ یہ دنیا خدا کی عالمگیر صورت ہے۔ اور خدا دنیا کی عالمگیر روح ہے۔ موجودہ دنیا کو ہی بہترین اور اسی زندگی کو ہی مکمل بنانے کے لئے صرف مندرجہ ذیل باتوں کی ضرورت ہے

(۱) موجودہ زندگی میں پوری دلچسپی:- اور یہ دلچسپی تبھی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ جب ہم زندگی کا آئیندہ مقصد معلوم کرنے کی بجائے حال میں اس کے معنی سمجھنے کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ دلچسپی یکسوئی پیدا کرے گی۔ اور ماضی یا مستقبل کی طرف انتشار توجہ و طاقت نہ ہوگا۔ "جو یہاں ہے۔ سو وہاں ہے۔ جو وہاں ہے سو یہاں ہے" اس لئے وہاں (غائب) کو جاننے کے لئے یہاں (حاضر) کی طرف متوجہ ہونا ہوگا۔ وہاں سے یہاں کو نہیں بلکہ یہاں سے وہاں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

(۲) گیان اور وگیان:- یہاں گیان سے مراد ہے آتم گیان (خود شناسی) اور وگیان کے معنی ہیں۔ نیچر کا علم۔ آتم گیان ہمارے دوسرے لوگوں اور نیچر کے ساتھ اپنا صحیح اور حقیقی رشتہ تبلائے گا۔ اور یہ نیچر کا گیان۔ نیچر کی بے انداز طاقتوں کو ہماری خدمت میں حاضر کر کے ہمیں سچ مچ سرب شکتیمان (قادر مطلق) بنا سکے گا۔ انسان کی کمزوری اسکی جہالت میں ہے۔ علم میں اسکی طاقت کی کوئی حد ہی نہیں۔ علم کی راہ سے نیچر کی کل طاقتیں انسان کی ہی طاقت ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔

(۳) سہیوگ (تعاون) جب وگیان کے ذریعے ہر انسان بے اندازہ طاقت حاصل کرے گا۔ تو یہ طاقت باہمی مقابلے میں صرف ہونے کی بجائے آتم گیان کی بدولت باہمی اور مشترکہ بھلائی میں صرف ہوگی۔ عملی طور پر ہر فرد بشر ہر کرتی کا داس ہونے کی بجائے اس دنیا کو بہترین اور اس زندگی کو مکمل بنانے کیلئے جسم واحد کے اعضائے مختلف کی مانند باہم تعاون کریں گے۔ تب اسی زمین پر ہی بہترین دنیا یا رام راج کا ظہور ہوگا۔ جس کا خیال تو ہمیشہ سے ہی انسان کو آ تا رہا ہے مگر وہ جہالت میں اسی امکان کو مستقبل میں اور آسمانوں پہ فرض (project) کرتا رہا ہے۔ بقیہ

ویدانت اور آزادی

از شری سوامی شوانند جی مہاراج

(۳)

غلامی کی زنجیر سات کڑیوں سے بنی ہوئی ہے۔ اور دُکھ سب سے آخری کڑی ہے۔ ہر ایک کڑی کا انحصار اس سے پہلی کڑی پر ہے۔ وہ سات کڑیاں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) دُکھ (۲) شریر۔ (۳) کرم (۴) راگ (۵) دویش (۶) اوویک (۷) اگیان۔

اگر بنیاد یا سب سے نیچے کی کڑی "اگیان" آتم گیان سے ناش ہو جاوے تو باقی کڑیاں خود ہی ٹوٹ جاتی ہیں۔ اگیان سے اوویک پیدا ہوتا ہے۔ اوویک سے ابھیمان۔ ابھیمان سے راگ دویش۔ راگ دویش سے کرم۔ کرم سے شریر۔ اور شریر سے دُکھ ہے۔ اگر تم دُکھ کو ختم کرنا چاہتے ہو۔ تو پہلے شریر کے بندھن سے آزاد ہونا پڑے گا۔ شریر سے آزاد ہونے کا ذریعہ کرم نہ کرنا ہے۔ اگر کرم سے نجات حاصل کرنی ہے۔ تو راگ دویش کو چھوڑنا پڑے گا۔ اسکے لئے ابھیمان کا تیاگ کرنا لازمی ہے۔ اور دویک یا ست اور است کی تمیز حاصل کرنا ضروری ہے۔ دویک گیان کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور اگیان کا ناش آتم گیان سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس زنجیر سے بچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

برہم کا دوسرا نام "سروپ" ہے۔ برہد آرنیک اپنشد میں لکھا ہے۔ "پھر وہ کس کو دیکھے گا۔ اور کس طرح دیکھے گا۔" اسکا مطلب ہے کہ نہ کوئی کام کرنیوالا ہے۔ نہ کاریہ ہے۔ اور نہ کوئی ذریعہ ہے۔ برہم میں کھوگ۔ کھوگنے والا اور جو چیز کھوگی جاوے کوئی نہیں۔ درشٹا۔ درک۔ درشیہ یعنی دیکھنے والا۔ جسکو دیکھے اور نظارہ۔ یہ بھی کوئی نہیں۔ برہم ان چیزوں سے مبرا ہے سروپ ہی ست چت آنند ہے۔ برہم سوئم بھو۔ پری پورن۔ سوئم جیوتی۔ چت سروپ اور سوتنتر ہے۔ اس سروپ میں نہ اندریاں ہیں اور نہ کارن۔ ست چت۔ آنند برہم کا گن نہیں ہے۔ یہی برہم ہے۔

ایک لامحدود چیز (برہم) ضرور نراکار اور ویاپک ہونی چاہیئے۔ یہ دیش۔ کال اور کارن سے بعید ہوگی۔ یہ انادی اور تبدیل نہ ہونے والی ہوگی۔ ایسی چیز ضرور انباشی یا لافانی ہوگی۔ یہ لامحدود وستو نہ پرانی ہوتی ہے اور نہ ضائع ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ابدی ہے۔ اس کا آغاز کوئی نہیں۔

موکش یا سنسار سے نجات ایسی چیز نہیں جو کسی طرح حاصل کی جا سکے۔ اگر یہ کرم سے حاصل ہو سکے تو یہ ابدی چیز نہیں ہو سکتی۔ جو چیز برہم میں ہے وہ دراصل برہم ہی ہے۔ صرف جُدائی کے خیال کو ناش کرنا ہی اصلی کام ہے۔ جس سے موکش آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ تمام شاستر اگیان اور اودیا کے ناش کے لئے ہی ہیں۔ جب یہ اگیان اور اودیا

کا پردہ پھٹ جاتا ہے۔ تو تم اپنی الیشوری شان میں چمکنے لگتے ہو۔ برہم گیان کا حاصل کرنا جات پات وغیرہ پر منحصر نہیں۔ سب سے اونچی ودیا (پرا ودیا) سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن ویدوں کا گیان سب سے اونچی ودیا حاصل کرنے کے لئے من کو تیار کرنے کے واسطے ضروری ہے۔

جس طرح بیج میں تیل۔ دہی میں مکھن۔ دماغ میں من۔ دھوئیں میں آگ۔ بادلوں کے پیچھے سورج۔ تالاب کی کائی کے نیچے پانی۔ پھول میں خوشبو۔ گراموفون کے ریکارڈ میں راگ۔ چھپے ہوتے ہیں۔ اس طرح آتما یا برہم اس شریر میں چھپا ہوا ہے۔ جس طرح تم دہی کو بلو کر مکھن نکال لیتے ہو۔ اسی طرح تمہیں دھیان کے ذریعے شریر کو بلو کر اس میں سے آتما کو نکالنا ہو گا۔

جب تم سروپ میں پوری طرح جذب ہو گئے۔ تو پھر الیشور۔ جیو اور جگت کہاں ہیں۔ شریر کہاں ہے۔ پراربدھ۔ سنچت اور آگمی کرم کہاں ہیں۔ مول دہارہ چکر اور کنڈلنی کہاں ہیں۔ نرک اور سورگ کہاں ہیں۔ نیکی اور بدی کہاں ہیں۔ خوشی اور غمی۔ سکھ دکھ۔ سردی گرمی۔ نفع نقصان۔ ہار جیت کہاں ہیں۔ شکتی کہاں ہے۔ مایا اور اودیا کہاں ہیں۔ گورو اور چیلہ کہاں ہیں۔ دھارنا۔ دھیان اور سمادھی کہاں ہیں۔ وید۔ اپنشدھ اور برہم سوتر کہاں ہیں۔ شرون۔ منن اور ندھی دھیاسن کہاں ہیں۔ تین گن اور پانچ کوش کہاں ہیں۔ مہاواکیہ۔ "اہم برہمو اسمی" اور "تت توم اسی" کہاں ہیں۔ پرنو کہاں ہے۔ دہرم اور ادہرم کہاں ہیں۔ پورب۔ پچھم۔ اتر۔ دکھن۔ دن رات۔ روشنی اور اندھیرا کہاں ہے۔

اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے بعض شخص روزانہ ۸۲۰ بار اپنے ناک کو کھولتے اور بند کرتے ہیں۔ بعض چھ گھنٹے سر کے بل کھڑے رہتے ہیں۔ بعض اشونی مدرا سے گدا چکر کو کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض کڑکڑاتی سردی میں گنگاجی میں گردن تک بارہ گھنٹے پانی میں کھڑے رہتے ہیں۔ بعض انتہائی گرمی کے دنوں میں دھوپ سیکتے ہیں۔ اور پنچ اگنی تپسیا کرتے ہیں۔ بعض پتوں پر گذارا کرتے ہیں۔ بعض بدری نارائن کی چوٹی سے راس کماری تک پیدل چلتے ہیں۔ بعض ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر مالا پھیرتے ہیں۔ بعض تیسرے دن بھوجن کرتے ہیں۔ یہ سب سست اور بھوڑے دماغ والے لوگوں کے سادھن ہیں۔ یہ سب صرف من کو شدھ کرنے اور اندریوں کو قابو کرنے کا ذریعہ ہیں یہ انجام نہیں۔ مقصد تو برہم گیان یا آتم گیان حاصل کرنا ہے۔

یہ برہم گیان مانسک اوستھا ہے۔ یہ روحانی چمک اور روشنی کی حالت ہے۔ جو کہ اسوقت آتی ہے۔ جب من بالکل شانت ہوتا ہے۔ جب یہ تمام خواہشات۔ واسنوں اور للچانے والے خیالات سے پاک ہوتا ہے۔ اکھنڈ برہم۔ آکار ورتی۔ شدھ من میں اسوقت اٹھتی ہے۔ جب یہ بالکل ساتوک ہوتا ہے۔ جب سب سنکلپ بند ہو جاتے ہیں۔ گیان شدھ ساتوک وچار کا پھل ہے۔

"چت" پورن گیان ہے۔ یہ بدھی کا منبع ہے۔ بدھی شدھ چت سے ہی روشنی اور طاقت حاصل کرتی ہے۔ دراصل تم چت سروپ ہو مجسم بدھی ہو۔ یہ لگاتار وچار اور دھیان سے انوبھو کر سکتے ہو۔ اس کے لئے لازمی ہے۔ کہ تم اپنی خودی کا ناش کر دو اور اپنے شریر کو بھول جاؤ۔ یہ جھوٹا فرضی "میں" بالکل نیست و نابود کر دینا چاہیئے یہی ویدانت فلسفہ کی تعلیم ہے۔

امرت کی سنتان۔ روشنی اور امرتا کی پیداوار۔ ویدانت صرف ایک فلسفہ ہی نہیں۔ یہ دن کے خواب نہیں۔ یہ

زندگی میں انوبھو کرنے والی بات ہے۔ روزانہ زندگی ویدانت کی سپرٹ میں رہنا بالکل ممکن ہے۔ شری شنکر۔ یاگیہ ولک اور بہتوں نے عملی ویدانتیوں کی زندگی بسر کی ہے۔ تم بھی اگر چاہو ایسا کر سکتے ہو۔ تمہیں بھی چاہیئے کہ خودی۔ اہنکار اور خود غرضی وغیرہ کو ناش کر کے ویدانت کی سپرٹ میں رہو۔ تب ہی تم دنیا میں رہتے ہوئے سب کار وبار کرتے ہوئے سچ مچ خوش رہ سکتے ہو۔ تمہیں اپنا زاویہ نگاہ بدلنا پڑے گا۔ تمام وشو اور سب جیووں کے لئے سچا پریم من میں دھارن کرنا اور بڑھانا پڑے گا۔ تب ہی تم سب میں ایک ہی آتما کو انوبھو کر سکتے ہو۔ اور پورن آنند حاصل کر سکتے ہو۔

جب تم تمام جیووں میں ایک آتما اور ایک آتما میں سب کو دیکھنا شروع کر دو۔ جب تمہیں پورا یقین ہو جائے۔ کہ ایک ہی آتما ہے جو سب کے دلوں کو ملاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ ایک ہی دھاگا میں ہار کے سب پھول پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو تمہارے من میں دوسرے انسان کے لئے نفرت کیسے آسکتی ہے۔ تم اوروں کو نقصان کیسے پہنچا سکتے ہو۔ یہ قطعی ناممکن ہے۔ ویدانت تمہیں تمہارے کھوئے ہوئے ایشوریہ کی یاد دلاتا ہے۔ یہ تمہیں بہت شاندار بلندیوں تک اٹھاتا ہے۔ یہ چھوٹے اور بڑے کے فرضی خیال کو پگھلا دیتا ہے۔ یہ یکسانیت کا نیا خیال تمہارے سامنے رکھتا ہے۔ یہ بلاشبہ ایک ہی سطح پر سب کو لاتا ہے۔ یہ اتفاق۔ پریم۔ انتہائی آنند اور پورن شانتی عطا کرتا ہے۔ ویدانتیوں رشیوں اور پرم ہنس سنیاسیوں کی سدا ہی جے ہو جو اتحاد اور زندگی کی ایکتا سکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ویدانت ایک خشک فلسفہ نہیں جس پر فضول دلیل بازی یا بحث کی جاوے۔ یہ برہم یا سچائی میں پورن آنند کی عملی زندگی کا نام ہے۔ ایک عملی ویدانتی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا ہوا دوسرے پلڑے میں رکھے ہوئے ہزاروں پہلوانوں سے زیادہ بھاری ہے۔ اسے غضبناک اندرونی روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے ویدانتی کے درشنوں سے ہی دنیا کو خوشی اور راحت ہوتی ہے۔ عملی ویدانت ایک جیتا جاگتا تجربہ ہے۔ یہ اپنی آتما کو پگھلا کر وشو آتما کے ساگر میں ڈالنے کا نام ہے۔ عامل ناقابل بیان خوشی سے چلا اٹھتا ہے۔ "واقعی سب برہم ہی ہے۔ تمام فرق۔ تمیز اور علیحدگی مٹ گئی ہے۔ میں ہر جگہ ایک ہی برہم کو دیکھتا ہوں"۔

تب آتمک آنند اور لافانی روحانی خوشی اور روشنی کی زندگی کے مقابلہ میں تمہیں یہ رنج و فکر۔ جوش و خروش والی زندگی ہیچ معلوم ہو گی۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ تقریباً سب لوگ سادہ خوش باش اندرونی جیون کو بھول گئے ہیں۔ اور مایا کے چھوٹے کھلونے مثلاً روپیہ۔ عورت۔ طاقت۔ حکومت۔ شہرت کو چمٹ گئے ہیں۔ کبھی نہ کبھی دنیا کے تجربہ اور زندگی کی ٹھوکریں انہیں مجبور کریں گی کہ اپنے دلوں کو اندر کی طرف موڑیں۔ اور سچی کبھی نہ ختم ہونے والی خوشی حاصل کریں۔

اگر تم اپنشدوں کے ایک منتر پر بھی پورا عمل کرو تمہیں زندگی کا مقصد یعنی امرتا اور آتما کا پورا آنند حاصل ہو جاوے گا۔

اوم۔ شانتی۔ شانتی۔ شانتی اوم

دُرلبھ منش جیون

انا شریمان سردار ہری سنگھ جی لائلپور

जन्तूनां नरजन्मदुर्लभमतः पुंस्त्वं ततोविप्रता ।
तस्माद्वैदिकधर्ममार्गपरता विद्वत्त्वमस्मात्परम् ॥
आत्मानात्मविवेचनं स्वनुभवो ब्रह्मात्मना संस्थिति-
र्मुक्तिर्नोशत जन्मकोटिसुकृतैः पुण्यैर्विना लभ्यते ॥

بھگوان شنکر آچاریہ آپنے وویک چوڑامنی گرنتھ میں اس اُوپر والے شلوک دوارہ دُرلبھ پدارتھوں کی گنتی کے اندر فرماتے ہیں۔ کہ اس سنسار چکر میں انادی کال سے بھرمتے ہوئے اس جیو کو اس نر شریر کی پراپتی اتینت دُرلبھ ہے۔ مگر اس نرتن میں بھی دُرلبھ پُرش کا شریر ہے۔ کیونکہ استری کا شریر سرب پرکار آدھین اور پرتنتر ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ لیکن آچاریہ کہتے ہیں۔ کہ نرتن کے اندر بھی برہمن جنم اور بھی دُرلبھ ہے۔ اور اس براہمن سے بھی سداچاری دھرم پرائن اور سرب گُن سمپن وددان ہی سرلشیٹ ہے۔ پھر اُس سے بھی آتم اور اناتم کا وویک کرنیوالا بھلا ہے۔ مگر اُس سے بھی انوبھوی اور اُس انوبھو کے رکھنے والے گیانی سے بھی کرتیہ کرتیہ اور سماہت بھومکا آردھڑھ جیون مکت مہاپُرش ہی سرب سے سرلشیٹ اور دُرلبھ ہے۔ مگر ایسا ہونا بہت پُن کرموں کا ہی پھل ہے۔ کیونکہ مکتی بھی اننت جنموں کے پُن انوشٹھان بنا پراپت نہیں ہوتی۔ ٹھیک شبدوں میں منش جنم کی پُورن سُپھلتا اسی ہی اننت والی اوستھا میں سمجھی جا سکتی ہے۔ محض نرتن سے بھی کچھ سدھی نہیں ملتی۔ اگر اس میں سرلشیٹ بدھی کا سنچے نہ کیا جاوے۔ مہاتماؤں کا فرمان ہے۔ کہ منش شریر شُدھ بُدھی۔ ست سنگ اور مہاپُرش سماگم یہ چاروں ہی اس جیو کے لئے دُرلبھ رتن ہیں۔ یہ بھلے ہی ایک دُوسرے سے ادھک ادھک سرلشیٹ ہوں۔ مگر ان سب کی تہہ میں منش دیہہ ہی پڑا ہوا ہے۔ اگر ایسا دیو دُرلبھ منش جیون ایشور کرپا اور بھگوت انوگرہ سے پراپت ہو جاوے تو اس جیو کا مکھ کرتیو ہے۔ کہ اس کا دُراپیوگ نہ کرتا ہوا ست سنگ اور سادھو پُرشوں تتھا مہاتماؤں کے دوارہ سرلشیٹ بُدھی کو سمپادن کر لیوے۔ لیکن اگر ایسا نہیں کرتا تو وید اس کے لئے مہان ہانی کہتا ہے۔

न चेदि हावेदी महती विनष्टिः

ارتھ: اگر اس منش جیون میں ہی آتما کو نہیں جانتا تو اس کے لئے مہان ہانی ہے۔

گرنتھوں اور مہاتماؤں کی رائے ہے۔ کہ اس قیمتی منش جیون کا اُدیش وشے بھوگ نہیں ہے۔ کیونکہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ وشیوں کی پراپتی اس امر جیو آتما کو ہر ایک جونی میں بنا ہی یتن سے ہوتی آئی ہے۔ بلکہ جس قدر بھوگ پراپتی کے ممکنات اس جیون میں ہیں۔ اُن سے بہت زیادہ کی سمبھاونا پشو شریر میں ہے۔ دیکھئے ایک جانور کس طرح اعتدال سے باہر ہو کر کھاتا پیتا اور سوتا ہے۔ اور اُس کے ایسا کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ ایک انسان اگر اعتدال سے ذرا بھی باہر ہو جائے۔ تو عام لوگوں کی نگاہ میں اُسے ایک پشو کے سمان جانتے ہیں۔ اور بھی دیکھئے کہ کسی قسم کی تعلیم وغیرہ کے نیم کسی جانور کے لئے نشچت نہیں کئے گئے۔ مگر کس قدر پاٹھ شالائیں۔ ودیالیہ۔ سکول اور کالج اس انسان کی ہی اُنتی اور ترقی کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔ جیون بھی تین پرکار کا ہے۔ ایک پشو جیون۔ دوسرا منش جیون اور تیسرا دیوتا جیون۔* سمپادن کرنا ہے۔ یہ ہی اس کا کرتویہ اور یہ ہی اس کا لکش ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ ادھک پرشارتھ کا آشرہ نہ کر کے دیوتا جیون کو سمپادن نہ بھی کر سکے تو کم از کم یہ نہایت اوشیک اور اُچت ہے کہ اپنے منش پنے سے نہ گر جائے اور پشوؤں کے سمان ایک پشو ہی نہ ہو جائے۔ پشو سے ایک انسان میں اگر کچھ وششٹتا ہے۔ تو محض گیان کی ہی ہے کہ انسان اپنی دانائی اور عقلمندی سے اپنے دھیہ کو ٹھیک کر سکتا ہے۔ مگر ایک پشو اُسی ہی علم کی عدم موجودگی کی وجہ سے صرف وشے بھوگنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ ادھر منش جیون کو ہی "کرم بھومی" الونگ "بھوگ بھومی" روپ سے سویکار کیا ہے۔ اس سے بھن جنگم سرشٹی ماتر کے پرانی "بھوگ بھومی" روپ سے ہی مانے گئے ہیں۔ اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اس جیون میں اگرچہ اس پرانی کو کرم کا پھل یعنی بھوگ بھی اوشیہ ہوتا ہے۔ مگر اپنے پرشارتھ کے سادھنے میں بھی یہ پورا پورا سوادھین اور سوتنتر ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ایک منش کو ہی لکش رکھکر۔ نیتی۔ دھرم۔ ویراگ۔ تیاگ بھگتی۔ یوگ اور گیان آدی کا اُپدیش سارے شاستر کاروں نے ودھان کئے ہیں۔ مگر کسی پشو یا پکھشی کے لئے نہ تو کوئی ایسا ودھان ہے۔ اور نہ ہی کوئی دھرم سکھشا کے لئے کوئی بند و بست کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی منش کو چھوڑ کر کسی اور کے لئے سکھشا دیکھشا دیکھنے میں آتی ہے۔ اسکے علاوہ دھرم ارتھ کام اور موکھش یہ چاروں پرشارتھ بھی اس کے لئے ہی نشچت کئے گئے ہیں۔ اسلئے اگر منش اپنے کرتویہ سے بھرشٹ ہو جائے تو "مہان ہانی" جو وید کہتا ہے۔ وہ ٹھیک ہی ہے۔ منش جیون کو اسی لئے ہی مدھیہ میں رکھا ہے۔ کہ یہ اپنے پرشارتھ سے دیوتا بن سکتا ہے۔ بس اس کا اترنا اور چڑھنا محض اس کے اپنے ہی اختیار ہے۔ کٹھ اپنشد کہتا ہے۔ کہ شریے اور پریے یعنی موکھش اور سنسار دونوں ایک ہی وقت اس پرش کو آکر پراپت ہوتے ہیں۔ اب اس کے اوپر نربھر کرتا ہے۔ کہ آیا ان دونوں میں سے یہ کس کو چنتا ہے۔ اپنشد کار کہتا ہے۔ کہ ایک وویکی ان ہر دو کا وویک کر کے اپنے کلیان کے سادھن موکھش کو گرہن کرتا ہے۔ اور ادھوگتی اور گرنے کے اسباب جو وشے بھوگ ہیں۔ اُن کو تیاگ دیتا ہے۔ اس لئے اس جیون میں کبھی یا تو ملی اُبلی معلوم ہوتی ہے۔ یہ صرف وویک گیان کی ہی ہے۔ جس کے نہ ہونے کے کارن یہ اگیانی جیو دُکھ روپ سنسار کے پدارتھوں میں سکھ بدھی کر کے اتینت دُکھ کے ہی سادھن سُکھ روپ وشیوں میں سُکھ مان لیتا ہے۔ اور سُکھ کے سادھن ویراگ اور تیاگ آدکوں کی اپیکھشا کر دیتا ہے۔ جس سے اعلےٰ اور اصلی سُکھ سے محروم رہ جاتا ہے۔ مگر منش جیون کے اندر بھی پہلی اور آخری یعنی بچپن اور ضعیف العمری دونوں اوستھا ہی پرمارتھ کے لئے نہایت ناقابل سمجھی گئی ہیں۔ محض درمیانی حالت یعنی جوانی ہی ہیں جب کہ اس کے ہوش اور عقل اندر سے اور شریر تمام

* ان تینوں کے درمیان منش جیون رکھا گیا ہے۔ انسان نے اس منش جیون سے [illegible] دیوتا جیون

درست اور مضبوط ہوں۔ ٹھیک ٹھیک سادھن انوشٹھان ہو سکتا ہے۔ لیکن بھگوت مایا کبھی یہ ہی ہے۔ کہ عین اسی عمر میں شبد سپرش آدی وشیوں کے ساتھ اس کا گھور یدھ ہوتا ہے اور وہ اسے آکر ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ اگر کافی ہمت اور طاقت کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جاوے۔ تو ان پر قابو پانا نہایت مشکل اور دشوار ہے۔ ان پر کامیابی پانے کے لئے اس میں اتنا پرشارتھ اور اس کا درڑھ سنکلپ نہیں ہوتا۔ جس کے سبب اس دُرلبھ اور نہایت قیمتی جوانی کے دن بھی وشیوں کے سواد میں کھو دیتا ہے۔ اور اپنے مقصد زندگی سے بدبخت اور محروم رہ جاتا ہے۔ مگر عارف لوگوں کا فرمان ہے

در وحادت خدائی گر صرف شد جوانی　-　دیگیہ بوقت پیری شہنشاہِ زمانی

ترجمہ:۔ اگر خدا کی یاد میں تیری جوانی خرچ ہو جاوے۔ تب بڑھاپے میں تو وقت کا بادشاہ ہوگا۔

آگے چل کر "کٹھ" اپنشد بھی کہتا ہے۔ کہ پرماتما نے ان اندریوں کو اگرچہ باہر مُکھ ہی رچا ہے۔ اور یہ پُرش باہر ہی دیکھتا سنتا ہے۔ مگر ایک دھیر اور بیر وویکی آتما ان تمام اندریوں کے باہر مُکھ پرورتی کو اپنے پرشارتھ اور پریتن سے روک کر انتر آتم سروپ کا ساکھیات۔ کار کرتا ہے۔ اور پورن سُکھ اور شانتی کا لابھ کر لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ سوائے منش جیون کے پورن شانتی اور سُکھ کو یہ اجبر امر آتما کسی بھی اور جُونی میں سمپادن نہیں کر سکتا ہے۔ اس کا سبب صرف یہ ہی ہے۔ کہ اس جیون میں ہی شانتی اور سُکھ کا مُوجب جو آتم گیان ہے۔ اُس کے ممکنات ہیں۔ اور کسی اور دوسری جگہ نہیں ہیں منش لوک، یا برہم لوک کو چھوڑ کر اور کوئی جگہ یا جنم ایسا نہیں جہاں اس طرح ممکن ہو سکے۔ مگر برہم لوک میں بھی جانا تب ہی ہوتا ہے۔ اگر اعلیٰ درجے کی نشکام اپاسنا اور کرم کا انوشٹھان ہو۔ اس طرح بھی صرف ایک اس مانو (منش) جیون کا ہی مہتو ہے۔ اگر یہ موقع بھی جاتا رہا۔ تب پھر چوراسی کے چکر میں اس جیو کو گھومنا ہوتا ہے۔

پو ہڑی چھٹکی مٹھ نہ آوے اہلہ جنم گنوایا　(گورو گرنتھ)

کبیر کہتا ہے:۔

گورو سیوا تے بھگت کمائی　-　تب ایہہ مانس دیہی پائی!
اس دیہی کو سمریں دیو　-　سو دیہی بھج ہر کی سیو
بھجو گوبند بھول مت جاؤ　-　مانس جنم کا ایہی لاہو۔
جب لگ جرا روگ نہیں آیا　-　جب لگ کال گرسی نہیں کایا
جب لگ بکل بھئی نہیں بانی　-　تب لگ بھج من سارنگ پانی
اب نہ بھجس بھجس کب بھائی　-　آوے انت نہ بھجیا جائی
جو کچھ کریں سوئی اب سار　-　پھر پچھتاؤ نہ پاوؤ پار!
ایہی تیری اوسر ایہی تیری بار　-　گھٹ بھیتر تو دیکھ وچار
کہت کبیر جیت کے ہار　-　بہو بدھ کہیو پکار پکار　(کبیر جیو)

مانس جیون کو ایک اُس ہیتو سے بھی دُرلبھتا ہے۔ کہ اس کے انتہ کرن کی بناوٹ ہی ایشوری اچھا سے ایسی بنی ہے۔ کہ کیول یہ ہی آتم گیان کے یوگیہ ہو سکتا ہے۔ پشو۔ پکھشی دیو۔ راکھش۔ بھوت۔ پریت۔ پشاچ۔ کیٹ پتنگ یا اور اور بھی جو جیو ہیں ان کی بدھی کی پاکت اہل نہیں کہ وہ اس علم معرفت سے واقف ہو سکے۔ چونکہ

اس برہم ودیا کے لیئے شدّھ پرگیا یعنی صاف عقل ہی درکار ہے۔ اور وہ محض انسانی عقل ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے سب سے بڑھکر اسے ہی ترجیح دی گئی ہے۔ اُپنشدوں میں پرکرن آتے ہیں۔ کہ جب ہی پتا ما برہما نے سرشٹی کی رچنا کی اور یکے بعد دیگرے اور اور جیووں کو بنایا یہ سمجھکر کہ ان میں کوئی بھی ایسا پرانی ہیں نے نہیں اُتپن کیا جو اپنی حقیقت سے آگاہ ہوگا۔ پرسن نہ ہوا۔ تب سوچتے سوچتے جب اس نے منش شریر کو بنایا۔ تب اسکی تسلی ہوئی۔ اور ہنسا کہ بس اب وہ کام میں نے کیا کہ جس سے خود کی پہچان کر سکوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد پھر کوئی سرشٹی نہ کی۔ اور یہ ہی آخری اور نہایت قیمتی رچنا برہما جی کی تھی۔ یہ ہی وجہ ہے۔ کہ ایک پشو یا پکھشی کی موت ہو جانے پر چنداں کسی کو کوئی دشیش دُکھ یا شوک نہیں ہوتا۔ مگر ایک انسان کی موت ہو جانے پر مہاں کلیش کا انوبھو دیکھنے میں آتا ہے۔ اور چونکہ ایسی قیمتی زندگی جو آتم برہم ودیا کے لیئے ہی نشچت تھی یا جسکے اندر ہی سب پرمارتھ کی سدھی ممکن تھی۔ اگر بدقسمتی سے ضائع ہو جائے یا کھو دی جائے تو اس کے لیئے کیوں شوک اور افسوس نہ کیا جاوے

یاد داری بوقت زادن تو ہمہ خنداں شدند تو گریاں۔
آں چناں زی کہ وقت مُردنے تو ہمہ گریاں شوند تو خنداں

ترجمہ:- کیا تجھے یاد ہے۔ کہ تیری پیدائش کے وقت تو روتا تھا۔ مگر سب خوش تھے۔ لیکن اب اس طرح زندگی کے دن کاٹ کہ تیری موت کے وقت تمام تو روتے ہوں مگر تو ہنستا ہووے۔

(۱) عزیزا در خوردی سستی در جوانی مستی در پیری سستی۔ پس اے غافل خدا را کے پرستی؎
(۲) ایں دنیا روز چند است۔ عاقبت کار بخداست۔ بدنیا دل نہ بندد ہر کہ مرد است؎
(۳) کہ دنیا سر بسر اندوہ و درد است۔ بہ و بارے بگورستاں کہ ایں دنیا حریفاں را چہ کرد است؎
(۴) ایں دنیا رہگذر ہے تو ہم راہ گذری چرا خانہ سازی اے مرد سفری؎
(۵) اول چہ آوردی آخر چہ بُبری۔ آں توشہ باخود سازہ کہ باخود بُبری؎

ترجمہ:- (۱) اے عزیز بچپن میں تو کمزور تھا۔ جوانی میں مست تھا اور بڑھاپے میں سست تھا۔ پس اے غافل خدا کی یاد تو کب کرے گا۔
(۲) یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر کام خدا کے ساتھ ہے۔ جو مرد ہے وہ اپنا دل دنیا کے ساتھ نہیں باندھتا۔
(۳) یہ دنیا سراسر دکھ اور درد ہے۔ ایک بار قبرستان کو جا کہ اس دنیا نے دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔
(۴) یہ دنیا رہگذار ہے۔ اور تو بھی ایک راہ گیر یعنی مسافر ہے۔ اے سفر کے مرد کیوں یہاں گھر بناتا ہے۔
(۵) اوّل کیا لایا تھا۔ آخر کیا لے جاوے گا۔ وہ توشہ اپنے ساتھ بنا جو کہ تو اپنے ساتھ لے جاوے۔

چھٹی از جانب میاں میر صاحب بنام دارہ شکوہ

(۱) بہ یاد حق محظوظ و بحفظ حفیظ محظوظ باد
(۲) دنیا مقام فانی۔ مشغولی حق سعادت دو جہانی۔
(۳) ذرہ یاد الٰہی۔ بہ از ہزار پادشاہی۔

(۴) اہلِ یاد ۔ ہمیشہ شاد
(۵) شوقِ رحماں ۔ راحتِ جاں
(۶) فکرِ دوام ۔ ذکرِ دوام
(۷) عالم بیگانہ ۔ حق یگانہ

بایں دائیہ یار باش
من نمے گویئم کہ از عالم جُدا باش ۔ بہر کارے کہ باشی با خُدا باش

اورنگ زیب کے زمانے میں اُس کا چھوٹا بھائی دارہ شکوہ قابل کا بادشاہ تھا۔ کئی ایک وجوہات کے سبب اس کی سلطنت میں نہائیت بدامنی پھیل گئی تھی۔ جس پہ اورنگ زیب نے اُسے مروا دینے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ اس موقع پہ دارہ شکوہ نے جو کہ ایک خاص خدا پرست آدمی تھا۔ میاں میر صاحب کے پاس نہائیت ادب اور عزت کے ساتھ اپنی تکلیف بیان کی۔ جس کے جواب میں آپ نے مندرجہ بالا چھٹی لکھی جسکا ترجمہ ہم ذیل میں کئے دیتے ہیں۔

(۱) حق کی یاد سے خوش اور محافظ اور مہربان خدا سے ہی محفوظ رہو۔
(۲) دُنیا فناہ کا مقام ہے۔ اور حق کی مشغولیت دونوں جہان کی برکت ہے۔
(۳) الٰہی کی یاد کا ایک ذرّہ ہزار پادشاہی سے بھی بہتر ہے۔
(۴) حق کو یاد رکھنے والے ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔
(۵) رحمان کا شوق جان کا آرام ہے۔
(۶) ہمیشہ کی فکر کی بجائے ہمیشہ ذکر کرنا چاہیئے
(۷) دُنیا بیگانہ لیکن حق اپنا ہے۔

ان چند باتوں کو ہی یاد کرنا ۔ اے دارہ شکوہ ۔ میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ تم جہاں سے علیحدہ ہو جاؤ۔ بلکہ ہر ایک کام کے ساتھ خدا کو ساتھ رکھو۔

"اوم شم"

بھگوان سے پرارتھنا

از شرکان دیوراج جی مندل
افریقہ

دکھائے فلک نے بہت گو تماشے
ہوں بیزار دنیا کے میں بتکدہ سے
انوکھا چمن اور نرالا نشیمن!
کہے ان سے بہر خدا کوئی جا کر
میرے دل کے اندر سدا رہنے والے
مٹی ہم سے خواہش نہ آخر نفس کی
نہیں اب تو رہنے کے قابل یہ دُنیا
نہ مانا جو حکموں کو تیرے خدایا

تری بزم کا اب مزا چاہتا ہوں۔
نیا اپنا مندر بنا چاہتا ہوں
یہی تجھ سے بس اے خدا چاہتا ہوں
کہ اُس دردِ دل کی دوا چاہتا ہوں
تجھے کیا بتاؤں کہ کیا چاہتا ہوں
کوئی دم میں گرچہ مٹا چاہتا ہوں
اس عنصر سے پکنشی اُڑا چاہتا ہوں
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

سیحرفی مہاتما بُلھے شاہ

ترجمہ از بخشی نرسنگھ داس جی راولپنڈی

(ن)

نام تے رُوپ اٹھا دیکھیے، پچھے استی ‘ اربھاتی پریہ ساپچ ہے جی
جو چِت کی چِتوَنی وِچ آوے۔ سوئی جان تحقیق کر کاپچ ہے جی!
مَیں بُدھی دی بُدھی دا تُوں ہی ساکھی۔ تن چھاڈ نج بودھ میں لاج ہے جی
بلُھا شاہ تُوں بھُوپ اچل بیٹھا۔ تیرے اگّے پرکرتی کو ناچ ہے جی

شرح:۔ اب دُنیا کی تمام اشیاء میں آتم درشن کرانے کی یُکتی بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ہر ایک شئے پانچ باتوں سے سِدھ ہوتی ہے۔ (۱) نام (۲) رُوپ (۳) استی۔ (۴) بھاتی (۵) پریہ جیسے گھڑا نام۔ گولائی اور لال رُوپ۔ اُس کا ہونا استی۔ اور اُس کا نظر آنا بھاتی اور اُس سے جل وغیرہ کا لابھ ہو کر پیارا لگنا پریہ ہے۔ دُنیا کی تمام اشیاء سے نام اور رُوپ کا پردہ اُٹھا دینے سے پیچھے استی بھاتی اور پریہ ست وستو باقی رہتی ہے۔ جب چِت کا سنکلپ درمیان میں آوے۔ تو اس کو است جانو۔ تم بُدھی کی بُدھی کے بھی ساکھی (شاہد) ہو۔ دیہہ کا ادھیاس چھوڑ دو۔ کیونکہ آتم سرُوپ میں تمہارا ہی راج ہے۔ بلُھا شاہ کہتے ہیں۔ کہ تم آتم دیو اچل استھت ہو اور پرکرتی تمہارے آگے ناچ کر رہی ہے۔

(و)

وقت اسے ہتھ نہ آونا اے۔ اک پل دے لاکھ کروڑ دیویں۔
جتن کریں ناں آپ اچل ہوویں۔ توں تاں پھر اکٹھے وشے وِچ سیویں
کریں گوڑا ہو پارسہ دھور ملیں۔ جِتنا منی نجھ دیہہ پرکاپچ لیویں۔

بُلھا شاہ سمبھال نج رُوپ تائیں تُوں تاں وِچھواس دیہہ ہیں کیا لیویں

شرح :- اے انسان! وقت بڑا قیمتی ہے۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ چاہے ایک پل کے لئے لاکھ اور کروڑ روپیہ کتنی قیمت دی جائے۔ تیری موجودہ حالت بڑی عبرتناک ہے۔ آٹھوں پہر تو تُو اندریوں کے وشیوں کا سیون کرتا ہے۔ نہ کوئی سادھن کرتا ہے۔ اور نہ سروپ میں سھتر ہو کر شانتی پاتا ہے۔ ساری عمر گور کا بیوپار کرتا رہتا ہے۔ ارتھات مِتھیا پدارتھوں میں راگ اور دویش کے ذریعہ ہرش اور شوک کو پراپت ہوتا رہتا ہے۔ ست سروپ پرماتما کو بھلا کر اَست رُوپ پدارتھوں میں بچرتا ہوا ...... سر پہ اودیا کام کرم کی دھوڑ ڈالتا ہے آتم تتو روپی چنتامنی کا تیاگ کر کے کانچ کی منی شریر کو گرہن کرتا ہے۔ پارس کے عوض میں پتھر لیتا ہے۔ بلھا شاہ کہتے ہیں۔ اے بھولے بادشاہ! تو اپنے نج سروپ کو پہچان۔ تم سرو دیاپک ہو۔ پری پُورن ہو۔ اپنے ایک جزو (شریر) بننے میں تمہیں کیا سواد آتا ہے۔

(۵)

ہر طرف دسے دلدار پیارا۔ رنگ رنگ دے رُوپ بنائے کے جی

کِھوں آپ بھلائے رنجور ہویا۔ اکھ ادھ گھومی دُکھ پائے کے جی

جبھی آپ سوں آپ پرگٹ ہویا نج آنند کے ماہیں سمائیا جی!

بُلھا شاہ جو آد تھا انت سوئی جانے نیر میں نیر سمایا جی!

شرح :- بلھا شاہ اپنا انوبھو پرگٹ کرتے ہیں۔ مجھے ہر طرف رنگا رنگ کی شکلوں میں وہی پریتم آتم دیو ہی نظر آتا ہے۔ اُس نے کہیں اگیان کو دھارن کر لیا ہے۔ اور جیو بنکر دُکھی ہے۔ جنم مرن روگ سے بیمار ہے۔ پر بھوتی راگ دویش سے جلتا ہے۔ پھر وہی آتم دیو اپنے آپ سے آپ کو جانتا ہے۔ تو سچے انند میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ بلھا شاہ کہتے ہیں۔ جو اوّل موجود تھا۔ وہی آخر بھی ہے۔ جس طرح پانی پانی میں ملجاتا ہے۔ بقول گورو نانک

"جا سے اُپجے نانکا لین تائی میں مان"

یا جسطرح سمندر سے جل کے قطرے سورج کی گرمی سے ہوا کی پالان پہ سوار ہو کر آکاش کی سیر کرتے۔ پہاڑ کی چوٹی پہ بارش بنتے۔ ندی۔ نالہ دریا وغیرہ کے انیک نام اور رُوپوں کو دھارن کرنے کے بعد پھر سمندر کے جل میں شامل ہو جاتے ہیں۔ آخر جل ہے۔ درمیان میں جو اسقدر اسماء اشکال کے زیر دکھائی دے رہا۔ وہ بھی جل ہی تھا۔ اسی طرح جب سرشٹی اتپتی سے پہلے بقول اپنشد مت یعنی بہم ہی موجود تھا۔ اور سرشٹی پرلے کے بعد وہی ست پرماتما باقی رہتا ہے۔ تو اس درمیانی حالت میں ان تمام نام اور رُوپوں میں درشیہ مان جگت ہو کر جو پرتیت ہو رہا ہے۔ وہ بھلا ست پرماتما سے غیر ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں یہ بھی وہی ہے۔ "تو تصسی" وہ تم ہو پس اے طالب! اسا کار سرگن برہم کے دل کھول کر درشن کرو۔ آنند ہو گا۔

(ا ع)

اج ہویا سبھو پچ میرا نمی شادی دے پار کھلویا ئیں !
بھیا دُور دِل بھرم سب موم پایا ڈر کال دا قاضی دا کھویا ئیں
سادھ سنگ دی دیا تے بھیا نِرمل گھٹ گھٹ چیتن سُکھ سویا ئیں
بُلھے شاہ سمبھال جد مول دیکھیا جو آد تھا انت پھر ہویا ئیں

شرح :۔ آج میرے تمام جتن (سادھن) سُپھل ہو گئے۔ اب میں ہرش شوک سے رہت پد میں سستھت ہوں۔ دل کے تمام شکوک ہٹ گئے۔ اور تمام راز کھُل گئے۔ اور اے قاضی مجھے موت کا بھی ڈر نہیں۔ میں ابھے پد کو پراپت ہؤا ہوں۔ مجھ پر سادھو سنگ کی بڑی رحمت ہوئی ہے۔ کہ میں اپنے شدھ سروپ کو پراپت ہؤا ہوں۔ اب میں اپنے آپ کو گھٹ گھٹ میں ست چت آنند روپ سے دیاپک دیکھتا ہوں۔ "سبھناں گھٹاں وِچ رام پیا بولدا۔" بلھا شاہ کہتے ہیں۔ جب سند حقیقت پر جلوہ افروز ہو کر دیکھا۔ تو ایسا انوبھو ہؤا کہ میں اور انت سے رہت نِت ایک رس تھا کبھی دکار اور تبدیلی کو پراپت نہیں ہوا تھا۔

(ی)

یار پایا سیئو میرے یو نی ۔ میں تاں اپنا آپ گنوائے کے جی
رہی سُدھ نہ بُدھ جہان کیری ۔ تھکی وِرتی آنندوں جائے کے جی
اُٹھ پھر وشرام نہیں کام کوئی دُوجی گیان کی بھاہ جلائے کے جی
بلُھا شاہ مبارکاں لکھ دیوؤ ۔ بھئی شانتی جانی گل لائے کے جی

شرح :۔ معرفت ذات کا ذکر کرتے ہوئے بُلھے شاہ کہتے ہیں۔ کہ اے دوستو! سکھا سہیلیؤ (مراد اپنی حواس و خواطر سے ہے۔) میں نے بقول گورو نانک "آپ گنوائیے تاں شوہ پائیے" اپنا ملن اہنکار تیاگ کر کے اپنی خودی اور جزویت کو ترک کر کے آتم ساکشاتکار کر لیا ہے۔ اب جہاں دیکھنے والی بُدھی نہیں رہی۔ انتہ کرن کی برہم آکار برتی۔ اپنے انند سروپ میں قائم ہو کر تھک گئی ہے۔ جس سے پورن نروکلپ اوستھا حاصل ہے۔ جہاں اُدے است کوئی نہیں اب تو آٹھوں پہر آنند ہی آنند ہے۔ اور کوئی کام نہیں۔ کیونکہ یہاں ہر دم برہم گیان کی پرچنڈ اگنی جل رہی ہے۔ جس میں دویت رُوپی ایندھن سواہا ہو گیا ہے۔ بلُھا شاہ فرماتے ہیں۔ کہ اب لاکھ لاکھ مبارکبادیں پیش کرو۔ کیونکہ مجھے آتم ساکشات کار سے آنند اور شانتی حاصل ہوئی ہے۔

ادم ۔ مت ۔ بست

اپدیش

گذشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کیلئے دیکھو

اپدیش ترجمان مہاتما شہنشاہ جی مہاراج پنجابی

ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء

دوسری قسم کے سادھو بھی عام طور پر دنیا کو دکھ کے منہ میں پڑا ہؤا دیکھ کر گھر کے کاروبار اور آسائش کو چھوڑ کر صرف دنیا کے دکھوں کو دور کرنا ہی اپنا آدرش بنا کر جیون کو اس کے لئے ارپن کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ گوتم بدھ شنکر آچاریہ عیسے المسیح۔ محمد۔ دیانند وغیرہ۔

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے مہاتماؤں نے دنیا کے ایک حصہ کو اپنے اپدیش سے گرویدہ بنا لیا۔ اور لاکھوں شخص ان کے پیروکار بھی بن گئے۔ چونکہ ان کی تعلیم ایک خاص قسم کی تھی۔ اسلئے خاص قسم کے لوگ ہی ان کی طرف کھنچے اور ان میں سے بھی چیلے پہلے تو ان کی تعلیم کے مطابق پورے طور پر چلتے رہے۔ مگر رفتہ رفتہ اس تعلیم کو برائے نام ہی مانتے ہوئے اور طرف کو چل نکلے۔

بدھ کی تعلیم تھی کہ کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔ گوشت مت کھاؤ۔ تیاگ اور مشقت کی زندگی بسر کرو۔ مگر اب برخلاف اس کے بدھ کے تمام پیروکار گوشت خور ہیں۔ لڑائی اور خونریزی میں کسی سے کم نہیں۔ جہاں مشقت و محنت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہاں عیش و عشرت بھی ان لوگوں میں حد کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔ ایکدفعہ برہما کا رہنے والا بدھ کا پیروکار ملا۔ اس سے معلوم ہؤا۔ کہ وہ لوگ ہر قسم کا مانس کھاتے ہیں۔ ہمارے یہ کہنے پر کہ مانس کھانا بدھ کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ بدھ تو گوشت خور تھے۔ ہم نے یہ سنکر اس سے کہا کہ گوتم بدھ ہی پہلا رفیامر ہؤا ہے۔ جس نے ہنسا (گوشت خوری) کے خلاف پرچار کیا۔ بلکہ ویدوں میں یگیوں کے جائز ہونے اور جیوؤں کے مارا جانے نے ہی اسکو نراا پرچار کرنے پر مجبور کیا۔ اس بات کو سب جانتے ہیں۔ مگر اس نے اس بات کو نہ مانا۔ ہم کو بھرتری کا منددرجہ ذیل واقع یاد آگیا جس سے ہم نے اس سے زیادہ گفتگو کرنی مناسب نہ سمجھی۔ مفصلہ ذیل شلوک بھرتری ہری جی نے اپنی نیتی شتک میں لکھا ہے۔

مطلب:- جو نہیں جانتا = اور یہ جانتا ہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ اسکو آسانی سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ جو نہ جانتا ہو۔ اور یہ جانتا ہو۔ کہ میں بالکل ہی نہیں جانتا۔ اسکو اور بھی آسانی سے سمجھا سکتے ہیں۔ مگر جو نہیں جانتا اور اس کو حق الیقین ہے کہ میں جانتا ہوں۔ اسکو برہما بھی نہیں سمجھا سکتا۔

عیسے کی تعلیم تھی کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا بھی آگے کر دو۔ مگر اب اگر ان کو کوئی

طمانچہ مارے تو اُس کے پیروکار طمانچہ مار کر بھی پیچھا نہیں چھوڑتے ۔
محمد کی تعلیم کا جزو اعظم کلمہ ہے ۔ جس کے یہ معنی ہیں ۔ کہ سوائے خُدا کے اور کوئی چیز دُنیا میں نہیں ہے ۔ بس جب خدا ہی خُدا ہے ۔ تو دُکھ کاہے کا ہے ۔ اور لڑنا کس سے ۔ مارنا کس کو ۔ خدا خدا کو مارے ۔ یا خدا خدا سے لڑے یہ بات تو خُدا کی صفت سے بعید ہے ۔ یہ تعلیم اس قسم کی ہے ۔ کہ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو تمام تکلیفات اور مصیبتوں سے بچ جاوے ۔ مگر اس کے پیروکار اب اس کے خلاف چل کر خود کو اور دوسروں کو تکلیف کے غار میں دھکیل رہے ہیں
شنکر آچاریہ کی تعلیم ہے ۔ کہ سوائے آتما کے اور کوئی وستو نہیں ۔ اگر اس بات پر بھی عمل کیا جاوے ۔ تب بھی بیڑا پار ہے ۔ مگر ایسا نہیں ہوتا ۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا ۔ کہ سب پیر پیغمبروں اور مہاتماؤں نے دُنیا کے دُکھ دور کرنے کے لئے تعلیم دی ۔ مگر اُن کے پیروکار اس کے بالکل برخلاف جا رہے ہیں ۔ کیا ہندو کیا مسلمان ۔ کیا عیسائی اور کیا بدھ ۔ سب ایک ہی رسّے سے باندھنے کے قابل ہیں ۔ اگر اب یہ مہاتما دُنیا میں آویں اور اپنے پیروکاروں کی ناگفتہ بہ حالت اور ان کو اپنی تعلیم کے برخلاف چلتے ہوئے دیکھیں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ اگر ہم بجائے دوسروں کو تعلیم دینے کے وہ تعلیم اپنے اندر ہی جذب کرتے تو بہتر تھا ۔

پہلی اور **دوسری قسم** کے سادھوؤں میں صرف اتنا ہی فرق ہوتا ہے ۔ کہ پہلی قسم والوں کا آدرش ان سے جُدا نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہ خود آدرش رُوپ ہوتے ہیں ۔ اور دوسری قسم کے مہاتماؤں کا آدرش دوسروں کا سُدھار (جس میں بہت تھوڑی حد تک اپنی غرض اور خودی بھی چھپی ہوتی ہے) ہوتا ہے ۔

تیسری قسم کے مہا گیانی پُرش جن کو اوتار کہتے ہیں ۔ وہ ہیں جو اپنے کسی سوارتھ وش جگت میں نہیں آتے بلکہ خاص طور پر ایشور کے پرتی ندھی رُوپ سے کسی شاپ کی وجہ سے مریادا قائم کرنے کے لئے سنسار میں جنم لیتے ہیں ۔ اُن کا جیون بھی منش ماتر کے لئے آدرش رُوپ ہوتا ہے ۔
جیسے رامچندر ۔ شری کرشن ۔ بھیشم ۔ لکشمن وغیرہ ۔

چوتھی قسم کے وہ مہاتما ہیں ۔ جو گرہست میں رہتے ہوئے سادھوؤں جیسی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ دھرم اور اصلیت کے مقابلہ پر دُنیا کو ہیچ سمجھتے ہیں ۔ اور موقعہ پڑنے پر اپنی جان تک سچائی اور دھرم کے عوض قربان کر دیتے ہیں ۔ جیسے حقیقت رائے ۔ گورو گوبند سنگھ اور کئی سنگھ صاحبان ۔ پُورن بھگت ۔ سقراط ۔ گیلیلو وغیرہ ۔

پانچویں قسم کے وہ ہیں ۔ جو کسی خاص وجہ سے دُنیا سے کنارہ کش ہو کر ایشور سمرن اپنا آدرش بنا کر اُسی کے گُنانواد گاتے گاتے امر لوک کو گمن کرتے ہیں ۔ جیسے بھرتری ہری ۔ تلسی داس ۔ سور داس ۔ گوپی چند وغیرہ ۔ بہت سے مہانوبھاؤ اس قسم کے ہیں ۔ ان کو کارن ویراگی کہتے ہیں ۔

چھٹی قسم کے سادھو بھی گرہست ہی میں رہ کر اور رنج کے سکھوں کو تیاگ کر پبلک کاموں میں زندگی لگا دیتے ہیں ۔ مگر ان کا درجہ چوتھی قسم کے سادھوؤں سے کم ہے ۔ جیسا کہ سر سید احمد ۔ رام موہن رائے ۔ مدن موہن مالوی ۔ لاجپت رائے ۔ گوکھلے ۔ گاندھی تلک ۔ ہنسراج وغیرہ ۔

ساتویں قسم کے سادھو وہ ہیں ۔ جو پہلی ۔ دوسری یا اور کسی قسم کے سادھوؤں کے فرقے میں شامل ہو کر یا ان میں پیدا ہو کر ویسے ہی یا اُس سے کم و بیش کام کر کے نمایاں انجام دیتے ہیں ۔ جیسے سوامی دیانند ۔ شردھانند ۔ ڈاکٹر اینی بیسنٹ ۔ ایشور چند ودیا ساگر وغیرہ

(باقی آئندہ)

مسلسل نمبر ۴

برہم رشی یاگو بکیہ کا ویاکھیان

از شری سوامی نیتانند جی بھارتی

رشی نے فرمایا:-

"اس بارے میں (وید کے) منتر بھی (پرمان) ہیں۔ یہ ایک ہنس آتما جو کہ ہرنیہ مے (نور مطلق) پرش ہے۔ ہرگز نہیں سوتا ہے۔ البتہ شریر کو بے حرکت کر کے خود سوپن اوستھا کے چھپے ہوئے نظارے دیکھتا ہے۔ اور بعد میں اپنے پرکاش کو لیکر اپنے استھان جاگرت کی طرف واپس آتا ہے۔"

ویدنے آتما کو ایک ہنس کہا ہے۔ ایک ہنس کا مطلب ہے کہ آتما ایک ہے اور ہنس ہے۔ جس طرح ہنس پانی پر تیرتا اور آکاش میں اڑتا ہے لیکن پانی اور آکاش سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح آتما بھی جسم میں رہتا ہے۔ لیکن جسم سے الگ ہے۔ آتما کا سروپ بھی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ آتما ایک ہے۔ آتما کی ذات میں کسی دوسری شئے کو دخل حاصل نہیں ہے۔ آتما کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ آتما کو گھیرا نہیں جا سکتا۔ آتما لاثانی ہستی ہے ہنس کہتے ہیں، دیکھنے والا یا حاصل کرنے والا۔ چنانچہ آتما جاگرت سوپن اور سوشپتی میں اکیلا درشٹا ہوتا ہے۔ جاگرت کا تماشہ ختم ہوتا ہے۔ تو سوپن کا کھیل شروع ہوتا ہے۔ سوپن کا کھیل ختم ہوتا ہے۔ تو سوشپتی کا نظارہ آتا ہے۔ ان تینوں حالتوں میں ایسا ورود ہے کہ سب ایک ہوتی ہے۔ تو باقی دونوں غائب ہو جاتی ہیں۔ جاگرت ہوتی ہے۔ تو سوپن سوشپتی نہیں ہوتیں اگر سوپن کی حالت ہوتی ہے۔ تو جاگرت اور سوشپتی نہیں ہوتیں اور اگر سوشپتی ہوتی ہے تو جاگرت اور سوپن کی حالتیں نہیں ہوتیں۔ لیکن دید کہتا ہے۔ کہ چاہے جاگرت ہو یا سوپن سوشپتی ہوں۔ ان کا ساکشی تماشہ دیکھنے والا آتما برموجود ہوتا ہے۔ چاہے کوئی نظارہ ہو۔ آتما اس کا دیکھنے والا ہے۔ آتما کی ہستی تماشہ سے بالکل الگ ہے۔ نیائے یا منطق کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر تماشہ یا نظارہ اپنے سے غیر کے لئے ہے۔ جسکے تماشہ ہے۔ وہ آتما ہے۔ اور وہ تماشے سے جداگانہ ہستی رکھتا ہے۔ اگر تماشہ تماشائی دونوں کے ہیں ہے تو تماشہ کی ہستی ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تماشا تب ثابت

ہو۔ جب کہ اس کا کوئی دیکھنے والا ہو۔ تو وہ تماشے سے الگ ہوگا۔ اس طرح وید نے آتما کی ہستی کی دلیل بھی دی ہے۔ کہ جاگرت سوپن سوشپتی کی حالتیں درشیہ یعنی دکھلائی دینے والی چیزیں ہیں۔ ان میں تبدیلی بھی ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ ان حالتوں کا کوئی درشٹا ارتھات شاہد ہو اور وہ پرینام سے رہت ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آتما ہرنیہ ہے یعنی نورِ مطلق ہے۔ اور وہ ہرگز نہیں سوتا ہے۔ ان شبدوں کا مطلب یہ ہے۔ کہ آتما کو روشنی کسی دوسری ہستی سے نصیب نہیں ہوتی۔ جیسا کہ زمین کو روشنی سورج سے ملتی ہے۔ یا کالے کوئلہ کو روشنی آگ سے ملتی ہے۔ یا لیمپوں کو روشنی بجلی سے حاصل ہوتی ہے۔ ویسے آتما کو روشنی کسی اور چیز سے نہیں ملی ہے۔ بلکہ یہ روشنی آتما کا اپنا سوبھاوک گن ہے۔ یاد رہے کہ روشنی سے مراد گیان یا علم سے ہے۔ جب پرکاش کرنا یعنی جاننا یا شاہد ہونا آتما کا سوبھاوک گن ہے۔ تو اس کا ناش بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ذاتی صفت تب تک برابر قائم رہتی ہے۔ جب تک کہ ذات کا وجود قائم ہو۔ آتما کی ذات فانی نہیں ہے۔ اسلئے اس کی صفات بھی فانی نہیں ہو سکتیں۔ یہی کارن ہے کہ وید کہتا ہے۔ کہ آتما ہرگز نہیں سوتا۔ یعنی آتما کے گیان کا کبھی ناش نہیں ہوتا۔ جس طرح اندریہ اور من سو جاتے ہیں۔ اگر آتما بھی کبھی سو جاوے تو آتما بھی اندریہ اور من کی طرح پیدا شدہ اور ناشمان پدارتھ مانا جاوے گا۔ اور ایسی حالت میں اس کی جڑ مان کر اسکے علاوہ کسی اور چیتن ہستی کی تلاش کرنی ہوگی کیونکہ بغیر شاہد کے۔ بنا جاننے والے ساکشی درشٹا کے اس اوستھا کی سدھی ہرگز نہیں ہو سکے گی۔ اس لئے اس اوستھا کا دیکھنے والا اس سے الگ ہمیشہ قائم رہنے والا آتما ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ سین بدلتے ہیں۔ دیکھنے والا وہی رہتا ہے۔ اس کو شاستروں میں "درگ درشیہ وویک" کے نام سے کہا گیا ہے۔ سانکھیہ فلاسفی میں اسی گیان کو "ودیایت کھیاتی" کہا گیا ہے۔

سوپن سے شریر کو بے حرکت کرنا اور خود چھپے نظارے دیکھنے کا بھاو یہ ہے۔ کہ جب سوپن اوستھا ہوتی ہے۔ تو شریر کی اندریاں بے حرکت ہو جاتی ہیں۔ یعنی اپنے اپنے کاروبار بند کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اس حالت میں آنکھ۔ کان۔ ناک ہاتھ۔ پیر وغیرہ چپ چاپ ہوتے ہیں۔ دیکھنا، سننا وغیرہ کام نہیں ہوتے۔ دراصل آتما کی شکتی سے اندریاں کام کرتی ہیں۔ جب آتما اپنی شکتی ان سے لے لیتا ہے تو وہ بے حرکت اور بے جان ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح خواب کی حالت کا ہم روزمرہ مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن کتنی بدقسمتی ہے۔ کہ پھر بھی آتما کو جسم اور اندریوں سے الگ نہیں سمجھتے۔ وید کہتا ہے۔ کہ آتما خواب میں اپنی چھپی طاقت کا نظارہ دیکھتا ہے۔ جس آتما میں اتنی طاقت پوشیدہ ہے۔ کہ سوپن میں نانا پرکار کی سرشٹی رچ سکے۔ کتنا افسوس ہے کہ وہ اپنے موکش کے لئے پریتن نہیں کرتا۔ اگر وہ تھوڑا سا بھی خیال کرے تو موکش پراپت کرنے میں اسکو کوئی دقت نہ ہو۔

وید کہتا ہے۔ کہ سوپن دیکھ چکنے کے بعد یہ اپنی طاقت یا پرکاش کو لیکر جاگرت استھان کی طرف واپس آتا ہے۔ اس کا تات پریہ یہ ہے۔ کہ جس شکتی کو لیکر یہ خواب رچنے گیا۔ اس طاقت اور پرکاش کو واپس لے لیتا ہے۔ اور اندریوں کو پھر حرکت دیتا ہے۔ اور خواب کو جاگرت میں تبدیل کرتا ہے۔ جو طاقت سوپن میں تھی وہ طاقت جاگرت میں کام کرنے لگتی ہے۔ آپ پنر جنم کو بھی اسی نظر سے سمجھ سکتے ہیں۔ جس پرکاش سے اس جسم کو روشن اور منور کیا گیا ہے۔ یا کیا جا رہا ہے۔ وہی طاقت اور پرکاش دوسرے جنم کو بھی پرکاشت اور شکتی والا کرتی ہے۔ جس طرح سوپن میں آتما کی شکتی جا کر چھپے نظارے کو دکھاتی ہے۔ اسی طرح ایک جنم کی طاقت اپنے چھپے ہوئے کرموں کا اندازہ (پھل) دوسرے

جنم میں جاکر دکھاتی ہے۔

رشی اپنی بات کی سدھی کے لئے وید کا اسلئے پرمان دیتے ہیں۔ کہ (۱) وید سب ستیہ ودیاؤں کا خزانہ ہے۔ (۲) وید سے بڑھکر پورانی پستک سنسار میں کوئی نہیں ہے۔ (۳) وید وہ بات بتاتا ہے۔ جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور اُن کی پہنچ سے بہت اونچی ہوتی ہے۔ (۴) وید رشی مُنی لوگوں کا گرو ہے۔ (۵) وید پرمیشور کی پوتر بانی ہے۔ (۶) وید کا پرمان انادی کال سے مانا جاتا رہا ہے۔ وغیرہ۔ اگر رشی اپنے خیالات کے ثبوت میں وید کا پرمان نہ دیتا۔ تو جنک جیسے وید وشواسی آستک بھگت کو یہ شک ہوجاتا۔ کہ رشی تو وید کا پنڈت اور آچاریہ ہے۔ اگر یہ وید کا پرمان نہیں دیتا تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو وید میں آتم تتو گیان نہیں ہے۔ یا یہ آچاریہ اپنے کو وید سے بھی زیادہ پرمانک مانتا ہے۔ دونوں حالتوں میں رشی کا اپمان ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا۔ کہ رشی وید کا پرمان نہیں مانتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ یا تو جنک کا وشواس وید سے اُٹھ جاتا یا یاگو لکیہ کیلئے شردھا نہ رہتی۔ اس لئے رشی نے نہائیت عقلمندی سے مریادا قائم رکھتے ہوئے اپنے ابھمان کو تیاگ کر پرم پوتر وید کے منتروں کا پرمان پیش کیا۔ پرسچ مچ رشی نے بڑا ابھاری ودوان ہوکر جو نظیر قائم کی ہے۔ وہ بہت ہی بیش قیمت ہے۔ خاص کر ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف سے ویدوں پر پرہار ہو رہے ہوں۔ ویدوں کو گڈریوں کے گیت کہا جارہا ہو۔ ویدوں کی شان میں اور بھی اوٹ پٹانگ بکواس کی جارہی ہو۔ اس نظیر سے ہم کو وید کی پرمانکتا کا پاٹھ سیکھنا چاہیئے۔ اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وید کی عظمت اور عزت کی رکشا کرنی چاہیئے۔

کتنے شرم کی بات ہے۔ کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کی باتیں سنبھال سنبھال کر رکھیں۔ اور اپنی کتابوں کو سینہ میں چھپا کر رکھیں اور ہم لوگ رشیوں کے وچاروں کو اور پوتر پستکوں کو ٹھوکر مار کر گلیوں میں پھینکا کریں۔ اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ وید میں کیا ہے۔ تو اپنشدوں کو پڑھیئے۔ رشیوں کے وچار پڑھکر آپ کو پتہ لگ جاوے گا۔ کہ وید کیا ہے۔ اور دیدیہ کی دنیا کو کیا ضرورت ہے۔ غور کیجئے۔ رشی جی دوسرا منتر بطور پرمان پیش کر رہے ہیں:-

"ایک ہنس آتما امرت ہے۔ یہ ہرنیہ مے پرش پرانوں کے دوارا گندے
گھونسلے کی رکھشا کرتا ہے۔ اور خود اس سے باہر جہاں چاہتا ہے
(وہاں) چلا جاتا ہے"

جس طرح ایک پکشی گھونسلہ بناتا ہے۔ اور اس کی رکھشا کرتا ہے۔ اور جب جب ضرورت ہوتی ہے۔ باہر اُڑ کر چلا جاتا ہے۔ ٹھیک ویسے ہی یہ آتما بھی ایک ہنس ہے۔ اس کا رنگ روپ یعنی سروپ بہت شُدھ اور صاف ہے۔ یہ آتما اپنے گندے گھونسلا ارتھات اس شریر کو جو ہڈی ماس۔ لہو۔ تھوک۔ مُوتر۔ گندگی کا ڈھیر ہے۔ پرانوں سے رکھشا کرتا ہے۔ اور سوپن میں اس سے باہر جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ دراصل یہ امرت ہے۔ اسکو موت نہیں ہے۔ یہ مرتا نہیں ہے،

وید نے شریر کو گندہ گھونسلا کہہ کر ویراگیہ کا اپدیش کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ آتمن! جس گھونسلا کے پیچھے تو اتنی ممتا اور موہ کرتا ہے۔ اس کے سروپ پر وچار کر۔ دیکھ! اس میں کتنی گندگی ہے۔ کتنی بدبو ہے۔ پھر تو اڑنے والا اور دور دور کی سیر کرنے والا۔ کیوں اس گندگی کے ڈھیر پہ اتنا عاشق ہوتا ہے۔ یوگ سوتر پر بھاشیہ کرتے ہوئے مہرشی ویاس جی نے کہا ہے۔ کہ شریر کی گندگی اور مکروہیت پر دھیان دو۔ دیکھو یہ جسم کس جگہ سے پیدا ہوا ہے۔ گندی نالی سے۔ کس بیج سے پیدا ہوا ہے۔ گندی بوند سے۔ کس چیز پر قائم ہے۔ ماس اور ہڈیوں پر۔ دیکھو اس کے اندر سے نکلتا کیا ہے

مل موتر تھوک کھنگار - اگر اب بھی جسم کی گندگی پر شک ہو۔ تو مردہ جسم کو دیکھو۔
اگر ہنس کا ارتھ منس بھی لے لیا جائے - تو یوں کہا جاوے گا۔ او مانسرور کے ہنس! تو کیوں اس گندے گھونسلے میں قید ہوا پڑا ہے۔ تو تو شانت چل - وایو کا تو اس کرنیوالا ہے - کیوں یہاں نرک بھوگ رہا ہے۔ اپنے پروں کو حرکت دے - اڑ جا - وہاں جا - جہاں تیرا اصلی استھان ہے - اس منتر نے آتما کو اپنے حقیقی مقام کا اپدیش دیا ہے - اور جس جسم میں یہ مارا مارا پھرتا ہے - اس کے اصل گندے سروپ پر اشارہ کیا گیا ہے تاکہ یہ اس کے چکر سے نکلے۔ آتما کو اس کی شکتی سے بھی واقف کرایا گیا ہے - کہ جن پروں سے اڑ اڑ کر تو جسم اور جسم کے تعلقات کی رکھشا کرتا ہے اور اپنی طاقت کا استعمال کرتا ہے - اگر تیرا خیال ہو جاوے تو اس طاقت کا رخ دوسری طرف تبدیل کر کے تو بہتر جگہ پر پہنچ سکتا ہے - اس سے یہ بھی کہدیا گیا - کہ موکش کا حاصل کرنا اسمبھو نہیں ہے - ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا - کہ تو موکش پراپت کرنے کے لئے اس گھونسلا میں آیا ہے۔

سمجھنو! یہ ہنس ہر خواب میں اڑتا ہے - اپنے پروں کو پھڑ پھڑا کر حرکت دیتا ہے - اور نامعلوم کہاں کہاں تک جاتا ہے - اور کس کس ملک کی سیر کرتا ہے - لیکن پھر واپس اپنے گھونسلے میں چلا آتا ہے - بیشک اڑنا اور دور دور کی سیر کرنا اس ہنس آتما کا سوبھاوک گن ہے - لیکن یہ بار بار واپس جاگرت میں کیوں آتا ہے؟ اس لئے ایک تو گندے گھونسلا کی محبت اس کو کشش کرتی ہے - دوسرے اس غریب کو اپنا اصلی مقام معلوم نہیں - اڑتا ہے لیکن وہاں نہیں پہنچ پاتا ہے - اسلئے واپس چلا آتا ہے۔

شریر سے باہر اڑنے کا مطلب یہ ہے - کہ آتما شریر سے ذات اور صفات کے لحاظ سے بالکل ہستی ہے - شریر کے دھرموں کا آتما کے ساتھ رتی بھر بھی تعلق نہیں ہے - آتما اڑنے والا آکاش کی اونچی اڑان اڑنے والا ہے - جسم زمین کی گندگی کا ڈھیر ہے - آتما کو امرت کہہ کر وید نے شریر سے بالکل الگ کہدیا ہے - کیونکہ جسم مرنے والا ہے - اور آتما کی موت نہیں ہوتی - یہ جیون جیوتی کبھی بھی نہیں بجھتی - آتما کا جسم سے باہر اڑنا سوپن میں بطور درشٹانت ہے - سوپن میں شریر میں ہوتا ہے - مگر خیالات سے اڑ کر باہر جاتا ہے - ارتھات سوپن کی حالت میں جسم سے بالکل باہر نہیں جاتا - بالکل باہر جانا تو جسم کو چھوڑ دینا یعنی مرنا کہلاتا ہے - اگر سوپن میں شریر سے بالکل ہی باہر چلا جاوے تو جسم کی موت ہو جاوے گی اسلئے باہر جانا مت سمجھ لینا - وید کہتا ہے - کہ یہ ہنس گھونسلہ کی رکھشا کرتا ہے - اور باہر جاتا ہے - گھونسلہ کی رکھشا کے لئے باہر جاتا ہے - نہ کہ گھونسلہ پر لات مار کر اس کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے - بلکہ اس کی رکھشا کا سامان باہر سے لیکر آتا ہے - یہ جاگرت کا ورنن ہے - ارتھات جو شکتیاں سوپن میں چلی گئی تھیں - ان کو واپس لا کر جاگرت کے ویوہار کرتا ہے - اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سو جانے پر جسم کی طاقتوں اندریوں کو آرام ملتا ہے - اور جاگنے پر تازہ دم ہو کر جسم کی رکھشا ہوتی ہے۔ (باقی آئندہ)

شانتی آ!

از لالہ دولت رام جی پوری بی اے بی ٹی

آ شانتی کہ تیرا مجھے انتظار ہے
حال زبوں ہے اسکا نہیں جسکو تُو نصیب
سو مرض کی جہاں میں تُو تو طبیب ہے
تیری تلاش میں ہیں زمانہ کے بادشاہ۔
مرعوب تجھکو شاہی خزانہ نہیں ہوا
ملنے تیرے گو دولت قاروں نہیں ضرور
محبوب تیری دیکھی ہے فقرا کی جھونپڑی
پتّہ ہو پھول پھل ہو شجر ہو یا خار ہو۔
ہو بادشاہ امیر ہو یا کوئی گدا ہو!
سب ڈھونڈتے ہیں تجھکو مگر تُو چھپی ہے
تُو نعمت لافانی ہے منبہ سُرور کا
تیرے بغیر امن کا ہونا محال ہے
تُو معرفت کا جام خُدا کی پہچان ہے

تیرے بغیر دل کو نہیں اب قرار ہے
بے کل رہے جہاں میں نہ جسکی ہو تُو حبیب
جس کو ہوئی نصیب تو وہ خوش نصیب ہے
مشکل ہے دُنیاداروں کا تیرے بدوں نباہ
مسکن تیرا ایوان شاہانہ نہیں ہُوا
پیسہ جہاں ہو واں سے عموماً رہے تُو دُور
مرضی جہاں ہو واں یہ لگاتی ہے تو جھڑی
طائر ہو مور و ملخ ہو یا کوہسار ہو!
ہو بحر و بر یا کوئی یہاں خلق خدا ہو
وہ جستجو میں تیری پھریں تو نہیں ملے۔
تیرے بغیر راحت ابدی کہاں بھلا۔
دُنیا ہو بر فروغ یہ مشکل سوال ہے۔
تُو مقناطیسی جانب ربی چٹان ہے

دل میں مکیں ہو شانتی مضطر کی جلد آ۔
مدت سے منتظر ہے تیرا ضرور آ!

بقیہ مضمون صفحہ ۳۰ سے آگے

دامن پاؤ گے۔"

یہ پیغام جہاں کہیں بھی وہ ہوں گے۔ پہنچ جائیگا۔ وہ تمہاری پریم مئے پرارتھنا سے مدد پائیں گے۔ اُن کا دامن برکات سے پُر ہو جائے گا۔

(۸)

بعض پریمی جب اسے پڑھینگے تو کہہ اٹھینگے کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ اچھا مان لیا کہ یہ تمہارے لئے ناممکن ہے۔ مگر جب آتما ہماری مدد پر ہوگی تب بھی کیا ناممکن رہ سکتا ہے۔ اور کوشش سے ہماری آتما ضرور مدد کرے گی۔ اس طرح ناممکن ممکن ہو جائے گا۔ اور معقول اور مناسب طور پر اگر یہ عمل کیا جاوے تو برکت آوری اور عفو کے الفاظ کو ممکن الشمع کہنے میں مدد دے گا۔ الفاظ طاقت رکھتے ہیں۔ شروع میں چاہے ہم انہیں درست اور صحیح محسوس کریں۔ مگر مشق ضرور ہمیں خوشی اور شانتی بخشے گی۔ حضرت مسیح نے کہا ہے۔

"برکت رسیدہ اشخاص ہی باعثِ امن ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایشور کے پُتر کہلائیں گے۔"

(۹)

ہم اپنے دشمنوں کے حق میں بھی دعا کرنے سے باعث امن ہو سکتے ہیں۔ اِن سے صرف پیار کرنے سے ہی نہیں بلکہ اُن کے واسطے پرارتھنا کرنے سے بھی شانتی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہمیں ان کے حق میں اس لئے دعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ اپنی مساعی میں برکت پاویں جن سے وہ ہمیں اور اوروں کو نقصان پہنچانے کے لئے عمل میں لاتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اس شاہراہ پر چلنے سے زیادہ تیزی سے گامزن ہو جو انہیں پرماتما تک پہنچائے اور اسطرح انہیں اس اصلی اور بھاری مسرت کا تجربہ کرائے۔ جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگر وہ تمام راہوں سے اس ممتاز راہ پر گامزن ہونے میں برکت یاب ہوں۔ تو وہ کسی کو ایذا پہنچانے میں خواہش کا اظہار تک نہ کریں گے۔ بلکہ دوسروں سے محبت کریں گے اور اُن کی خدمت کرنا چاہیں گے۔ دشمنوں کے برخلاف دُعا کرنا معاملہ کو ابتر بناتا ہے۔ لیکن ان کے حق میں دُعا کرنا انہیں اور ہمیں برکت یاب بناتا ہے۔ اور سنسار کی شانتی یعنی امن کائنات کو بڑھانے میں مدد دیتا ہے۔

مگر یہی نہیں۔ جسے ہم کر سکتے ہیں۔ صبح و شام بلا ناغہ ہم چپ چاپ محبت کی اثیر بادپر بنی نوع انسان کو چار سو بھیج سکتے ہیں۔ کہ اے بھائی تم جہاں کہیں بھی ہو میں تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں کہ آپ پر ایشوریہ برکات و رحمتیں نازل ہوں اور آپ کو ایشوریہ شانتی کا بھاس ہو۔

"اوم شم"

نوٹ:- اب امر کتھا کا بقایا مضمون رسالہ "اوم" میں شائع نہیں ہوگا۔ اسکو کتابی شکل میں حاصل کرنے کے خواہشمند اصحاب اپنا آرڈر بک کرالیویں۔

شانتی کے مندر کی یاترا

(از شریمان مہاتما شہنشاہ جی مہاراج برہمچاری)

ہم نے شانتی کے مندر کو پہنچنا تھا۔ جہاں کہ ہم کھڑے تھے۔ ایک لق و دق میدان تھا آدمی کا کچھ پتہ نشان نہ تھا۔ بہت دیر تلاش کرنے کے بعد ایک حسین عورت نظر پڑی ہم نے اس سے اپنی منزل مقصود کا رستہ دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں جانتی ہوں۔ وہ جگہ یہاں سے کچھ دنوں کا راستہ ہے۔ تم میرے ساتھ چلو تو میں وہاں پہنچا دوں میں نے بھی وہاں ہی جانا ہے۔ غرض ہم اس کے ساتھ ہوئے۔ تھوڑے دن اس کے ساتھ رہنے سے ہم کو معلوم ہوا کہ یہ عورت نہایت باسلیقہ اور امیر ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں پہننے کے لئے نہایت نفیس نفیس کپڑے اور کھانے کے لئے اچھی اچھی غذائیں اور طرح طرح کی کمیاب چیزیں ہماری آسائش کے لئے مہیا کیں۔ اس طرح بہت مدت ہم دونو سفر کرتے رہے۔ آخر کار ایک روز میں نے کہا۔ کہ ابھی منزل مقصود کتنی دور ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہایت قریب ہے۔ آپ اطمینان رکھئے۔ انشاء اللہ بہت جلد پہنچیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک خادمہ کو حکم دیا۔ کہ ایک نہایت تیز رفتار گاڑی لاؤ۔ چنانچہ وہ لائی اور ہم دونو اس میں سوار ہوئے۔ وہ گاڑی ایک سیکنڈ میں سو میل سے زیادہ چلتی تھی۔ اور تعریف اس گاڑی کی یہ تھی۔ کہ اس میں آرام کے لئے ہر ایک کام کے لئے جداگانہ کمرے تھے۔ کھانا پکانے کا الگ۔ سونے کا الگ۔ لکھنے پڑھنے کا علیحدہ۔ اور وہ اتنی بڑی تھی۔ کہ اس میں سیر کرنے کے لئے باغ بھی لگا یا تھا۔ جب اس گاڑی میں سفر کرتے ہوئے سالوں گذر گئے۔ تو ایک دن پھر میں نے اپنی رہبرہ سے کہا۔ کہ منزل مقصود ابھی کتنی دور ہے۔ پھر جواب ملا کہ گھبراؤ نہیں تھوڑی دور اور گئے۔ کہ شانتی کا مندر آیا۔ میں پھر چپ کر گیا۔ اور اس انتظار میں رہا۔ کہ دیکھئے کب منزل مقصود پر پہنچتے ہیں:۔

جب اسی طرح کئی سال اور گذر گئے۔ تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے پھر اس عجیب و غریب معشوقہ سے عرض کی۔ کہ مہربانی کر کے اب بتایئے۔ کہ کتنے دنوں سفر کرنا ہوگا اس نے حسب معمول وہی جواب دیا۔ کہ تھوڑی دور اور ہے یہ سن کر مجھے بڑا رنج ہوا۔ اور میں اس کی گاڑی میں سے اتر پڑا۔ اور اس کی بہت منت سماجت کرنے اور ڈرانے پر بھی میں نے اس کے ساتھ جانا گوارا نہ کیا۔ مجبور ہو کر وہ مجھے چھوڑ چھاڑ کر آگے روانہ ہوئی۔ اترنے پر سب سے بڑی حیرانی اس وقت ہوئی۔ جب میں نے دیکھا کہ جس جگہ سے اس عورت کے ساتھ میں پہلے پہل روانہ ہوا تھا یہ بالکل وہی جگہ ہے۔ الغرض اسی جگہ جب روتے دھوتے کئی دن گذر گئے۔ تو ایک انسان نظر پڑا۔ جس کے چہرے پر نور الٰہی برستا تھا۔ اس نے مجھے حال زار میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہاں تم کس طرح آئے۔ اور کہاں جاؤ گے۔ میں نے اپنی بے بسی کا تمام قصہ کہہ سنایا۔ اس نے سن کر بہت محبت اور رحم کی نظر سے دیکھا۔ اور کہا کہ تم خوش نصیب ہو۔ کہ اس مکارہ کے پنجے سے جیتے جاگتے بچ گئے ہو۔ اور مجھ سے دوچار ہو گئے۔ ورنہ وہ ایسی بے وفا اور ظالم ہے۔ کہ بے انتہا لوگ اس کی قید میں ہیں۔ اور سب کو سبز باغ دکھلاتی رہتی ہے۔ آخر بچارے تڑپ تڑپ کر وہیں مر جاتے ہیں تمہاری طرح بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جو اس سے رہائی پاتے ہیں خیر اب میں تمہیں تمہاری منزل مقصود

کا راستہ بتلاتا ہوں اگر اسی راستے چلے گئے۔ تو جلدی پہنچ جاؤ گے۔ اور اگر کسی کے بہکانے میں آگئے۔ تو قیامت تک بھٹکتے پھرو گے:۔

میں نے یہ سن کر اس فرشتہ صورت و سیرت کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور نہایت عاجزی سے اس انتظار ہی میں رہا کہ وہ رستہ پر ڈال دے۔ تو جلدی منزل پر پہنچیں۔ القصہ تھوڑی دیر میں اس مہاتما نے ایک طرف کو لیجا کر ہم سے کہا۔ کہ تم دیکھتے ہو اس سارے وسیع میدان میں راستہ کا کوئی نشان نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ مہاراج ٹھیک کوئی نشان نہیں پھر کہا کہ ذرا غور سے دیکھو جہاں پر ہم تم کو ملے تھے۔ اور جس راستہ سے ہم آرہے تھے۔ وہاں پر بھی کچھ نشان ہے۔ کہ نہیں:۔

پس جب ہم نے نزدیک جا کر بغور دیکھا۔ تو واقعی وہاں پر ایک سڑک کا نشان پایا۔ ہم نے رشی کو جا کر کیفیت سنائی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ بس ٹھیک یہی راستہ وہاں پر پہنچتا ہے۔ کسی کے بہکانے میں مت آنا۔ ہاں تھوڑی دور چلنے پر ایک مہاتما اور ملیں گے۔ وہ ہم سے زیادہ واقف ہیں۔ پس جس طرح وہ کہیں عمل کرنا۔ اگر ایسا ہوا تو یقین ہے۔ کہ جلد تم منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے:۔

رخصت ہوتے وقت میں نے دریافت کیا۔ کہ مہاراج! اگر وہ مہاتما نہ ملے اور اگر ملے بھی تو راستہ نہ بتایا۔ تو کیا کیا جاوے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا۔ کہ تم اس بات کا فکر مت کرو۔ تمہیں صرف یہی لازم ہے۔ کہ اس رستہ کو نہ چھوڑنا۔ جو شخص اس راستہ سے ان کی کٹیا تک پہنچتا ہے۔ وہ ضرور ان کے درشن کرتا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جب ان کے درشن ہو گئے۔ تو شانتی کے مندر تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں۔ الغرض اس مہاتما کو پرنام کر کے میں اس راستے پر چل پڑا۔ چلتے چلتے جب کئی روز بیت گئے۔ تو ایک دن پھر وہی پری صورت اور شیطان سیرت عورت نظر آئی۔ بڑا دم دلاسہ دیا مگر اب کی بار میں اور ہی ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی طرف کچھ دھیان نہ دیا۔ یہ دیکھ کر اس نے کیا تماشہ کیا۔ کہ جھٹ اسی راستہ کے کنارے کنارے دونو طرف بڑے بڑے عمدہ باغ رچ دیئے۔ طرح طرح کے کھانے اور انواع و اقسام کی عیش و عشرت کی چیزیں مہیا کر دیں۔ زیادہ کیا کہیں۔ وہاں کی ایک ایک چیز کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ ناظرین خود ہی اندازہ لگا لیویں۔ مگر اب کی بار ہم ایسے اُستاد سے اُستادی سیکھ کر آئے تھے۔ کہ اس شیطان کی دادی کی کچھ پیش نہ گئی۔ ناچار کچھ دن ساتھ ساتھ چل کر اور اپنا راستہ خراب کر کے یہ واپس ہو گئی۔ ہم ہزار ہزار شکر بجا لائے:۔

اس کے واپس جانے کے کچھ دن ہی بعد ہم کو دور سے ایک نہایت سہاونا اُپ بن نظر پڑا۔ جہاں پر طرح طرح کے انوکھے پنچھی بھانتی بھانتی کے راگ الاپ رہے ہیں۔ بڑا سندر اور شفاف ایک پانی کا تالاب ہے۔ قریب ہی ایک صاف اور میٹھے پانی کی ندی بہہ رہی ہے۔ اس جگہ پر کچھ ایسے نرالی قسم کے پھول کھل رہے ہیں۔ کہ جن کی خوشبو سے دل و دماغ تر و تازہ ہو گئے۔ بھوک پیاس سب جاتی رہی تھکاوٹ کا نام نہیں رہا:۔

تھوڑی دور اور جانے پر ایک کٹیا نظر پڑی۔ میں پہلے تو کچھ دیر کے لئے تالاب کے کنارہ پر بیٹھا۔ ہاتھ منہ دھوئے اشنان سندھیا کی۔ غرض ہر طرح سے جمع خاطر ہو کر کٹیا میں داخل ہوا۔ کٹیا میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک مہاتما سمادھی اوستھا میں ہیں میرے جاتے ہی ان کی سمادھی کھلی۔ اور جب مجھ پر نظر پڑی تو نہایت دلکش آواز سے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ غرض میں ایک طرف کو بیٹھ گیا بیٹھنے پر انہوں نے کہا کہ بیٹا کہاں سے آئے ہو اور کیا قصد ہے۔ میں نے اپنا تمام حال الف سے

یتے تک سنایا۔ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں تم کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ کیونکہ یہ جگہ ایسی دور اور راستہ ایسا کٹھن ہے۔ کہ کبھی ہزاروں برسوں کے بعد کوئی شخص ادھر آنکلتا ہے۔ تم کچھ دن یہیں رہو۔ اپنی تھکاوٹ اتارو۔ یہاں کی صحت بخش آب و ہوا کا حظ اٹھاؤ۔ اور جب چاہو ہم تم کو تمہاری منزل مقصود پر پہنچا دیں گے۔ وہ یہاں سے کچھ دور نہیں میں تھکا ماندہ تو تھا ہی۔ زیادہ اصرار نہ کیا۔ کچھ دن مہاتما کی سیوا میں رہا۔ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ کہ اس جگہ اور مہاتما میں کیا جادو بھرا تھا۔ کہ گو میں نے ہر طرح کا رستہ میں سکھ پہلے اٹھایا تھا۔ طرح طرح کے نقشے دماغ میں جمے تھے۔ مگر یہاں آکر سب کو پھیکا پایا:۔

اسی طرح بہت دن گذرنے پر میں نے مہاتما سے چھٹی چاہی۔ انہوں نے کمال خوشی سے بدا کیا۔ میرے ساتھ تھوڑی دور تک آکر راستہ دکھایا۔ یہاں سے تھوڑی دور چلنے پر مندر کی چوٹی نظر آنے لگی۔ بس پھر وہاں پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا ناظرین کہتے ہونگے۔ کہ ہم نے اپنے رہبروں کا نام و نشان نہ بتایا۔ تو سنئے صرف نام بتانے سے ہی سب کو پتہ لگ جاوے گا۔ اس عورت کا نام جس نے ہمیں بہت دنوں تک بھٹکایا تھا۔ دنیا یا مایا تھا۔ پہلے مہاتما کا نام مرشد یا ستگورو تھا۔ اور دوسرے کا اُن کے فرمودہ پر عمل اور ابھیاس تھا:۔

نتیجہ یا سبق۔ جو پرمیشور کے متلاشی ستگورو یا مرشد کے دامن کو پکڑے رکھیں گے۔ اور اُن پر عمل کرتے رہیں گے۔ وہ ایک دن شانتی کے مندر میں ضرور پہنچ جاویں گے۔ مگر جو اُن سے تعلق کو توڑ دیں گے۔ اور ان کے ارشاد پر عمل نہیں کریں گے۔ ان کو دنیا طرح طرح کی ترغیبوں میں پھنسا کر راستہ سے گمراہ کر دے گی۔ اور وہ آواگون کے چکر میں آکر پھر دکھ پر دکھ پاتے رہیں گے:۔

سچا سُکھ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قاروں بادشاہ نے اپنے زمانے کے سچے اور مشہور رشی سولن سے کہا کہ میرا ملک ایشیائے کوچک نہایت فرحت بخش ہے۔ سولن نے کہا ملک تو فرحت بخش ہوگا مگر کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو خوش ہو۔ میں نے تو آج تک کوئی آدمی خوش نہیں دیکھا۔ قاروں غصے میں جھنجلا کر بولا۔ تم فضول بات کہتے ہو۔ میں خود دنیا میں سب سے بڑھ کر خوش ہوں سولن صرف "اچھا دیکھو" کہہ کر چلا گیا:۔

کچھ عرصے کے بعد شاہ فارس نے قاروں پر چڑھائی کی اور فتح کر کے زندہ جلا دینے کا حکم دیا۔ فوراً لکڑیاں اکٹھی کی گئیں اور قاروں کو جلانے کا سامان ہونے لگا۔ قاروں یہ حال دیکھ کر چیخ اُٹھا۔ سولن! سولن!

شاہ فارس نے اصل ماجرا پوچھا۔ قاروں نے کانپتے کانپتے ساری بات کہہ سنائی۔ بادشاہ کو رحم آگیا اور اُسے معاف کر دیا:۔

جب تک سُکھ پر دُکھ کی کسوٹی نہیں لگتی تب تک یہ پتہ لگنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ سُکھ تیرا ملمع ہے یا غیر فانی ہے۔ سچے سُکھ کی پرکھ کے لئے ہی دنیا میں دُکھ اور مصیبت کی عارضی ہستی ہے وُہی سکھ سچا ہے۔ جس کو دُکھ کی رگڑ مٹاتی نہیں بلکہ چمکاتی ہے:۔

نانک دُکھیا سب سنسار
سو سُکھیا جس نام آدھار

بنیادِ امن

از حضرت سیف صاحب مواںوی

ناظرین آپ صاحبان کا قدرے وقت تو ضرور صرف ہو گا لیکن دامنِ طبع گلہائے شادمانی سے پُر ہو جائے گا۔ اِلّا شرط یہ ہے کہ اِس شعر کے جو آگے لکھا جائے گا مطلب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تمام مضمون اوّل سے آخر تک بغور ملاحظہ فرمائے گا

شعر　نہیں اہلِ سخن کی لب کشائی فیض سے خالی　صدف کا جب دہن کھلتا ہے تب گوہر نکلتے ہیں

بندہ نواز یہ خاکسار ذرۂ بے مقدار اِس قابل تو نہیں کہ حقیقت کے مشکل گذار راستہ کو ایک گام بھی طے کر سکے لیکن حضرت مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر سمجھنے پر کچھ ہمت نے امداد کی کہ چلو تو سہی جو کرے سو مولا۔

شعر　گرچہ ہے کس کس بُرائی سے ولے با ایں ہمہ　ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے

یہ خاکسار ایک خستہ حال ہیچدان سن رسیدہ ستر سالہ مسلمان ہے۔ اِس لئے لفظِ اسلام کا جویندہ حقیقت رہنا اپنا ایمان ہے۔ دیکھیے گا کہ لفظِ اِسلام کلمہ سلم سے مشتق ہے یعنی بنا ہے اور سلم کی معنی سلامتی اور امن اور صلح کے ہیں لہٰذا اِس صورت میں اپنی ذات پر امن پسند اور امن کوش رہنا فرض ہوا۔ تو اب میں یہ کیوں نہ کہہ دوں کہ سب پر ہی واجب ہے چونکہ انسان تو اور لوگ بھی ہیں پھر کیوں اِس نعمت سے محروم رہیں۔ اب میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ امن و اماں کی بنیاد کیا ہے۔ سو بندہ پرور امن کی بنیادیں چار ہیں ۱ صلح ۲ ہمدردی ۳ انکساری اور ۴ سچائی کر ایسے ہی بدامنی کی چار بنیادیں ہیں ۱ خود پسندی ۲ خود غرضی ۳ ضد اور ۴ حسد۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمدردی و انکساری صلح اور سچائی ان چار کے ہوتے ہوئے بدامنی کا گذر ہرگز نہیں ہو سکتا خواہ کہیں بھی ہوں:۔

ثبوت ۱ چنانچہ اوّل میں صلح کو بنیادِ امن ثابت کرتا ہوں۔ دیکھیے اربعہ عناصر یعنی ہوا مٹی آگ پانی کا میل انسانی زندگی ہے۔ اور اِن ہی کی نااتفاقی و پریشانی موت مانی جاتی ہے چنانچہ غالب صاحب فرماتے ہیں:۔

شعر　زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب　موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

پس ثابت ہوا کہ باہمی یکرنگی و یکدلی و صلح لا کلام بنیادِ امن اماں ہے۔)

اب میں سچائی کو بنیادِ امن ثابت کرنا چاہتا ہوں جو قصہ کی صورت میں ایک تواریخی گذشتہ واقعہ ہے۔

ثبوت ۲ (سُنا جاتا ہے) کہ ملک عرب میں ایک سردار کا یہ دستور تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اس کام کے لئے مخصوص تھا کہ جو لوگ کسی قسم کی شکایت یا عرض معروض کرنا چاہیں اُسی دن کر سکیں۔ اگر اُس دن کے سوا اور دن کوئی شخص کچھ عرض معروض یا شکایت پیش کرتا تو اُس کا سر قلم کر دیا جاتا تھا۔ اِسی قبیلہ میں ایک شخص طے نامی تھا اُس نے کسی وجہ سے ایک شکایت اُس روز پیش کی جو شکایت کے لئے مخصوص نہ تھا۔ اس لئے سردار نے اُس کا سر قلم کرنے

کا حکم دے دیا لیکن (طے) بالکل نہ ڈرا - بلکہ اس نے سردار کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر عرض کیا کہ حضور میں بیشک سزائے موت کے سزاوار ہوں - لیکن اتنی رعایت چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے بال بچوں کے دیکھ آنے کی اجازت مل جائے میرا مکان یہاں سے دس بارہ کوس ہے آفتاب چھپنے سے ایک گھنٹہ پہلے حاضر ہو جاؤں گا - سردار نے ایک ضامن پیش کرنے پر یہ درخواست منظور کر لی - اُس وقت مجلس میں ایک شخص صدیق نامی تھا اُس نے کہا حضور میں ضامن ہوں طے کی جگہ مجھے قید رکھئے - میں خوب جانتا ہوں کہ یہ شخص نہایت سچا ہے کبھی جھوٹ نہیں بولتا - سردار نے کہا کہ تم جانو - چنانچہ اجازت دے دی گئی - طے اجازت پا کر گھر گیا اور بال بچوں سے مل کر واپس ہوا لیکن تنگئے وقت کے لحاظ سے گھوڑا سرپٹ چھوڑ دیا اتفاقاً گھوڑا ایک خندق میں گرا اور ضرب شدید کھا کر مر گیا - اب بیچارہ طے پیادہ پا ہو گیا تاہم بھیر بھاگا - یہاں لوگ منتظر تھے - چنانچہ یہ ہانپتا کانپتا پہنچا اور سردار کو سلام کیا اور کہا لیجئے حضور میرے ضامن کو چھوڑ دیجئے میں حاضر ہوں - سردار کے دل پر یہ ماجرا دیکھ کر سچائی کا اتنا اثر پڑا کہ طے کو شاباش دی اور بیٹھ گھوڑی اور اپنی سواری کا گھوڑا اُسے انعام میں بخشا - اور کہا کہ میں آج سے اس پرانے دستور کو توڑتا ہوں اب سے اجازت ہے کہ ہر شخص جس دن چاہے عرض معروض کر سکتا ہے - میں غور سے سنا کروں گا - پس سچائی کے بنیاد امن ہونے کا اس مضمون سے بڑھ کر اور کیا پختہ اثبات ہو سکتا ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک پرانا دستور سچائی کا اثر لے کر فوراً توڑ دیا جس سے بعد امن ہو گیا

بیت سعدی — راستی موجب رضائے خدا است — کس نہ بینید کہ گم شد از راہ راست

چونکہ سچائی ایک سیدھا راستہ ہے سچائی خدا کے خوش رکھنے کا سبب ہے - کسی کو نہیں دیکھا کہ سیدھے راستے میں ٹھوکریں کھائی ہوں یہ فقرہ ایسے ہی موقعہ پر کسی نے خوب کہا ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں ۔

اثبات انکساری

ثبوت ع۳ غور سے سننے کی بات ہے - کہ حضرت محمد رسول صلعم خدا سے ایک خلاف مذہب عورت کو دشمنی تھی جب اُدھر سے تشریف لے جاتے تو وہ اپنے گھر کا بہارا ہوا گوڑا آپ کے اوپر ڈال دیا کرتی تھی - اور حضور چپ چاپ چلے جاتے تھے آپ کے صحابی جو آپ کے ہمراہ رہتے تھے اگر اس حرکت ناجائز پر بگڑتے تو آپ اُنہیں خاموش کر دیتے تھے بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عورت ایک روز خود شرمندہ ہو کر آپ سے خواستگار معافی ہوئی - اور آپ کا کلمہ پڑھ لیا - اللہ اللہ - کجا آپ کا مرتبہ اور کجا اتنی انکساری یہ اسی وجہ سے تھی اور یہی راز نہاں تھا - کہ اگر آپ صحابیوں کو نہ روکتے تو ایک فساد عظیم برپا ہو جاتا - اور امن وشانتی اُٹھ جاتی - تو یہ کتنی برائی تھی جبکہ آپ سردار دین اور سربرآوردہ قوم تھے - بد امنی کو کیسے پسند فرماتے - پس انکساری کا امن کی بنیاد اور شانتی کا مول ہونا ثابت ہوا - لہٰذا سامعین وناظرین ان مضامین کو قصے یا کہانی خیال نہ کریں بلکہ دل میں ان باتوں کا اثر لے کر سچے من سے امن کوش اور شانتی پسند بن جائیں

رباعی

عزت جو صدف کو بردہ باری سے ملی
گوہر کو بھی آب پردہ داری سے ملی
رخشاں جو زمیں پر ہیں مثال انجم
ذروں کو یہ تاب خاکساری سے ملی

سیف

شانِ ہمدردی یعنی ہمدردی کی تصویر

ثبوت نمبر ۴ :- صاحبان ہمدردی کیا ہے ؟ یہ نخل رحمدلی یا دیا کے برکش کا پھل ہے۔ اور اسی کو سچی ہمدردی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں جس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ سچی ہمدردی اس کو کہتے ہیں۔) سنا گیا ہے کہ عرب میں ایک نوجوان تھا جو نہایت مفلس اور خستہ حال رہتا تھا۔ اتفاقاً اس کو ایک قافلہ کے ساتھ سفر کرنا پڑ گیا چونکہ یہ شخص بھوکا ہی چل دیا تھا۔ جب راستہ میں بہت بھوک لگی تو کچھ دور تک تو ضعف کی برداشت کی لیکن جب برداشت نہ ہو سکی تو ایک درخت کے نیچے لیٹ رہا۔ اس لئے قافلہ سے بھی پیچھے رہ گیا۔ قضارا ایک مسافر آنکلا اس نے اس کا کملایا ہوا چہرہ دیکھ کر سمجھا کہ بھوکا ہے۔ اس لئے دو روٹیاں اور کچھ ساگ وغیرہ اس کو دیا اور کہا کہ بیٹھ کر کھالے۔ اس بیچارے نے کھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک کتا آیا اور پاؤں میں لوٹ کر دُم ہلانے لگا۔ اس نیک مرد نے کتے کو بھوکا دیکھ کر دونوں روٹیاں اس کے آگے ڈال دیں۔ اور آپ بھوکا ہی رہا:-

شعر　　بساحال تھا گرچہ اس نیک خو کا　　نہ دیکھا گیا ایک کتا بھی بھوکا

قول فعلوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ منہ سے کہنا اور ہے اور کر دکھانا اور ہے:-

---

مت کر بھروسہ

از قلم گوسوامی گنگا دشن۔ جمدگنی

مت کر بھروسہ دیہی کا اس بھسم ہونا پیارا ریا

سرکال کوکت ہے بئی !
ہے لگی ہمیشہ چلو چلی
کیوں نہ کریں کرنی بھلی
یہ کون ہٹھ تیں دھاریا ۔ مت کر بھروسہ...

ناری چلے گی دوار تک
دربار گلیاں بازار تک
ست بھرات متر مسان تک
پردیس ہنس سُدھاریا ۔ مت کر بھروسہ...

بالک اوستھا کھیل میں
جوبن گئی بد فعل میں
گئی بردھ چنتا موہ میں
برتھا جنم تیں نے ہاریا ۔ مت کر بھروسہ...

گوسوامی دل میں وچاریو
تم دھیان پربھو کا دھاریو
دھرم پنتھ میں نہ ہاریو
ست وچن یہی اُچاریا ۔ مت کر بھروسہ

خاص ترجمہ

راہِ امن!

از لالہ کیسری لال جی ویدی بی اے

مغرب کے مائیہ ناز صوفی ہنری ہیملبن کا شاہکار

آؤ! قوم کی شورش۔ ہنگامہ۔ جھگڑے۔ فساد اور جنگ آزمائی کے عین درمیان سے نکل کر ہم اپنی توجہ اُس شانتی کی طرف مرکوز کریں۔ جو پرماتما کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ یہ ایشور یہ شانتی یا خدائی امن جھوٹی شانتی نہیں۔ شتر مرغ کی طرح سے بیوقوفانہ طور پر ریت میں سر چھپانا نہیں یا خطرے کے وقت کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینا نہیں۔ یا اس سے بھی زیادہ اس احمقانہ اصول کا وہم نہیں کہ شانتی بھی ہو سکتی ہے جب کسی قسم کی شانتی اثر انداز نہ ہو۔ اس کے خلاف یہ ایک اندرونی سلسلہ ہے۔ ہم آہنگی و موافقتِ ازلی و ابدی صداقت ہے۔ یسوع مسیح نے کہا ہے:۔

"تم انہیں پورن شانتی میں آشرہ دوگے جن کے دل و دماغ (خیالات و تصورات) تمہارے اوپر قائم ہیں"

۲

یہ ٹھیک ہے کہ ہم خود بخود اپنے آپ کو شانتی کی حالت میں نہیں رکھ سکتے۔ بڑی سے بڑی اور مکمل فلاسفی بھی کسی تباہی کے آنے پر۔ یا کسی بُری خبر کے موصول ہونے پر زائل ہو جاتی ہے مگر ہمیں یہ بات نہ بھولنی چاہیئے کہ اپنے من کو شانتی میں رکھنے والے ہم خود نہیں بلکہ وہ پربھو وہ مالک ہیں۔ مگر وہ من کو اننت شانتی اُسی حالت میں پردان کر سکتے ہیں جبکہ ہم اپنے من کو۔ اپنی طبیعت کو۔ اپنے خیالات و تصورات کو صرف انہی پر ٹکا دیں۔ اگر ہم اپنے دل کو پرماتما کی طرف رکھیں۔ تو یہ محسوس کریں گے کہ ہم اُس اندرونی ازلی و ابدی ہم آہنگی کو پا چکے ہیں جو پھر ہرگز ہرگز منتشر نہیں ہو سکتی:۔

۳

زندگی کے بیرونی دائرۂ احساسات میں ہم اپنے آپ کو مخالف۔ مزاحمت۔ لڑائی اور بے آرامی میں گھرا ہوا پاتے ہیں:۔ لیکن شریر و بدکار اُس شور سمندر کی مانند ہیں جبکہ وہ آرام نہ پا سکے۔ اور اُس کا پانی بار کیچڑ اور گندگی پھینکے۔ ایشور کہتے ہیں کہ ایسے شریروں اور بدکاروں کو کبھی شانتی میسر نہیں آسکتی؛

بدکاروں سے مراد وہ ہیں جو محبت کے خدائی قانون کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتے یا محبت کے سنہری اصول کے مطابق رہنا نہیں سیکھ سکتے۔ بلکہ ہر بات کے مقابلے میں آتے ہیں۔ خودی میں گھڑے رہتے ہیں۔ اپنی ہی بہشت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور عموماً دنیاوی معیاروں کے مطابق ہی کام کرتے جاتے ہیں۔ ایسے بدکاروں کے لئے کوئی آرام نہیں۔ ایسے دوشٹوں کے لئے بالکل شانتی نہیں:۔

۳

بظاہر اور بیرونی طور پر ہم انسانی دنیا کو اس تند سمندر کی مانند دیکھتے ہیں۔ جو آرام نہیں پا سکتا اور جس کا پانی کیچڑ اور گندگی باہر پھینکتا ہے لیکن اگر اندرونی طور پر ہم اپنے من کو پرماتما میں لگائیں۔ تو ہم اپنے آپ کو خدائی ہم آہنگی میں۔ خدائی امن یعنی الیشور یہ شانتی میں بندھا ہوا پاتے ہیں۔ جو کہ انسانی سمجھ سے آگے اور بالاتر ہے۔

اور تب الیشور یہ شانتی جو کہ ہمارے تمام خیالات پر سبقت لے جاتی ہے ایک قلعہ کے طور پر ہمارے من کی حفاظت کرتی ہے

۴

الیشور یہ شانتی۔ خدائی امن یا سلام اللہ جس میں الیشور رہتے ہیں۔ ایک قلعہ ہے جو ہمارے دل و دماغ کی حفاظت کرتا ہے ہم اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اپنے من کو الیشور کے ارپن کر دیں۔ اور ہر دم اُس سے پرارتھنا کریں۔ بعد ازاں کہ اس صورت میں ہم اپنے کام کے حصے کو سرانجام دیتے ہیں وہی الیشور یہ شانتی ایک قلعہ بنتی ہے۔ جو ہمارے دل و دماغ کی حفاظت کرتی ہے کیونکہ ہم کائنات یا وشو کی اُس اندرونی مرکزی ہم آہنگی سے متحد ہونے کی حالت میں آتے ہیں جو کہ ہر گز گزند نہیں پہنچ سکتی

۵

ہم وشو کی اس اندرونی ہم آہنگی اور اصلی الیشور یہ شانتی کو حاصل کرتے ہیں اسکے لئے ضروری ہے کہ اصلی و ابدی صداقت سے بغلگیر ہونے کیلئے۔ ہر روز اپنے آپ کو بیرونی احساسات و حادثات سے بالاتر رکھ کر کچھ نہ کچھ مشق کیا کریں۔ اگر ہم گیتا یا بائیبل کا مطالعہ کریں اور اُس پر غور کریں۔ تو ہم محسوس کرینگے کہ ہم زینہ بہ زینہ ایک اندرونی رستے میں ہم ایک ایسی حالت خبرداری میں داخل ہوتے جاتے ہیں جس کے زیر اثر یہ بات ہم جاننے لگتے ہیں کہ ہم روحانی ہستیاں ہیں۔ اُس خالق رازق کی اولاد ہیں۔ وہ ہمارا پیتا ہے۔ اور ہماری زندگی اس میں گزرتی ہے۔ یہ مشق اصلاح یا پرورش اندرونی زندگی کی ریاضت کی خاص تعداد میں بیرونی زندگی کی بھی کایا پلٹ دیتی ہے

۶

لیکن ہمارا مدعا صرف اپنے من۔ دل و دماغ کو ہی الیشور پر ٹھہرانا نہیں صرف اپنے ہی من کو شانتی سے جکڑنا نہیں بلکہ تمام خلق خدا کو بھی اس کا سندیش دینا ہے۔ شانتی اور امن بڑھانے کے لئے اُن کی تربیت کرتی ہے اور مدد دیتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم خود اندرونی شانتی حاصل نہ کر چکے ہوں۔ پھر بھی یہ لازم ہے کہ ہم اپنے متعلقین سے محبت سے پریم سے صدق دلی سے رہ کر پیش آ کر۔ شانتی کی حالت میں رہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں شانتی پھیلے۔ اقوام امن سے رہیں۔ ہر فرد و بشر شانتی سے زندگی بسر کرے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم خود دوران مشق میں بھی تمام اشخاص سے اپنا فرض ادا کر کے (یعنی محبت۔ تعاون۔ صدق و عا۔ عفوٗ و رحم سے پیش آ کر اور ان تکالیف کا جو ہمیں پہنچی ہیں بغیر انتقام لئے اور مقابلہ کئے) شانتی سے زندگی بسر کریں۔

۷

اس میں غصہ اور تمنط و غضب کے احساسات کو بھی ترک کرنا ہوگا۔ ہم میں سے اکثر لوگ نیز غصہ اور ٹھوس نفرت نہ رکھتے ہوں گے۔ پھر بھی کسی نہ کسی یاد داشت۔ کدورت۔ افسوس میں تو ضرور غرق ہوں گے۔ ان باتوں سے دستبردار ہونا پڑیگا اور اُن کی خدمت میں جو ہماری اس کدورت یا افسوس کے باعث تھے محبت۔ عفو کے خیالات بھیجنے ہوں گے۔ ہمیں یہ جاننے کی کوشش نہ کرنی ہوگی کہ وہ کائنات خدا میں کس جگہ ہیں۔ بلکہ خاموشی خاموشی میں ہی محبت۔ پریم۔ عفو۔ رحم۔ ہمدردی کے پیغامات بھیجنے ہوں گے۔ ہم اُن سے صدق دل سے بغیر جنبش لب چپ چاپ یہ کہیں گے" بھائی۔ پیارے بھائی میں نے تمہیں بالکل معاف کر دیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے تم پر برکات کی بارش ہو۔ اور تم خوب مسرت

گوبند گیتا

یعنی

مختصر حالاتِ زندگی شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج

گوبند کتھا

یعنی

مختصر حالات زندگی شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

از قلم ـــــ مہاتما دولت رام جی سچدیو جموں

دنیا میں پھنسے ہوئے اور جنم مرن کے چکر میں غوطے کھاتے ہوئے منشوں کے اودھار کی خاطر بھگوان نت اور نت دور دیوں میں اوتار لیتے آئے ہیں۔ نت اوتار بھگوان رام کرشن آدک ہوئے۔ اور نت اوتاروں میں پورن مہاتما شکتی کا اودھار کرنے کے لئے پرگٹ ہوتے رہے ہیں۔ یہ اوتار بالعموم بھارت ورش میں ہی ہوتے آئے ہیں۔

اور بھارت ورش کے اندر پنجاب ایک مشہور صوبہ ہے۔ جس نے گورو نانک صاحب اور دیگر گوروؤں۔ گورو گوبند سنگھ جی وغیرہ کے ایک اس حال کے زمانہ کے اندر ہی سوامی رام تیرتھ جی مہاراج جیسے رتن بھی پرگٹ کئے۔

اس بھومی کے اندر ضلع گوجرانوالہ میں رام پور تارڑ نام ایک مشہور قصبہ حافظ آباد ۔ جلالپور بھٹیاں کی سڑک پر واقعہ ہے۔

اس کے اندر لالہ سیوک چند جی سچدیو اروڑ بنسی اپنا کاروبار کرتے تھے۔ اُن کے ہاں یکے بعد دیگرے چار فرزند لالہ گنڈا مل ۔ لالہ گورو داس لالہ ٹھاکر داس اور لالہ بھگوانداس پیدا ہوئے۔ اسکے علاوہ ان کے ہاں تین لڑکیاں بھی تولد ہوئیں۔

لالہ گورو داس ہی بعد ازاں سوامی گوبند آنند جی تیرتھ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا جنم ماہ ساون سمت ۱۹۲۰ بکرمی کو ہوا۔ ابھی یہ تین چار سال کے ہی تھے۔ کہ ان کے پتا ان کو گوردوارہ میں اور مہاتماؤں کی سنگت میں اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ جہاں اُن کے دل کی نرم اور پوتر بھومی میں ایشور پریم کا بیج پڑنے لگا۔ اُن دنوں مہاتما رام سنگھ جی رام پور میں مقیم تھے۔ اور انہیں اُن کے دوارہ پانچ برس کی عمر میں ہی ایشور بھجن کے سنسکار حاصل ہوئے چنانچہ یہ کمسن بچہ جوانوں اور بوڑھوں کو مات کرکے ابھی سے سکھ منی۔ جپ جی صاحب اور کیرتن سوہلا کا پاٹھ کرنے لگا۔ اور کچھ عمر بڑھنے پر ۱۰ - ۱۲ کی عمر میں اس نے مہنا ستوتر اور وشنو سہسر نام (سنسکرت) کا پاٹھ بھی اپنے نت نیم میں شامل کر لیا۔ اور آٹھ برس کی عمر سے ہی مہاتما رام سنگھ جی کی سنگت میں آپ یوگ وشسٹ (گورمکھی) کی کتھا بھی اُن کے حکم سے کیا کرتے تھے۔

آپ انہی دنوں جلال پور بھٹیاں میں سکول میں بھی داخل تھے۔ جو کہ دو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور وہاں سے ہر روز شام کو گھر واپس آجاتے تھے۔ اُن کے اُستاد منشی رولدو رام جی ابھی تک حیات ہیں۔ اور اُن کے دل میں اپنے شاگرد کی خاص عزت اور عظمت جاگزیں ہے۔ ان دنوں آپ سوہنگ کا ابھیاس پرانوں کے ساتھ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرتے رہتے تھے۔ اور اس وقت اُن کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ اس عمر میں مہاتما سردول سنگھ جی رام پور آئے جنہوں نے اُن کو ادھکاری پاکر ویدانت کا باقاعدہ اپدیش کر دیا۔ کیوں نہ ہو۔

عشق را بہر بدنے [illegible] ... محتاج [illegible] (رباعی)

گر ضرورت پھر بھی کسی کی پڑے ۔ پلہ کھینچ کر وہ لائے گا اُس کا ۔

اُدھر والدین کو موہ نے ستایا ۔ اور دوسری طرف جہاں ان کا ناطہ دو تین برس کی عمر میں ہی ہو چکا تھا ۔ انہوں نے مجبور کرنا شروع کیا تو اس صورت میں ان کی شادی کے متعلق صلاح مشورے ہونے لگے ۔ مگر آپ بھی اپنے وچار کو سب سے زیادہ مقدم سمجھتے تھے ۔ اس لیے گھر سے مہاتما جی کے پاس جا کر ہفتہ بھر تک چھپے رہے ۔ جہاں سے والدین کو یہ اس شرط پہ واپس لے گئے کہ ان کی خلاف مرضی کوئی کارروائی نہ ہو تب انہوں نے لڑکی والوں کو صاف انکار کر دیا ۔ جنہوں نے لڑکی جوان ہوتے دیکھ کر اسکا ناطہ اور جگہ کر دیا ۔ گھر والوں نے ان کو ان کے بڑے بھائی لالہ گنڈا ان کے پاس جو ان دنوں نارمل سکول میں پڑھتے تھے ۔ بھیج دیا ۔ جہاں کچھ دنوں رہ کر انہیں اُن کے چچا لالہ امیر چند کے پاس جموں بھیج دیا گیا ۔ تاکہ اُن کا دل دنیا میں لگ جائے ۔ یہاں جموں میں آپ کو ابتدائی سکول میں برائے تعلیم لے جایا گیا ۔ جہاں کہ استادوں نے اُن کا امتحان لے کر کہا ۔ کہ یہ لڑکا ہمارے سکول کی تعلیم سے کہیں زیادہ واقف ہے ۔ اسکو مڈل سکول میں داخل کرایا جاوے ۔ چنانچہ وہاں ان کا امتحان ہیڈ خلیفہ نے لیا جسمیں انہوں نے تحریری سوالوں کو زبانی حل کر دیا ۔ اور "گلستان" میں سے ان کے دلیرانہ جواب دینے پہ یعنی "جہاں سے چاہیں ۔ پوچھیں" ۔ دقیق حصہ میں سے تشریح و معنی و مطلب کے لیے پوچھا گیا ۔ جو انہوں نے نہایت وضاحت سے سنا دیا اور ان کو سکول کی اعلیٰ جماعت میں دوسرے نمبر پہ داخل کر لیا گیا ۔ دس دن بعد ایک خلیفہ صاحب بہ رخصت پہ گئے ۔ اور ان کی جگہ یہ کام کرتے رہے ۔ اور مہینہ بھر کام کرنے کے بعد مہاراجہ رنبیر سنگھ کے خاص ارشاد سے دو لڑکے جنمیں ایک آپ تھے ۔ محکمہ دیوانی میں حاکم اعلیٰ کے دفتر میں ٹریننگ کے لیے آپ کو بلایا گیا ۔ جہاں سے کچھ عرصہ بعد یہ سرکاری نوکری میں لگ گئے ۔ انہوں نے میرپور ۔ بھمبر وغیرہ میں بہت دیانتداری سے آپنے فرائض منصبی کو نبھایا ۔ اسی طرح محکمہ کسٹم ۔ محکمہ تجارت اور حضور نویسی وغیرہ میں کام کر کے آپنے دن بڑی اچھی طرح سے گذارے ۔ اسی دوران میں آپ کو مجبور کر کے بیس سال کی عمر میں کسی اور جگہ آپ کی شادی کر دی گئی جسمیں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے ۔ لڑکا چھوٹی عمر میں ہی گذر گیا ۔ اور لڑکی بھی ابھی چھوٹی ہی تھی کہ ان کی دھرم پتنی کا بھی کال ہو گیا ۔ اور لڑکی کو اسکی نانی برائے پرورش اپنے ساتھ لے گئی ۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے تخت نشیں ہونے پہ آپکا محکمہ تخفیف میں آ گیا ۔ اور اب انہوں نے عرائض نویسی اختیار کر لی ۔

گرہست کے اندر ان کا پریم اپنی دھرم پتنی سے پورا نباہا ۔ بلکہ آپ کبھی اس سے پیٹھ موڑ کر کبھی نہ بیٹھتے تھے لیکن اندر سے آپ کو ویراگ کا جوش بڑھ رہا تھا ۔ اور علیحدگی میں ایشور سے آپ اس بندھن کے ٹوٹنے کی پرارتھنا رو رو کر کیا کرتے تھے ۔ اور جب ان کی دھرم پتنی کا شریر چھوٹ گیا ۔ تو انہوں نے اپنے گذارہ کے لیے عرائض نویسی کے ذریعہ صرف آٹھ آنہ کما کر باقی وقت ایشور کے ارپن کر رکھا تھا ۔ بلکہ آخر میں تو عدالت میں جا کر کام کی پرواہ نہ رکھکر ایشور دھیان میں ہی مست رہا کرتے تھے ۔ اور قدرت نے ان کا گذارہ عرائض نویسان کی مشترکہ کمیٹی کے ذمہ ان کے حصہ کی شکل میں کر رکھا تھا ۔ کیوں کہ آپ ان کی آمدنی کے نام نہاد خزانچی بھی بنائے گئے تھے ۔ آخر لسبولی ضلع کٹھوعہ میں جا کر آپ کچھ دنوں کام کر کے اس سے بالکل فارغ ہو گئے اور جموں میں آکر ست سنگ اور کتھا مہاتما نہ بخن داس جی میں خاص حصہ لینے لگے ۔ ان کی سوسائٹی میں لالہ ہرکشنداس اور سردار بھوپ سنگھ جی جیسے لائق وچار وان رہا کرتے تھے ۔ اور انہی دنوں مہاتما سروانند جی سے جو کہ سنسکرت کے خاص عالم تھے ۔ انہیں ست سنگ پراپت ہونے کا موقعہ ملا ۔ اور انہی ایام میں گوسوامی تیرتھ رام جی مہاراج (بعد ازاں سوامی رام تیرتھ) کا جموں آنا ہوا ۔ جن کے ویاکھیان سُن کر ملک عام طور پر اور یہ خاص طور پہ فیضیاب ہوئے ۔ بلکہ ان کا پریم اور سیوا بھاؤ دیکھ کر انہوں نے کوئی سیوا بتانے کے لیے کہا ۔ آپنے جواب دیا ۔ کہ شریر اور آتما کی سیوا تو بنتی نہیں ۔ کیونکہ شریر کی سیوا سے کچھ بھی غرض نہیں ہو سکتا ۔ اور آتما آپکا اور ہمارا ایک

ہی ہے۔ سو اس کی سیوا ابھی نہیں بنتی۔ صرف اگر آپ کرپا کرنا چاہتے ہیں۔ تو چت کو اپنے رنگ میں رنگ دیجئے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آپ لاہور میں ہمارے پاس آ کر رہیں۔ تاکہ جو ممکن سیوا ہو سکے۔ وہ کی جاوے۔ چنانچہ آپ چند دنوں بعد اُن کے پاس چلے گئے۔ اور انہوں نے آپ کو دس دن تک اپنے گھر میں رکھا۔ اور صبح سے لیکر رات کو دو تین بجے تک آپ اُپدیش کرتے اور یہ سُنتے رہتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو وہ پردہ بھی کچھ باقی تھی۔ وہ دُور ہو گئی۔ اور ساکشاتکار ہو گیا۔ اب اسی رنگ میں آپ رنگے رہتے تھے۔ اور اُن سے رُخصت ہو کر اپنی بقایا ذمہ داری گرہست سے فارغ ہونے کے لئے واپس جموں آئے۔ اور انہی دنوں آپ بان پرست کی صورت میں آ گئے۔ اب لڑکی جوان ہو چکی تھی۔ اور ان کا اقرار پہلے سے ہی اسکے بواہ تک سادھو سنیاسی بننے کا نہ تھا۔ اس لئے اب صرف یہ نام ماتر اس کی شادی میں اس کا سنکلپ کرنے کے لئے موجود تھے۔ اور شادی ہوتے ہی پھر واپس سوامی رام تیرتھ کے پاس آ گئے۔

تھوڑے ہی دنوں میں سوامی رام تیرتھ جب گھر بار سے فارغ ہو کر ہردوار رکھی کیش جانے والے تھے۔ اور آپ ایک دفعہ کسی کام کے سبب جموں آئے ہوئے تھے۔ اور جب واپس لاہور پہنچے تو سوامی رام تیرتھ بالکل اسٹیشن پر جانے کو تیار تھے۔ اور سنگت آپکے پاس کیرتن بھجن کر رہی تھی۔ کیرتن کے بعد آپ اُن سے ملے۔ اور حسب معمول ناشتہ کر کے سٹیشن پر آ گئے۔ اور ریل پر سوار ہو کر ہردوار چلے گئے۔ یہ ذکر یکم ساون سمت ۱۹۵۷ بکرمی کا ہے۔

اُن دنوں آپ کا شریر بہت کمزور تھا۔ بلکہ معمولی طور پر بیمار تھا۔

ٹیہری جاتے ہوئے راستہ میں دیو پریاگ پہنچکر آپ قدرتی مناظر سے نہایت محظوظ ہوئے اور وہیں ٹھہر جانے کو کہا۔ مگر سوامی جی سوامی رام تیرتھ جی نے آگے کے دلفریب مناظر کا حال سُنا کر آپ کو ساتھ جانے کے لئے تیار کر لیا۔ آخر ٹیہری پہنچکر جب چند دنوں بعد آپ زیادہ بیمار ہو گئے۔ تو ہسپتال میں داخل کرا دیئے گئے۔

وہاں سے سوامی جی کا پریوار تو واپس آ گیا۔ اور صرف سوامی نارائن اور شوگن اچاریہ اور آپ ہمراہ تھے۔ سوامی رام تیرتھ جی نے کئی دن پہاڑوں میں گذارے۔ اور آپ وہاں سے پنجاب بھیج دیئے گئے۔ مگر انہوں نے یہ اپنی زبانی کہہ دیا۔ کہ آپ اب سے اپنے آپ کو سنیاسی سمجھیں۔ چاہے سفید بستروں میں رہیں۔ چاہے رنگدار میں۔ اسی دوران سفر میں سوامی جی آپ کو جو جو خاص بات پر مار تھک دل میں آتی۔ سمجھاتے رہتے۔ کیوں کہ اُن کا عمل کرنے کا قول ہو چکا تھا۔

آپ کو تین باتوں کے ہمیشہ عمل کے لئے خاص طور پر ہدایت بھی کی کہ چاہے سفید بستروں میں رہو۔ چاہے گیروے رنگ میں۔ آپ سنیاسی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اوم کے شبد کا خاص طور اندر باہر عمل رہے تیسرے جو کچھ ہوتا ہے۔ بھلے کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کا عمر بھر ان ہدایت پر پورا عمل رہا۔ اُدھر سوامی رام نے پہاڑوں میں ہی گیروا رنگ اختیار کر لیا۔ اُدھر آپنے کچھ دنوں بعد ہردوار میں اپنی حالت کو خوب جانچ پڑتال کر کے اُن کے حکم کی تعمیل میں بھگوا رنگ وودھی پوروک لے لیا۔ اور پنجاب میں وچرنے لگے۔ پہلے جب اپنے گاؤں میں پہنچے۔ تو سب رشتہ داروں سے بھکشا مانگ کر ودھی کو پورا کیا۔ اور پھر جموں اور دوسری جگہوں میں بھی جہاں جہاں کوئی خاص تعلقدار یا متر موجود تھے۔ سب سے آپنے بھکشا لیکر ودھی کو پورا کر دیا۔ جب سوامی رام پہاڑوں سے میدانوں میں صدارت جلسہ کے لئے بلائے گئے۔ تب انہوں نے آپ کو بذریعہ بابو ہرلعل متھرا میں بلایا۔ اور آپ کو ہمراہ جاپان وغیرہ چلنے کو کہا۔ مگر ان کی درخواست پر اُن کی شاریرک حالت پر غور کیا گیا۔ اور انہیں یہیں چھوڑ جانا مناسب سمجھا۔

انہی دنوں سوامی رام تیرتھ جی جاپان امریکہ وغیرہ میں تھے اور یہ یہاں پنجاب کے علاقہ کے علاوہ ہندوستان میں اور جگہ بھی پھر کر اُن کے مشن کو پورا کر کے اپدیش ویچار ویدانت کا کرتے تھے۔

ایک کتاب گوبند لہر آپ نے انہی دنوں لکھی اور سوامی رام تیرتھ جی کے امریکہ سے واپس آنے پر بوقت سخت بیماری بذریعہ مسٹر پورن جب آپ کو یاد کیا گیا۔ تب اس کے قلمی نسخہ کو ہردوار سٹیشن پر ریل میں اُن کے پیش کر دیا گیا۔ جسمیں اُن کی بھینٹ پرشاد دنمسکار کے طور پر ایک کنڈلیئے چھند سفر میں ہی لکھکر اُن کے چرنوں میں رکھا گیا۔ وہ کنڈلیئے چھند یہ تھا:۔

میں ناہیں نہ جگت ہے نہیں تیسرا اور — ایکا ایکی رام تو نہیں دویت کی ٹھور۔
نہیں دویت کی ٹھور ہو دے کیا بھینٹا تیری — اور کرے پھر کون نہیں جب میں یا میری
پوجک پوجا روپ سب دھارے تئیں — تیری بھینٹا تو ہی نہیں کچھ میرا میں۔

اس پر سوامی رام تیرتھ جی بہت پرسن ہوئے۔
مظفر نگر پہنچکر سوامی جی کا شریر جب راضی ہوچکا تھا۔ تو اُن کے پیش گوبند لہر کا قلمی نسخہ کیا گیا۔ جس پر انہوں نے نہائیت پرسنتا سے ایک ارشاد منجانب الف بنام الف لکھدیا:۔

بھگون! گوبند جی کی آنند لہریں ملاحظہ سے گذریں۔ رسالہ الف کے ہمرکاب لہرانے کے لائق ہیں۔
فوجیں ہجوم عشق سے بل کھائے جاتی ہیں۔
موجیں وفور جوش سے لہرائے جاتی ہیں۔ ’رام‘

چنانچہ اسی تحریر کو دیکھکر لاہور میں مسٹر پورن اور سوامی شوانند جی نے اس کتاب کو گوبند لہر کے نام سے چھپوا دیا۔ بلکہ بعدازاں نوبت بہ نوبت چھ اور کتب گوبند بحر۔ جلوہ گوبند۔ گوبند لیلا۔ غم کی دوائی۔ گوبند وچار۔ گوبند چمن تحریر ہوکر گوبند پرکاش کی صورت میں شائع ہوچکی ہیں جن میں سے گوبند لہر کے کنڈلیئے چھند کی تشریح سوامی جی کی آگیا سے ——— راقم کی طرف سے رسالہ اوم میں ماہ بہ ماہ شائع ہو رہی ہے۔ گوبند بلاس بھی ہندی اور گورمکھی گوبند پرکاش کا انتخاب چھپ چکا ہے۔ جیسے پہلے کرنیل پربھتی سنگھ کوٹہ ریاست والے نے چھپوایا تھا۔ گوبند پرکاش اُردو اور گوبند بلاس ہندی دفتر رسالہ اوم لاہور سے مل سکتی ہیں۔

گوبند پرکاش کا پہلا ایڈیشن ختم ہوکر دوسرا مجموعہ سات کتب پھر دوبارہ چھپ چکا ہے۔ اسی طرح سچی ممتی ویراگ اور پریم بھی دوسری بار معہ دیگر مضامین ویراگ لہر اور مترنامہ وغیرہ کے کاپی ویراگ پریم کی شکل میں چھپ چکی ہے۔ اور یہ کاپی ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آپنے جو جو پرمارتھک ایڈیشن ۱۹۲۰ء سے آج تک مجھے جموں وغیرہ میں بھیجے ہیں۔ وہ بھی تعداد میں ۲۲۷ میرے پاس جمع ہیں۔ اور آہستہ آہستہ رسالہ اوم لاہور میں طبع ہو رہے ہیں۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کو ادھیکاریوں کو فیضیاب کرنے کا کتنا خیال رہتا تھا۔ مجھے ابتدائی عمر چھ سال سے ہی گائیتری وغیرہ کا اُپدیش اُن سے حاصل ہوا تھا۔ بلکہ ۱۲ سال کی عمر میں جو پڑا رتھنا میرے لئے لکھی گئی تھی۔ وہ گوبند پرکاش کے حصہ گوبند چمن میں درج ہوچکی ہے۔ اور تیرہ چودہ سال کی عمر میں مجھے ویدانت کے سنسکار بھی ودھی پوربک ڈالے گئے تھے۔ آجدن تک میری کافی دڑھتا کردی گئی ہے۔ اور مجھے اپنی کل میں ان جیسے مہاتماؤں کے ہونے کا خاص فخر حاصل ہے۔ عام لوگوں میں بھی اُن کا پرچار ویراگ پریم اور گیان کا ہی ہوتا تھا۔ چنانچہ اس سے کئی سجن خاص طور پر فیضیاب ہوئے۔

آپ کو سوامی رام تیرتھ جی سے مظفر گڈھ میں ملنے پر یہ اپدیش بھی ہوا تھا۔ کہ ودیتک اودھوت گیتا اور برہم گیان آدی کو اپنے پاس رکھکر ان کا باغور مطالعہ رکھا کرو۔ جس کا عمل آپ نے تاعمر رکھا۔ اور کئی ادھکاریوں کو اس کا عملی اپدیش بھی اور آپ کے سوال کے جواب میں انہوں نے یہ بھی فرمایا۔ کہ تمہارا شریر گذر رہا ہے۔ پیسے کو ہاتھ نہ لگانے کا سنکیت نہ کرو مگر بلاضرورت لیکر جمع نہیں رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس بات پر آپ کا ہمیشہ پورا عمل رہا۔

آپ کو بڑے بڑے امیروں اور عہدہ داروں نے کئی دفعہ مجبور کر کے اگر کچھ دیا تو اس کو پرمارتھ کی راہ پر پُستک چھپوا کر مُفت تقسیم کرنے یا غریبوں کی پرورش یا سادھوؤں کی رہائش اور ست سنگ کے لئے خرچ کر دیا چنانچہ آپ کا ایک آشرم گیان گودڑی سانگلہ ہل میں بنا ہؤا ہے۔ جو کہ ایک مسلمان صاحب خان دوران ذیلدار نے سفید زمین اپنے پاس سے دیکر شروع کرایا تھا۔ اور جہاں آج تک مہاتماؤں کا ست سنگ اور ایکانت سیون ہوتا ہے۔ اور کوآں وغیرہ بھی موجود ہے۔ دوسرا آشرم گوبند آشرم منڈی چوہڑ کانہ میں بنا ہوا ہے۔ جس میں اکثر مہاتماؤں کا نواس اور ست سنگ رہتا ہے۔ آپ تقریباً بارہ سال سے گوبند آشرم میں ہی رہا کرتے تھے۔ اور اس کی وصیت کی رُو سے آپ کے بعد مختلف جگہوں کے چند سرکردہ ست سنگی اور ان کے شش سوامی رامانند جی اسکا انتظام رکھیں گے

آپ شروع حالت سنیاس میں اکثر رکھی کیش جھاڑی میں رہا کرتے اور خاص مہاتماؤں مثلاً پنڈت الیشر سنگھ جی مہاراج۔ پنڈت تلوک رام جی تپسوی گورکھ داس جی مہاراج و مہاتما بیرم داس جی سے میل جول رہتا تھا۔ اور سوامی منگل ناتھ جی مہاراج سے بہت ہی پریم تھا۔ بلکہ رکھی کیش میں انہی کے پاس اکثر رہا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی آپ سے خاص محبت رکھتے تھے۔ اور ان کے بعد رکھی کیش میں سوامی سویم جیوتی جی مہاراج اور اُتر کاشی والے مہاتما تپوبن جی و دیوگری جی مہاراج اور مہاتما برہم پرکاش جی مہاراج کو بھی ملتے رہے۔ اور بنگالی مہاتما شری رام سرسوتی کا تو آپ سے اتی انت پریم تھا۔ بلکہ اخیر وقت میں لائل پور میں آپ ہی اُن کے پاس سیوا میں موجود تھے۔

آپ کو پہلے ویدانت کے فارسی۔ گورمکھی۔ اُردو۔ شاستری گرنتھوں وغیرہ کا بڑا شوق تھا۔ چونکہ ان کی برتی زیادہ تر برہما کار رہتی تھی اور اپنے سروپ میں ہی مست رہتے تھے۔ اسلئے گرنتھوں کا ابھیاس اخیر عمر میں کم ہوگیا تھا۔ مگر یوگ وششٹ۔ نرِوان اور اُپشم پرکرن اشٹاوکر گیتا۔ اودھوت گیتا۔ برہم گیان آولی ایسے گرنتھوں کو تو پھر بھی کبھی کبھی خود سے دیکھتے یا سنتے رہتے تھے۔ مگر آپ کھنڈن منڈن کو زیادہ پسند نہ کرتے تھے۔ آپ کی کتھا متعلقہ ویدانت پریم یا ویراگ ہی ہوا کرتی تھی۔ فارسی میں مثنوی دلی رام مثنوی بوعلی قلندر بارہ ماہ مہاتما ہری داس جو دس قسم کے اُن کے نوٹ بک میں درج ہیں۔ اُن کو بہت پیارے تھے۔ اور ایک مصرعہ یا شعر کو لیکر آپ کئی کئی گھنٹوں بلکہ دنوں تک بھی اس کی ویاکھیا کرتے رہتے تھے۔ آپکے کتھن کے اندر ایک خاص ستیر بہدت شکتی اور پریم اور سرلتا پائی جاتی تھی۔ ہر دقیق بات کو سمجھانے میں درشٹانت دیکر سب کو ذہن نشین کرا کے ہی چھوڑتے تھے۔ آپ سال بسال جموں، سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور۔ سانگلہ ہل۔ پنڈی بھٹیاں اکال گڈھ وغیرہ بلکہ کئی اور شہروں پٹیالہ کپورتھلہ جالندھر۔ شملہ یا سرینگر میں بھی جاتے رہے۔ مگر اخیر عمر میں سفر بہت کم کر دیا تھا۔ مگر جموں، سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ وغیرہ جاتے ہی رہے۔ اور مرالی والا میں ہر سال میں جب سے وہاں سوامی رام کی یادگار میں اُن کا دن منانا شروع ہؤا۔ وہاں اپنا فرض سمجھکر جایا کرتے تھے۔ تقریباً دوسرے تیسرے سال ہردوار، رکھی کیش بھی ضرور جاتے تھے۔ اور وہاں کے کئی پُوجیہ مہاتما ان کی سیوا کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ تقریباً پنجاب کے سب مشہور شہروں میں آپکے ست سنگی اور پریمی موجود ہیں۔ جن کو آپکے درشنوں کی ہر وقت چاہ رہتی تھی۔

آپکے نزدیکی تعلقداروں میں سے راقم اور اُنکے بھائی لالہ بھگوانداس نیز بھگت کانشی رام صاحب مرحوم۔ اور کئی ایک دیگر رشتہ دار خاص طور پر فیضیاب ہوئے۔ بلکہ کوئی گھر آپکے تعلقداروں میں سے ایسا نہ ہوگا جس میں سے کسی نہ کسی کو خاص پرمارتھ کی لاگ نہ لگی ہو۔ ماسٹر ہنسراج جی جو مہاتما نرنجن داس جی کے چھوٹے بھائی تھے۔ اپنی ملازمت کے بعد اکثر آپکے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اور ویاکھیان سُنتے اور کہتے بھی تھے۔

آپ کو کئی جگہوں میں خاص خاص شخصوں سے [illegible] بالکل ناواقفیت میں ان آدک کی سیوا کہیں مکان

کہیں بستر کہیں کرایہ سفر وغیرہ بلا واقفیت قدرتاً بغیر مانگے بلکہ انکار کرنے پر ملتا رہا۔ جس کا ذکر طوالت کے خوف سے نہیں کیا گیا۔ آپ کے رہائشی ہیڈ کوارٹر چوہڑ کانہ میں باقی ست سنگیوں کے علاوہ سیوا میں زیادہ حصہ لینے والے لالہ کانشی رام سردار اجاگر سنگھ و اُن کے پریوار اور اسی طرح مختلف شہروں میں مختلف ——— اشخاص لاہور میں لالہ گورکھ ناتھ جی ایڈیٹر اُدم وغیرہ۔ جموں میں ماسٹر ہنسراج جی و باقی ست سنگیاں معہ راقم سیوا اٹھانے والے موجود تھے۔ اسی طرح سیالکوٹ میں لالہ کانشی رام۔ لائل پور میں سردار ہری سنگھ جی معہ اپنے ست سنگیاں کے ہوا کرتے تھے۔ رلیے بھولا رام صاحب آپ کی سیوا میں خاص حصہ لیتے تھے۔ لالہ لدھارام ننکانہ نو اسی سفر میں عموماً ساتھ رہتے تھے۔ آپ کے سنیاسی ششوں میں سوامی رامانند جی جو اس وقت آپ کے جانشین ہیں۔ جن کا جنم استھان ڈیرہ اسمٰعیلخان ہے۔ اور سوامی برہمانند جی جموں والے۔ سنت گوبند روپ المعروف پرمیشور۔ سوامی آتم سروپ۔ سوامی واسدیو تیرتھ سوامی کرشن تیرتھ بھی آپکے سنیاسی ششش ہیں۔ نیز رسالہ ادم کے سابق ایڈیٹر سوامی نجانند (سابق لالہ لکھپت رائے نندہ مرحوم) بھی انکے ہی ششش تھے +

اخیر سال میں آپ گرمیوں میں بھی چوہڑ کانہ گوبند آشرم میں ہی رہے۔ اور ماہ اسوج میں وہاں سے سیالکوٹ۔ مرالی والہ گوجرانوالہ میں رہ کر جموں ماہ کاتک میں گئے۔ جہاں چند دن معمولی طور پر زکام بخار وغیرہ سے بیمار ہو کر پھر راضی ہو گئے۔ اسدفعہ دو سال سے صرف ایک سیوا دار ہرا رام ان کے ہمراہ تھا۔ جموں سے لالہ موسلے اور جلال پور جٹاں ہو کر ایک رات گجرات رہ کر لائل پور گئے۔ لالہ موسلے میں فلا سفر ماسٹر ٹھاکر راج جی نے ان کو بڑے پریم سے بلایا تھا۔ اور لائل پور میں بڑی منت وسماجت اور درخواست کرنے پر سردار ہری سنگھ جی نے اپنے پاس بلا ہی لیا۔ مگر انہوں نے بھی کبھی اپنے شریر کو ست سنگیوں کے پریم سے ترجیح نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ اُن کے پریم سے بندھے ہوئے اُپدیش اور اُپکار کے لئے ہر جگہ پہنچتے ہی رہتے۔

جب آپ جموں سے لالہ موسلے جانے لگے۔ تو آپ سے میں نے دریافت کیا۔ کہ مہاراج آپ چوہڑ کانہ کب تشریف لے جاویں گے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ "پیارے چوہڑ کانہ پہنچنے کی کوئی امید نہیں"۔ تو پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ سردی کے دن لالہ موسلے میں ہی گذاریں گے۔ تو مسکرا کر فرمایا "کیا پتہ" پھر کچھ نہیں کہا۔ اور اسی طرح کا ایک اور اشارہ ایک جگیاسو کو اُپدیش کے دوران میں دیا۔ بلکہ بیاس پوجا سمت ۱۹۹۵ پر جب تقریباً ایک ہزار ست سنگی چوہڑ کانہ میں آپ کے درشنوں کے لئے جمع ہوئے تو راقم نے معہ چند ایک دیگر ست سنگیوں کو عرض کی کہ آشا ہے۔ یہ اگلی بیاس پوجا بہت زیادہ رونق سے ہوگی آپ ہمیں ست سنگیوں کو بر موقعہ اطلاع دینے کے لئے نمسترن پتر بھیجنے کی آگیا بخشیں۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ "اگلی بیاس پوجا ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ کیوں خیالی پلاؤ پکاتے ہو۔ شریر کا رہنا نہ رہنا کیوں دردڑھ کر رکھا ہے۔"

آپ منگلوار ۲۱ مگھر سمت ۱۹۹۵ کو شام کو لائل پور پہنچے۔ ست سنگی صاحبان نے ایک بنگالی مہاتما جو اکثر باہر سادھ بیلے میں رہا کرتے تھے۔ اور جن کا شبھ نام سوامی شو رام جی سرسوتی ہے۔ اور جو سنسکرت کے خصوصاً اُپنشدوں کے خاص ماہر ہیں۔ اُن کو بھی اِن کے نواس استھان میں لا کر ٹھہرا لیا۔ رات کو بابو مہر چند نے ایک بھجن اُن کے حکم سے گایا ——— "دنیا کیا ہے یارو دھوکے کا یہ مکان ہے"۔ دوسرے دن ۲۲ مگھر بدھوار پورنماشی کو بھوجن وغیرہ کر چکنے پر تقریباً تین بجے دوپہر کو آپ کو چند دست آئے۔ مگر کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔ سنگت بیٹھی تھی۔ اُپدیش ہو رہا تھا۔ اُپدیش کے آخری لفظوں میں مہاراج کو ڈانٹ ہو رہی تھی۔ "اے مہاراج! تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ میرا سروپ تو تیرے پہنچ سے باہر ہے۔ شریر کو تو پہلے ہی چھوڑ رکھا ہے۔ اور اس کی اب ہم کو ضرورت بھی نہیں۔ اس سے گرہست بھی دیکھ لیا۔ ۳۸ برس سنیاس کا بھی آنند لے لیا دلیش دلیشانتروں کی سیر بھی کر لی۔ اس سے کئی بھگتوں کی پالنا بھی کر لی گئی۔ پٹھن پاٹھن شرون منن ندھیاسن

اُور ساکشاتکار کا آنند بھی اُٹھالیا۔ اب کوئی اِچھا باقی نہیں رہی۔ ہمیں اب تیرا کوئی خوف نہیں۔!!
یہ لفظ کہے۔ اُور اُپدیش کو ختم کر کے سنگت میں سے ماتاؤں کو اُٹھا دیا کہا جاؤ۔ گھر میں اپنا کام کاج کرو۔ شام ہوگئی
وہ چلی گئیں۔ اُدھر آپ کو ایک قے آئی۔ بنگالی سوامی جی پاس موجود تھے۔ ڈاکٹر بھی آگیا تھا۔ اُس نے کہا معمولی بد ہضمی ہے۔
کوئی فکر نہیں۔ سائیکل پر دوڑا دوڑا گیا۔ مگر ادھر سمے ہو چکا تھا۔ دُوسری قے آئی معمولی پانی سا نکلا جو بنگالی سوامی جی نے اپنے ہاتھوں
پر لیا۔ انہوں نے اوم کا اُچارن کیا۔ اُور ایک دو ہچکی لی۔ انہوں نے بُلایا۔ آنکھ کھول کر دیکھا مگر تیسری ہچکی آئی۔ اُور رودیہ بھاؤ
کو پراپت ہو گئے۔ جیوتی سے جیوتی مل گئی۔

یہ خبر فوراً شہر کے کونے کونے میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہری سنگھ جی اُور دوسرے ست سنگی موٹر میں دوڑے آئے۔ مگر اب
کیا ہو سکتا تھا۔ گیان کا سُورج چھُپ چکا تھا۔ اب کس کی طاقت تھی۔ کہ ان کو اپنے دھام میں اپنے سامانیہ شریر میں لین ہونے
سے روک سکے۔

مگر اس ۷۶ سال کی عُمر میں بھی آپ کے اعضا کوئی خاص کمزور نہ تھے۔ دانت پورے ۳۲ موجود تھے۔ کانوں میں طاقت شنوائی
پُوری موجود تھی۔ لکھنے پڑھنے کا کام بغیر عینک کے لیتے تھے۔ حالانکہ کچھ سال پہلے عینک کا استعمال تھا۔ مگر اب چھُوٹ چکا تھا۔ آپ
ہمیشہ ہنس مکھ پریم بھاؤ سے پُورن اُور دیالو سبھاؤ کے تھے۔ صفائی اندرونی اُور بیرُونی کو بھی خاص طور پر پسند کرتے تھے۔ دانتوں کی
داتن اُور آنکھوں میں سُرمہ لگانے کا بچپن سے ہی سبھاؤ تھا۔ پہلے پہل قبض دائمی رہتی تھی۔ جس کے لئے ہر بیڑ مرکب کا استعمال رات کو
ہمراہ دودھ کرتے تھے۔ مگر اب کئی ماہ سے یہ بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ سیر دو وقت روزانہ ہوتا تھا۔ غذا سادہ دن میں ایک
دفعہ اُور دوسرے وقت دودھ تھوڑا سا پیتے تھے۔ نیند بہت کم لیتے تھے۔ مگر اخیر عمر میں تکیہ لگا کر بیٹھے رہتے۔ یا ضعف بدنی کی
وجہ سے لیٹے رہتے تھے۔ اُور اپنے سرُوپ میں نرو کلپ اوستھا میں محو رہتے تھے۔ کبھی کبھی ساوکلپ اوستھا بھی بوہار میں آجاتی تھی۔
جگیاسوؤں کو سمجھانے میں اپنے شریر کے کشٹ کو بالکل بھول جاتے تھے۔ اُور بڑے مدھر اُور پریم بھاؤ سے اُس کے ذہن نشین
کرانے کے لئے اُسکو کئی جگتیوں سے اس کو برہم اُپدیش نہائیت سرل بھاشا میں کرتے تھے اُور کہا کرتے تھے۔ کہ اگر شریر اسی کام چلا جائے
تو اس سے بہتر اُور کیا ہو سکتا ہے۔

آخر جب اُن کا شریر شانت ہوگیا۔ تو مختلف شہروں میں تاریں دیگئیں جہاں سے نزدیک کے کئی ست سنگی اُور مہاتما تو رات کو ہی
لائل پور پہنچ گئے۔ مگر جموں وغیرہ دُور کے شہروں سے صُبح ۱۱/۲ ۸ بجے جب ست سنگی سانگلہ ہل سٹیشن پر پہنچے۔ تو اُن کو آگے اُتار کر
چوہڑ کانہ نے جانے کے لئے کئی ست سنگی کھڑے تھے۔ تاکہ وہاں جانے والی دوسری سنگت کے ساتھ جو سینکڑوں کی تعداد میں لائل پور
سے ہو کر اُور کئی شہروں سے آگئی ہے۔ شامل ہو کر مہاراج سوامی جی کی ارتھی پر شردھا کے پھُول چڑھا سکیں۔ اُن کی ارتھی بذریعہ موٹر
چوہڑ کانہ لائی گئی۔ جہاں ہزاروں مرد و زن درشنوں کے لئے کھڑے تھے۔ بڑے شردھا اُور پریم سے سب نے درشن کیا۔ اُور جلوس نکالا گیا
جس میں پھُولوں اُور تپاسوں وغیرہ کی برکھا کی گئی۔ شہر میں جلوس پھرا کر گوبند آشرم میں لا کر اُن کے فوٹو اتارے گئے اُور مائی پُرشوں
سب نے مل کر ست سنگ اُور کیرتن کیا۔ اشنان کرایا گیا۔ اُور ودھی پُوربک بنگالی سنیاسی مہاتما جی کی زیر ہدایت سمادھی تیار کر نمک
ڈال کر اُن کے شریر کو اسی پرتھوی ماتا کی گود میں دبا دیا گیا۔ اُور اس پر سمادھی کا مندر وغیرہ تیار کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ سمادھی اُن کے
نواس استھان گوبند آشرم کے اندر ہی دی گئی۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اُن کی پوتر یادگار وہاں قائم رہے۔

یہ مہاتماؤں کا پوتر جیون کئی سجنوں کے لئے مشعل راہ کا کام دے گا۔ (اوم شانتی شانتی شانتی)

ॐ

تاریخ وفات سوامی گوبند آنند جی مہاراج - از قلم لالہ بھگت رام صادق وزیر آبادی حال جموں

پورنماشی دسمبر دی سَت ہیسی ۔ ناں دِن بھی سی بدھوار پیارے
دولت رام نوں دو ستو رات ویلے اچن چیت آ گئی اک تار پیارے
لکھیا ہویا سی گئے گوبند ہوری دُنیا چھوڑ پرلوک سدھار پیارے
ترشنا ہے ۔ جے تساں دیدار والی پہنچ جاؤ ایہہ سُندیاں سار پیارے
اُوسے وقت جو خویش قبیلڑا سی لاری لئی تے ہوئے سوار پیارے
لائل پور دی طرف روان ہوئے روندے جاوندے سی زارو زار پیارے
اگوں سانگلے جا کے پتہ لگا ۔ واپس آوندے لوگ ہزار پیارے
چوہڑ کانے سمادھ بنان خاطر سمجھ نرناری بے قرار پیارے
آخر کار ستسنگیاں نال مِل کے گڈی دوسری چڑھے سب یار پیارے۔
اوتھے پہنچ سمادھ آ بنھ دتی کھلی جگہ سوہنی مزیدار پیارے
آئے جوق درجوق سب دیکھنے نوں ۔ دلوں رجّ کے کرن دیدار پیارے
چہرہ جیوندیاں جسطرح ہسدا سی کھڑیا تویں سی مثل گلزار پیارے
کہندے لوگ کیوں کر ہوسی کمی پوری دکھو دکھڑے کرن وچار پیارے
آکھن کوئی مہاتما نکل آوے اوسے طرح دا کرے پرچار پیارے
دُنیا دار کس طرح دو ہار رکھن ہووے ایس دا ذکر اذکار پیارے
نال پتراں کیوں ماں باپ ایڈے کردے پریم تے اتی پیار پیارے
گھر گھر پہنچ اپدیش سنان اپنا گوہڑے گیان دا کرن اظہار پیارے
سُتی ہوئی دُنیا متاں جاگ اُٹھے لیکے نام ہووے بیڑا پار پیارے۔
پھسیا ہویا چوراسیوں جائے کدھر موہ مایا دے نال سنسار پیارے
آپے مائی دا لال کوئی جاگ پیسی ساڈی سُن کے حال پکار پیارے۔
قائم کرو گوبند مہاراج والی مل کے وچہ دُنیا یادگار پیارے۔
ایسیں نہیں احسان بھلان جوگے اوہناں بڑا کیتا پر اوپکار پیارے۔
پیدا ہوئے سن قوم دے واسطے اوہ کیتی قوم تے جان نثار پیارے
صادق موت ظالم کیتا سل ۔ سینہ آ کے جگر دیکھو داغدار پیارے۔

۱۹۳۸ء

واپس پرکرپا درشٹی

(از گورکھ ناتھ نندہ)

پیارے ست سنگی سجنوں - اپنے ست گورو کی مہما کو ورنن کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ شری سوامی جی مہاراج کی اس داس پر اپار کرپا تھی - انہوں نے اپنی کرپا درشٹی سے میرے جیون کو ہی بدل دیا - میں تو اسمرتھ ہوں کہ ان کے گُنا باد کو ورنن کر سکوں وہ سرب شکتیمان تھے۔ سرب گُن سمپن تھے۔ سب ردھیاں سدھیاں اُن کے چرن چھُوتی تھیں۔ لیکن وہ ان کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ کوئی کام یا کوئی سنکلپ ایسا نہ تھا۔ جو کہ خود بخود ان کی حسب خواہش سرانجام نہ ہوتا ہو۔ مجھے آپ کے اول اول نومبر ۱۹۲۴ء میں بمقام جموں شرف دیدار حاصل ہُوا۔ میرے ساتھ شری گیاشی پنڈت دیوی رام جی تھے - جو کہ میرے وِدّیا گورو تھے۔ جن سے میں نے شریمد بھگوت گیتا ۔ وچار ساگر۔ ویراگ شتک وغیرہ وغیرہ پُستکیں پڑھی تھیں۔ شری پنڈت جی مہاراج کی سوامی جی پر اتی شردھا تھی۔ اسلئے اُن کی خواہش تھی۔ کہ میں بھی اُن سے ہی گورو دیکھشا حاصل کروں۔ چنانچہ جب ہم دونوں سوامی جی مہاراج کی سیوا میں جموں حاضر ہوئے تو اُن دنوں گوبند پرکاش کی کتابت کا کام شروع ہوا تھا - اور شری سوامی جی اس کام میں مشغول تھے۔

سوامی جی کے اتھاہ پریم نے میرے چِت پر اتنا اثر کیا۔ کہ میں اُن کے چرنوں میں اپنی شردھا کے پھُول بھینٹ کئے بغیر نہ رہ سکا۔ ہم وہاں صرف دو دن ہی رہے۔ پھر سیالکوٹ واپس آگئے۔ اُسکے بعد جب سوامی جی مہاراج یکم دسمبر ۱۹۲۴ء کو سیالکوٹ تشریف لائے تو اُن کے ست سنگ سے اور بھی شردھا بڑھ گئی۔ ہزارہا لوگوں میں اُن کا ست سنگ۔ رات کے وقت ہوتا تھا۔ اُن کی تقریر برہم گیان کے متعلق اتنی مدلّل تھی۔ کہ حاضرین محو حیرت ہوتے تھے۔ میں نے سوامی جی سے ایک دن ایکانت میں اپنے دِلی وچار ظاہر کئے۔ کہ مجھے ایشور درشن کا شوق ہے۔ اسلئے مجھے کوئی سادھن بتائے جاویں۔ جس سے میں اپنے مقصد کو حاصل کر سکوں۔ اُن دنوں میرا چِت بہت نرمل تھا۔ گائیتری منتر کے دو تین انوشٹھان کئے جا چکے تھے۔ پنڈت دیوی رام جی کی سنگت و بھگت بیلی رام، بھگت سنت رام، بھگت کانشی رام و لالہ حکومت رائے جی (جو کہ اب سنیاس روپ میں ہیں۔ جن کا شُبھ نام شری سوامی کرشن تیرتھ جی ہے - اور شری سوامی جی مہاراج کے ہی ششّیہ ہیں۔) وغیرہ وغیرہ ست سنگی سجنوں کی سنگت سے چِت کے مل وکھشیپ اور ن دوش کہیں نام کو بھی نہ تھے۔ برہمچریہ تھا۔ گرہست آشرم میں پرویش ابھی نہیں ہوا تھا۔ طبیعت میں سادگی تھی - اور ایشور درشن کا شوق تھا

شری سوامی جی کی سیوا میں جب میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم چونکہ اب اپنے آشرم سانگلہ ہل میں جا رہے ہیں۔ اسلئے تم کم از کم ایک ہفتہ کے لیئے وہاں آؤ۔ تو پھر تمہیں اصلیت کا اُپدیش کیا جاوے گا۔ اس سے پیشتر تم گوبند پرکاش کے تین پاٹھ ختم کرو۔ چنانچہ کرسمس کی تعطیلات میں تعمیل حکم میں گوبند آشرم میں جو کہ سانگلہ ہل سے تقریباً ۱½ میل کے فاصلہ پر بلب نہر واقعہ ہے۔ سیوا میں حاضر ہوا۔ وہاں کے ایکانت و پُرشانتی والے ماحول نے ہوتے پر مہاتما کا کام کیا۔ سوامی جی نے فرمایا کہ جو کچھ

تمہارے دل وچار میں ایک کاغذ پر لکھو۔ چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل میں مفصلہ ذیل تحریر سیوا میں بھینٹ کی:۔

(۱) بھگون! سنسارک وہار میں چیت برتی جب وکھشیپ کو پراپت ہوتی ہے۔ تو بہت زور لگانے سے بھی وہ وکھشیپ دور نہیں ہوتا۔ اس کے دور کرنے کے لئے کوئی طریقہ بتایا جاوے۔

(۲) چونکہ گذشتہ جنموں کے انوسار آہار وہار آدی ساتوک نہیں ہیں۔ اسلئے ساتوک برتی ہمیشہ نہیں رہتی۔ راجسک اور تامسک برتی کے ناش کرنے کا کوئی اوپائے بتایا جاوے۔ نیز جس سادھن سے ہمیشہ ساتوک برتی بنی رہے وہ سادھن بتایا جاوے۔

(۳) جس وقت دنیاوی کاروبار میں زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے۔ تو من میں وہی سنکلپ وکلپ بنتے ہیں۔ جب شام کو برہم ابھیاس یا ست سنگ میں جاتا ہوں تو چت ایکاگر نہیں ہوتا اسکے ایکاگر کرنے کے لئے پھر بہت یتن (کوشش) کرنی پڑتی ہے۔ تب کچھ شانتی ہوتی ہے۔ لیکن دوسرے دن پھر اسی کاروبار میں وقت دینے پر وہی اوستھا دامنگیر ہو جاتی ہے۔ طبیعت بہت پریشان ہے۔ ہر وقت ست سنگ اور ابھیاس میں رہنا خیال میں نہیں یا تو یہ آگیا ہو کہ ملازمت وغیرہ اور سب پرپنچ چھوڑ چھاڑ کر آپ کی سیوا میں حاضر ہو جاؤں۔ پھر آپ جانیں اور آپ کا کام۔ اگر آپ یہ کہیں کہ "ہتھ کار وَل، دل یار وَل"۔ تو یہ پہلی اوستھا والے کا کام نہیں۔ کیونکہ ہماری برتی زیادہ تر دنیاوی کاروبار کی طرف رہتی ہے۔ اور اپنی ڈیوٹی کو پورا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسلئے ہر وقت وچار میں رہنا بن نہیں سکتا۔ کئی دفعہ دفتر کے کام کی زیادتی سے سب دماغ خرچ ہو جاتا ہے۔ طبیعت مشتعل ہو جاتی ہے۔ اور جو بھی ابھیاس میں ترقی کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ جاتی رہتی ہے۔ بس یہی چاہتا ہوں۔ کہ ہر وقت اپنا آتم انوبھو ہی رہے۔ اگر ہر وقت نہ سہی تو کم از کم دنیاوی کام سے فارغ ہونے پر وہ پہلی اوستھا آجاوے۔ اور اسی طرح طبیعت میں شانتی محسوس ہو۔ کسی اور پدارتھ کی طرف طبیعت رجوع نہ کرے۔ اور من قابو میں رہے۔ ایسا اوپائے بتا کر مجھے داس پر کرپا درشٹی کریں۔"

جب یہ تحریر لکھکر شری مہاراج کی بھینٹ کی گئی تو وہ بہت پرسن ہوئے۔ جب پیاسا لوگوں کو کوئی سچا پریمی ملتا ہے۔ تو ان کی خوشی کی بھی انتہا نہیں رہتی۔ چنانچہ سوامی جی مہاراج نے برہم گیان کا پہلا اپدیش درشٹا درشیہ۔ جڑ چیتن وغیرہ کا بھید اور اس کے بعد من کا سروپ اور برہم ابھیاس کا طریقہ بتایا۔ جو کہ گوبند پرکاش میں کئی جگہ درج ہے۔ ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

جب میں نے پہلے دن اس ابھیاس کو شروع کیا۔ اور دور جنگل میں جاکر آسن لگایا۔ تو صبح سے شام تک ایسی لگن میں وہاں ہی سمادھی لگ گئی۔ تن بدن کی ہوش نہیں تھی۔ دنیا و مافیہا کے خیالات کہیں نام کو بھی نہ رہے تھے۔ اپنے سروپ کے ساکشات درشن ہونے پر جس آنند کا بھان ہوا۔ اس کا ورنن نہ ہی زبان سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی قلم اس کے بیان کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ وہ ایک انوبھوی گیان ہے۔ جس نے اس کا انوبھو کیا ہے۔ وہی جان سکتا ہے۔ قصہ کوتاہ شری مہاراج نے میرے جیون کو ہی بدل دیا۔ سب دکھ دور ہو گئے۔ پرم شانتی پائی۔ من ایسا ایکاگر ہوا۔ کہ اس کے متعلق کوئی شکایت نہ رہی۔ جو نظارہ میں نے ان کی پوتر سنگت میں انوبھو کیا ہے۔ اس کا تصور میں آنا محال ہے۔ ان کا خیال سب ست سنگیوں کی طرف رہتا تھا۔ لیکن میرے ساتھ تو ان کا خاص ہی پریم تھا۔ میں نے کئی دفعہ محسوس کیا۔ کہ وہ پربھات کے سمے مجھے کہہ رہے ہیں۔ کہ بیٹا اٹھ۔ یہ سمے بڑا انمول ہے۔ اٹھ اپنا ابھیاس کر۔ چنانچہ میں فوراً ہی خواب غفلت سے اٹھ بیٹھتا۔ اور جاگنے پر معلوم ہوتا۔ کہ سوامی جی تو پاس نہیں ہیں۔

پرمارتھ کے علاوہ گرہستی کے متعلق بھی وہ ایسا بے نظیر مشورہ دیا کرتے تھے۔ کہ جس سے سب دنیاوی رنج کافور ہو جاتی [illegible] تھے۔ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ کیا

تھیں۔ ان کی عزت سادھوؤں میں بہت زیادہ تھی۔ برہم تیج

مجال کہ ان کے کام میں ایک منٹ کا بھی فرق آئے۔ صبح اُٹھنا۔ سیر جانا۔ اشنان کرنا۔ بھوجن کتھا اور ست سنگ۔ نہائیت پابندئ وقت پر ہوتے تھے۔ سادھکوں کے لیے مفصلہ ذیل پرہیز بتاتے تھے۔ (۱) استریوں کی سنگت سے پرہیز۔ (۲) برہم چریہ کا دھارن کرنا۔ (۳) ضرورت سے زیادہ دھن کا اکٹھا نہ کرنا۔ (۴) اپنے اخراجات کو نہ بڑھانا۔ (۵) آہار اور نندرا کو کم کرنا۔ (۶) ست سنگ اور ست وچار نیم پوروک روزانہ کرنا۔ (۷) مہاتما لوگوں کی سنگت اور ست شاستر کے وچار میں اپنا زیادہ وقت صرف کرنا۔

وہ لوگ ابھیاس اور دیگر سادھنوں سے برہم ابھیاس اور مہاتما لوگوں کی سنگت کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ اُن کے اندر تیاگ اور اُدارتا کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ بھوجن اور کپڑا کسی بھی ضرورتمند کو دینے میں سنکوچ نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ میں دیکھا کرتا تھا۔ کہ جب کبھی کوئی مہاتما ان کی نظر میں آتا۔ جسکے پاس بستر نہ ہوتا۔ تو وہ اپنا ہی دوشالا وغیرہ اسکی بھینٹ کر دیتے اور پوشیدہ طور پر تو کئی ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے۔ وہ پورے عالم بھی تھے۔ اور پورے عامل بھی۔ وہ ہمیشہ سنجیدگی پسند کرتے تھے۔ دھیرج۔ تحمل اور قناعت اُنکے بڑے بھاری اصول تھے۔ اُن کا بھوجن نہائیت سادہ ہوتا تھا۔ وہ بہت دیالو تھے۔ اگر کسی سے کوئی انوچت کرم ہو بھی جائے تو وہ فوراً کھما کر دیتے تھے۔ پاک باطنی اور صفائی کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا تھا۔ خودنمائی سے پرہیز کرتے تھے۔ وہ اپنی پرشنشا اور مان بڑائی بالکل نہیں چاہتے تھے۔ اُن کے مُنہ سے جو بھی وچن نکلتا تھا ستیہ ہوتا تھا۔ مجھے زندگی میں جب کبھی کوئی مشکل آئی تو سوامی جی کے دھیان کرنے سے فوراً رفع ہو گئی۔ وہ سناتن دہرم اور پراچین دہرم شاستروں کے معتقد تھے ویدانت کا پرچار کرنے کے لیئے انہوں نے پنجاب کے تمام بڑے بڑے شہروں میں دورہ کیا۔ اور کئی پریمی اور طالب حق اشخاص کو منزل مقصود پر پہنچایا۔ اُن کا اُپدیش نہایت سادہ اور عام فہم ہوا کرتا تھا۔

مورخہ $\frac{12}{38}$/۷ جس دن شری سوامی جی مہاراج کا شریر شانت ہوا۔ اسی دن صبح پربھات کے سمے مجھے اُن کے درشن ہوئے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ شری مہاراج گوبند آشرم چوہڑکانہ میں اپنا دورہ ختم کر کے آگئے ہیں۔ اور اپنے کمرہ میں آسن پر براجمان ہیں۔ میں اتی شردھا اور اُتساہ سے اُن کی سیوا میں حاضر ہوا ہوں۔ اور یکصد روپیہ کا ایک نوٹ اُن کی سیوا میں بھینٹ کرنا چاہتا ہوں۔ اور زبان سے حسب ذیل الفاظ کہہ رہا ہوں۔ "بھگوان! آپنے مجھ داس پر اتی کرپا کی ہے۔ میری تمام منو کامنائیں پورن ہو چکی ہیں۔ دُنیاوی خواہشات کافور ہو گئی ہیں۔ اب کوئی کسی قسم کی بھی خواہش باقی نہیں رہی۔ سب دُنیاوی سنکلپ وکلپ اور کام کاج پورن ہو گئے ہیں۔ اب یہ شریر رہے یا نہ رہے مجھے اس کے متعلق کوئی چنتا نہیں ہے۔ آپنے اپنی کرپا درشٹی سے ایسا امرت پلایا ہے۔ کہ یہ منش جنم سپھل ہو گیا ہے۔ میرا تن من دھن سب آپ کا ہو چکا۔ آپ یہ کچھ بھینٹ قبول فرماویں۔

سوامی جی ہنسے اور خوب ہنسے۔ اس کے بعد یہ سوپن اوستھا ختم ہو گئی۔ اُن کا شریر اسی دن شام کو پانچ بجے لائل پور میں سما گیا۔ مجھے سردار ہری سنگھ جی نے بذریعہ تار اطلاع دی۔ چونکہ قدرت کو منظور نہ تھا۔ کہ میں آخری وقت اُن کے پوتر چرن چھو سکوں۔ اسلیئے بدقسمتی سے وہ تار مجھے دو دن بعد ملی۔ جسکا مجھے افسوس ہے مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ سوامی جی نے شریر چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ جب میں اُن کا خیال کرتا ہوں تو وہ مجھے سامنے نظر آتے ہیں۔ مان بھی لیا جاوے کہ انہوں نے اس پنچ بھوتک شریر کو چھوڑ دیا ہو۔ لیکن ان کا نرآکار۔ ست چت آنند سروپ تو قائم ہے۔ جو کام وہ اس محدود جسم سے نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اب اس لامحدود جسم سے کریں گے۔ اُن کی پوتر روح اب سب سنسار کا کلیان کرے گی۔ مہاتما لوگ سدا ہی جیتے ہیں۔ اس خیال سے چت کو کچھ ڈھارس سی بندھ جاتی ہے۔ ورنہ اُن کے جیوتی جوت سمانے کی خبر نے سخت بے چین کیا ہوا ہے۔ وہ امرت کی کھان تھے اور ہم اناتھوں کے ناتھ تھے۔ ہمارا سہارا ٹوٹ گیا۔ اور ہم اناتھ ہو گئے۔ لیکن اب ہمیں یہی فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ :-

لیئے اب جال ہاتھوں میں شکاری روز پھرتا ہے
نہ کر اے بلبلِ ناداں چمن میں آشیاں اپنا
کئی گُل کِھل کے لوٹے ہیں. ہزاروں برگ و بر لاکھوں
ہزاروں اُڑ گئے طائر بنا کر آشیاں اپنا

پیارے سجنو! ہم جس محدود زندگی اور ناپائدار دُنیا اور اس ناشوان شریر پر بھروسہ کر رہے ہیں۔ یہ محض جہالت ہے۔ اور سراسر دھوکا ہے۔ یہ شریر چند روزہ ہے۔ کسی کا اس دارِ فانی میں قیام نہیں۔ ولی، پیر، پیغمبر، اوتار، رشی منی، مہاتما جو بھی اس سنسار میں پرگٹ ہوئے۔ اپنے فرائض سرانجام دے کر اس مایاوی شریر کو تیاگ کر الوداع ہو گئے۔

کال بلی نت گرجد اچلتے چاہر کمان - تیر مارسی پھچ کے کرے نشانہ جان -

اسلیئے اِس موجودہ وقت کو غنیمت جان کر پرمارتھ کے لیئے جو سادھن بھی ہو سکتے ہوں کر لو۔ ورنہ جب موت آئیگی تو دِل کی دِل میں ہی رہ جائیگی۔ دُنیاوی جاہ و حشمت اور اقبال کچھ بھی مدد نہیں کرے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ دُنیا ہیچ ہے۔ اور اس کے کام بھی ہیچ ہیں۔ مگر پھر بھی کھیل کود۔ ہنسی۔ دِل لگی۔ کھانے پینے اور عیش و آرام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور لذّاتِ فانی کو جاودانی خیال کر رہے ہیں اِس انسانی جسم سے ہی عاقبت کی دُرستی اور کرموں سے نجات ہو سکتی ہے جو کہ ہمیں ملا ہوا ہے۔ لیکن ہم اس کی قدر نہیں کرتے۔ منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیئے صحّت اور جوانی کے ہوتے ہوئے ہی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ لڑکپن اور بڑھاپے میں کوئی سادھن نہیں ہو سکتا۔ ہم مالک کو بھول رہے ہیں۔ اور رات دِن دیوانہ وار دُنیاوی پدارتھوں کے اکٹھا کرنے میں سرگرداں ہیں۔ اور اصل مقصد یعنی گیان کی پراپتی کے لیئے کوشش ہی نہیں کرتے۔ افسوس۔ صد افسوس۔

سب کا اُتما (گورکھ ناتھ نندہ)

چمن کے تخت پر جس دم شہ گُل کا تجمّل تھا
ہزاروں بُلبُلوں کی فوج تھی اِک شور تھا غُل تھا
جب آئے دن خزاں کا کچھ نہ تھا جز خار گُلشن میں
دکھاتا باغباں "یہاں غُنچہ یہاں گُل تھا"

اوم

تاریخ وفات

شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

از قلم لالہ دولت رام جی سپھند پو۔ برہمچاری۔ جموں

مگھر بائی ۲۲ تاریخ دِن بدھ والے کر گئے کوچ گوبند مہاراج پیارے

ڈھائیں مار کے اسیں کُرلاونے ہاں ہور بھُل گئے نے کم کاج پیارے

لاکے تیر وچھوڑے دا وِچ سینے دِلدا قصر کر گئے تاراج پیارے

لائل پور شہر یہ تیاگ دِتا جدوں مُکیا آن اناج پیارے۔

سارے جگت وِچ ہویا برپا ماتم کردا پیا ورلاپ سماج پیارے۔

ساڈوں کون اپدیش سنان آسی ہے سن عارفاں دے سرتاج پیارے

شیریں سخن تے شیریں زبان بھی سی شیریں طبع تے شیریں مزاج پیارے

کِس در تِھیں سکھیا جا لیئے۔ ساڈوں کر گئے سخت محتاج پیارے

جموں سال لبسال اوہ آوندے سن رہیا اُدھا تھیں سدا رواج پیارے

جدتوں لیا فقیری دا ایہن باناں ایس بھیکھ نوں لائی نہ لاج پیارے

وحدت والیاں منزلاں طے کرکے برہم گیان دی پائی معراج پیارے

دولت رام وسدے نیں رات نوں دسے اکھیاں سُجیاں بھجگئے ساج پیارے

۱۹۹۸ — بکرمی

پیغامِ گوبند

ویاکھیان جو شری ۱۰۸ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج نے سناتن دہرم ہائی سکول لالہ موسےٰ میں دیا۔

(مرتبہ و مولفہ)

شری لالہ ملک راج جی بی۔ اے ہیڈ ماسٹر سناتن دہرم ہائی سکول لالہ موسیٰ

اوم

پورنمدا پورنمدم پورنات پورنمد اُدچتے

پورنسیہ پورنمادایہ پورن میوا وشیشتے

اوم شانتی شانتی شانتی اوم

پیارے ودیارتھیو! آپ جانتے ہو کہ جب کسی برتن میں پانی ڈالنا ہوتا ہے۔ تو اُسے خوب صاف کیا جاتا ہے۔ اگر اُس میں دودھ یا گنگا جل ڈالنا ہو۔ تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس برتن کو کس قدر صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر برتن میں ذرا بھی ترشی رہ جائے۔ تو دودھ پھٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی جب دُنیاوی کاروبار کے لئے تمہیں اپنی عقل کو نہایت صاف رکھنا پڑتا ہے۔ تو تعلیم حاصل کرنے اور اُس کو سمجھانے کے لئے تمہیں کس قدر شُدھ (پاکیزہ) عقل کی ضرورت ہوگی۔ جن کی بُدھی شُدھ نہیں ہوتی۔ اور جن کے دماغ میں گڑبڑ رہتی ہو۔ وہ دُنیاوی کام میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تو پھر تعلیم اُن کے اندر کس طرح سے اثر پذیر ہو سکتی ہے۔

کپڑا جتنا صاف اور سفید ہوگا۔ اُتنا ہی اُس پر شوخ اور خوبصورت رنگ چڑھے گا۔ اگر کپڑا میلا ہوگا۔ تو رنگ چڑھکر بھی اُسے بدرنگ اور بدنما ہی کر دے گا۔ ودیا دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کا نام اپرا ودیا ہے۔ جو ہمیں دُنیاوی علوم کے ذریعے روٹی کمانے کے قابل بناتی ہے۔ اور ہمارے اخلاق کو درُست کر کے ہمیں حیوان سے انسان بناتی ہے۔ دوسری ودیا کا نام پرا ودیا ہے۔ جو دھارمک تعلیم سے شروع ہو کر بھگتی اور گیان کے ذریعے ہمیں پرماتما کی پراپتی کراتی ہے۔ گویا اصلی معنوں میں ودیا کہلانے کے مستحق یہ دوسری قسم کی تعلیم ہی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر گیان (جہالت) کے دُور کرنے کی طاقت ہے۔ دراصل اگر آپ کو حاصل کی ہوئی تعلیم کا ٹھیک طور پر استعمال کرنے کا طریقہ آ جائے۔ تو یہی دُنیاوی ودیا (اپرا ودیا) رُوحانی تعلیم کی سیڑھی بن جاتی ہے۔

سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے جن کے چرنوں میں بیٹھ کر روحانی تعلیم حاصل کرنے کا فخر مجھے حاصل ہے۔ پہلے پہل اپرا ودیا (درسی

تعلیم) کو ہی حاصل کرنے میں اپنی ہمت سی کوشش صرف کی۔ مگر چونکہ ان کی عقل صاف تھی۔ اور وہ تعلیم کا جائیز استعمال جانتے تھے اسی لیئے اُن کی رُوحانی تعلیم نے اسی درسی تعلیم کے گھوارے میں پرورش پائی اور انہوں نے اس حد تک ترقی کی کہ وہ دنیا کی مہذب اور شائستہ قوموں کے رہبر بنے۔ مگر کیا دنیاوی اور کیا روحانی تعلیم دونوں میں کامیابی کا راز یہی ہے۔ کہ ہماری عقل صاف اور چال چلن پاک ہو۔ یعنی اس کے اندر سوائے تعلیم کے اور کوئی خیال سمانے نہ پائے۔ اور آپ لوگوں کے اندر اپنی بدھی کو ایکاگر کرنے کی مشق ہو۔ جن بچوں کے دل میں تعلیم کے علاوہ اور خیالات سمائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ اس میدان میں کوئی خاص ترقی نہیں کر سکتے۔

سوامی رام تیرتھ جی جب مشن کالج لاہور میں تعلیم دیتے تھے۔ وہ اپنے شاگردوں سے آزادانہ طور پر پوچھتے رہتے تھے کہ تمہارے دل میں کس قسم کے خیالات غالب رہتے ہیں۔ کوئی کہتا تھا میرے اندر شادی کا خیال غالب ہے۔ اور کوئی کہتا تھا۔ مجھے والدین کی محبت ستاتی ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ مجھے پیسے کا خیال تنگ کرتا رہتا ہے۔ اور کوئی کہتا تھا کہ میرے دل میں بدن کی آرائش اور سوٹ بوٹ کے خیالات غالب رہتے ہیں سوامی جی اُن تمام کی فہرست تیار کرتے رہتے تھے۔ جب نتیجہ نکلتا تو وہ اُن کے نمبروں کا مقابلہ کرتے تھے۔ جن لڑکوں کے دل میں تعلیم کے علاوہ اور خیالوں کا غلبہ ہوتا تھا۔ اُن کے نمبر ہمیشہ کم نکلتے تھے۔ اور جن کے دل میں تعلیم کے سوا اور کوئی خیال نہیں رہتا تھا۔ وہی لڑکے جماعت میں اوّل یا دوم نکلتے تھے۔ پس صاف عقل کے یہی معنی ہیں کہ ہمارے دل میں سوائے تعلیم کے اور کسی قسم کے خیالات نہ ہوں۔ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہمیں تعلیم اور اسکے متعلقہ کاموں کا شوق رہے۔ دوسرا گُن جو آپ کی بدھی میں ہونا چاہیئے وہ ایکاگرتا ہے۔ جو لڑکے ایکاگرچت ہو کر یعنی پورے طور پر دھیان لگا کر ایک گھنٹہ بھی پڑھائی کرتے ہیں۔ وہ اُن لڑکوں سے زیادہ تعلیم حاصل کر جاتے ہیں۔ جو پریشان و منتشر دل کے ساتھ آٹھ آٹھ یا دس دس گھنٹے پڑھا کرتے ہیں۔ اسمیں ایک عجیب و غریب راز ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب تالاب کا پانی ہل چل میں ہوتا ہے۔ تو اُس کے اندر سورج کا عکس ٹھیک طور پر نہیں پڑ سکتا۔ مگر جب وہ پانی بالکل ٹھہر جاتا ہے۔ تو اُس کے اندر سورج کا عکس پورے طور پر پڑتا ہے۔ اسی طرح سے جب ہماری بدھی پریشان نہ ہوگی۔ تو اُس کے اندر پرماتما کا جلوہ زور شور سے ظاہر ہوگا۔ اور وہ سرورِ ابدی کے خزانے سے مالا مال ہو کر از حد خوشی حاصل کریگا۔

پیارے طالب علمو! آتشی شیشے کے اندر یہ صفت ہوتی ہے۔ کہ وہ سورج کی بکھری ہوئی کرنوں کو اپنے اندر ایک نقطہ پر مرکوز کر لیتا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جن طالبعلموں کے اندر یہ طاقت ہے۔ کہ وہ اپنی بدھی (دل) کو ایکاگر کر کے علم کی مختلف شعاعوں کو ایک جگہ مرکوز کر لیتے ہیں۔ اُن کے اندر اس حد تک علم کی آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ جہالت اور سُستی کو جلا دیتی ہے۔ آپ یہ سُن کر حیران ہونگے کہ جو پھل ایشور بھگتوں کو مندر میں جا کر بھگوان کی مورتی کا دھیان کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہی پھل تم اپنی عقل کو صاف اور یکسو کر کے اپنی تعلیم حاصل کرتے ہوئے حاصل کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم یہ سب کام ایشور بھگتی اور شُبھ وچار کے ساتھ کرو۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ ایشور بھگت بھی مورتی کا دھیان کرتے ہوئے ایکاگرتا ہی سیکھتا ہے۔ اور تم بھی جب ایشور پر ایمن ہو کر یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کرو گے تو تم کو بھی اُن بھگتوں جیسی ایکاگرتا حاصل ہوگی۔ آپ کے لیئے مناسب ہے۔ کہ جب آپ پڑھائی کرنے لگیں تو پورے طور پر محو ہو جائیں۔ گویا آپکے دماغ سے گھر بار دُنیا حتیٰ کہ اپنا جسم بھی بھول جائے۔ اور جب پڑھائی سے فارغ ہو جاؤ تو ادم یا گائیتری منتر کے اُچارن کے ذریعے ایشور کو یاد کرو۔ یہی آپکے لیئے ایشوری دھیان ثابت ہوگا۔ اور آپ کو اُس کا پھل وہی ملے گا۔ جو بھگوان کے بھگتوں کو ملتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ آپ کسی حالت میں بھی مورتی کے دھیان سے گریز کریں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کی شُدھ بدھی کی

تعریف کرنے کا ہے۔ اگر آپ اسی پاک عقل کو بھگوان کی بھگتی میں محو کر دوگے تو اسکے کئی گنا زیادہ پھل پاؤگے۔ اور نفس الفور وہ پرماتما کی طرف تبدیل ہوجائیگی۔ سب سے ضروری بات جسکی طرف میں آپ کی توجہ دلوانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ کی اس تعلیم نے آپ کی آئیندہ زندگی کی بنیاد بننا ہے۔ لائق مستری وہی ہے۔ جو بنیاد کو زیادہ سے زیادہ پختہ کرے۔ جس مکان کی بنیاد کچی ہوتی ہے۔ اس کی تمام خرچ کی ہوئی محنت ضائع جاتی ہے۔ اس تعلیم کی بنیاد پر آپ لوگوں نے اپنی زندگی کا محل تعمیر کرنا ہے۔

اس وقت جتنی پختگی کے ساتھ تعلیم اور نیک چلنی کی عادات حاصل کرلوگے اُتنا ہی آپ کی آئیندہ زندگی کا محل زیادہ شاندار بنے گا۔ اور آپ ہر ایک دنیاوی اور حقیقی کام میں کامیاب رہیں گے۔ جس قسم کی عادات آپ اسوقت پختہ کرلوگے۔ وہی عادات زندگی بھر قائم رہیں گی۔ اسوقت آپ کی عقل گیلی ٹہنی کی مانند ہے۔ جس طرف چاہو موڑ لو۔ اور جس سانچے میں چاہو ڈھال لو۔ مگر مدرسہ کی زندگی کے بعد آپ کی عقل خشک ٹہنی کی مانند ہوجائیگی اور اگر آپ کسی اور طرف جھکانا چاہوگے تو ٹوٹ جائیگی۔ اسلئے آپ لوگوں کے لیئے لازمی ہے۔ کہ اس عمر میں اپنی عادات کو نیک سانچے میں ڈھال لو۔ ورنہ پھر کچھ نہیں بن سکے گا۔ ریل کی پٹڑی گاڑنے اور نہریں کھودنے سے پہلے سروے ہوا کرتا ہے۔ اس وقت تو البتہ تبدیلی ممکن ہوسکتی ہے۔ مگر جب پٹڑی گاڑ دی جائے۔ یا نہر کھود دی جائے۔ تو پھر تبدیلی ناممکن ہوجاتی ہے۔ اس وقت آپ لوگوں کا دل سلیٹ کی طرح ہے۔ سلیٹ پر کی ہوئی لکھائی ہم فوراً مٹا سکتے ہیں۔ اور اسکی جگہ نئی لکھائی کر سکتے ہیں۔ ویسے ہی اس وقت آپ لوگ اپنے دل کی سلیٹ پر سے مشتبہ خیالات مٹا کر نئے خیالات فوراً لکھ سکتے ہو۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کا دل تختی کی طرح ہوجائے گا۔ تختی پر لکھے ہوئے حروف کو مٹانے کے لیئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ مگر جب کاغذ پر لکھائی ہوجائے۔ تو وہ بالکل مٹ نہیں سکتی۔ ایسے ہی جب آپ لوگ مدرسہ کی تعلیم ختم کر چکوگے تو آپ کی عادات پک جائیں گی۔ پھر تبدیلی ناممکن ہوجائے گی۔ اسلئے آپکے لیئے لازمی ہے کہ آپ اس وقت ہی نیک عادات قائم کریں۔ اور اُن کی لگاتار مشق کریں۔ آپ کو سورج چڑھنے سے پہلے اُٹھنا چاہیئے۔ ماتا پتا کو پرنام کرنا چاہیئے۔ باہر دور جاکر ضروریات سے فارغ ہوکر گڑوی اور ہاتھوں کو خوب صاف کرنا چاہیئے۔ پھر داتن سے دانتوں کو صاف کر کے تازہ پانی سے اشنان کرنا چاہیئے۔ پھر سندھیا اور گائیتری جاپ کرنا چاہیئے۔ مندر میں جاکر بھگوان کی مورتی کا دھیان کرنا چاہیئے۔ اور چندن کا تلک لگا کر چرن امرت لینا چاہیئے۔ جہاں تک ہوسکے کوئی نہ کوئی ورزش بھی ضرور کرنی چاہیئے۔ اس طرح کی نیک عادتوں کی مشق کرنے سے آپ کی زندگی سدھر سکتی ہے۔ مگر نیک عادتیں اسی صورت میں ہی جاگزیں ہو سکتی ہیں۔ جب آپ کی خوراک اور لباس سادگی ہو۔ خوراک سادہ ہو۔ دودھ دہی مکھن کا حسب حیثیت استعمال کرو۔ گرم اور جوش دینے والی چیزوں۔ نشئی اشیاء اور گرم مصالحوں سے پرہیز رکھو۔ ماس کے بالکل نزدیک تک نہ جاؤ۔ لباس صاف اور سادہ رکھو فیشنوں کے دلدادہ نہ بنو۔ سادگی اور پاکیزگی کو اپنا گہنا بناؤ۔ بری صحبت اور گندی کتابوں کے مطالعہ کو زہر قاتل سمجھو۔ سانپ کا ڈسا ہوا یا زہر کھایا ہوا آدمی تو ایک دفعہ ہی مرتا ہے۔ مگر بری صحبت کا شکار ہوا ہوا کئی بار جنم لیتا ہے اور مرتا ہے۔

پس بری صحبت سے ہمیشہ دور رہا کرو اور ست سنگ میں لازمی طور پر حصہ لو۔ مجھے یہ دیکھ کر ازحد خوشی ہوتی ہے کہ آپ اس سکول میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ دھارمک تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کی ازحد خوش قسمتی ہے۔ کہ جن استاد صاحبان سے آپ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ وہ نیک خیالات کا مجسم نمونہ ہیں۔ اُن میں باہمی اتفاق ہے۔ اور وہ ست سنگ کے مشتاق ہیں۔ آپکو ان کی اس خوش قسمتی پر فخر ہونا چاہیئے۔

جو بھجن دو طالبعلموں نے میرے سامنے پڑھا ہے۔ میں اُسے سُن کر بہت خوش ہوا ہوں۔ اسکا پہلا فقرہ یہی ہے۔ کہ سے

مجھکو ہے تیری جستجو تجھکو تیری تلاش ہے۔

جانِ جہاں کہاں ہے تو۔ تجھ کو تیری تلاش ہے۔

واقعی جس دِل کے اندر پرماتما کے ملاپ کا شوق ہوتا ہے۔ جو اس کی تلاش میں محو رہتا ہے۔ اُسے ضرور پرماتما مل جاتا ہے۔ انگریزی میں بھی ضرب المثل ہے۔

کھٹکھٹاؤ۔ اور تم پر دروازہ کھُل جائے گا۔

فارسی میں بھی لکھا ہے:۔

جوئندہ یابندہ

یعنی جسنے تلاش کی اس نے پالیا۔

مگر سوچنے کے لائق یہ بات ہے۔ کہ اسکی تلاش کہاں سے کی جائے۔ کیا جنگلوں میں پھر پھر کر وہاں کی مٹی چھاننے سے پرماتما ملے گا۔ کیا پہاڑوں کی غاروں میں بیٹھ کر فاقے کاٹنے سے ایشور مل جائے گا۔

عزیز طالبعلمو اسطرح سے پرماتما کا ملنا مشکل ہے۔ میں تمہیں ایک دلچسپ کہانی سُناتا ہوں۔

ایک دفعہ سوامی رام تیرتھ جی ایک گلی سے گذر رہے تھے۔ وہاں ایک بڑھیا سُوئی تلاش کر رہی تھی۔ سوامی جی بھی اس کے ساتھ تلاش کرنے میں مدد دینے لگے۔ چار پانچ منٹ ڈھونڈتے رہے۔ مگر سُوئی نہ ملی۔ آخر سوامی جی نے پوچھا۔ ماتاجی سُوئی کہاں گم ہوئی تھی۔ بولی بیٹا! سوئی تو مکان کے اندر گم ہوئی تھی۔ مگر وہاں اندھیرا ہے کچھ نظر نہیں آتا۔ اسلئے باہر آکر ڈھونڈھ رہی ہوں۔ سوامی جی نے فرمایا۔ واہ رے بھولی ماتا سُوئی تو اندر گم ہوئی ہے۔ باہر ڈھونڈتی ہو۔ جاؤ جہاں گم ہوئی ہے۔ وہاں ہی روشنی کرو اور گم شدہ سُوئی کو پالو۔

ٹھیک یہی حال ہم لوگوں کا ہے۔ جو پرماتما کی تلاش میں پریشان پھر رہے ہیں پرماتما کا گیان یعنی اسے چُھپانے والا پردہ تو دل کے اندر ہے۔ جسکی وجہ سے دل میں موجود رہتا ہوا پرماتما بھی ہمارے لئے گم ہے۔ مگر ہم اس کی تلاش جنگلوں اور پہاڑوں میں کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ہمیں اس وقت تک نہیں مل سکا ہے۔ اگر ہم اپنے دل کے اندر ہی گیان یعنی علم حقیقی پیدا کریں گے۔ تو چُھپا ہوا پرماتما عیاں ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ وہ سامنے کسی شکل میں نظر آجائے گا۔ مگر ہمیں اس کا ادراک (انُبھو) ہوگا۔ اگر کسی شخص کی گائے چوری ہو جائے اور وہ اسکو ڈھونڈنا چاہے تو جس کِلّے سے گائے گھر میں بندھی ہوئی تھی۔ اُسی سے ہی گائے کے نقشِ قدم اور چور کے نقشِ قدم کا کھوج چلائے گا۔ صرف ایسا کرنے سے ہی وہ گمشدہ گائے کو پھر پا سکتا ہے۔

ایسے ہی اگر ہم پرماتما کی تلاش اپنے دل سے ہی شروع کریں گے تو یقیناً کامیابی حاصل ہوگی۔ پھر دیکھو میرے سامنے یہ میز پڑا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کافی بھاری ہے۔ مگر اس کو جگہ سے کھینچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ میں اس کو اس ٹانگ سے پکڑ کھینچوں جو میرے عین نزدیک ہے۔ ایسے ہی چارپائی کو بھی کھینچنے کے لئے اُسے نزدیکی پاوے سے کھینچنا آسان ہوگا۔ عین نزدیکی حصے سے پکڑ کر کسی چیز کو کھینچا جائے تو وہ باآسانی کھچ سکتی ہے۔ ایسے ہی اگر ہم اپنے نزدیکی حصے یعنی دل میں ہی پرماتما کو پانے کی کوشش کریں گے تو کامیابی آسان ہوگی۔ ورنہ باہر ڈھونڈنے سے مفت میں بھٹکنا ہی ہوگا۔

اگر آپ یہ پوچھیں کہ پرماتما کو پانے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ تو اس کا جواب یہی ہے۔ کہ انسانی جسم محض اسواسطے ملا ہے

کہ ہم پرماتما کو پراپت کر سکیں ۔ جیسے لکھا ہے ۔

بھئی پراپت مانکھ دیہریا
گوبند ملن کی ایہو تیری بریا ۔
بھوجن نندرا ۔ بھوگ بیئے ۔ ایہہ پس پرکھ سمان
نرن گیان بچ ادھکتا گیان بناں پس جان

خودشناسی کار باشد اے فلاں ۔ کار دنیا ہیچ پوچ و ہیچ داں

اگر ہم انسانی جسم کو پاکر پرماتما سے ملاپ نہ کریں گے تو ہمیں چوراسی لاکھ جونوں میں آنا پڑے گا ۔ اور ہمارا وہی حال ہوگا جو تانگے کے ٹٹوؤں ۔ چھکڑا کھینچنے والے بیلوں اور اینٹیں اٹھا کر لانے والے گدھوں کا ہوتا ہے ۔ ہمیں کتوں ۔ بلیوں ۔ کیڑے مکوڑے وغیرہ کے جسموں میں آنا پڑے گا ۔ اور بے شمار قسم کی تکلیفیں سہارنی پڑیں گی ۔ اب آپکے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اگر پرماتما ہمارے جسم کے اندر ہے ۔ تو وہ کس شکل میں موجود ہے ۔ اور جسم کے اندر آیا ہوا کیا کام کر رہا ہے عزیز طالبعلمو! آپ نے شاید پتلیوں کا تماشا دیکھا ہوگا ۔ پہلے زمانے میں تو یہ تماشے عام ہوا کرتے تھے مگر آجکل بائیسکوپ سینما وغیرہ کے ایجاد ہونے سے پتلیوں کا تماشہ شاذ و نادر دیکھنے میں آتا ہے ۔ خیر آپ اپنے دل میں تصور جمالیں ۔ پتلیاں لکڑی کی بنی ہوئی انسانی شکلیں ہوتی ہیں ۔ جو بالکل بے جان ہوتی ہیں ۔ ان کے جسم کے مختلف حصوں کے ساتھ باریک تاریں لگی ہوتی ہیں ۔ جو کسی پوشیدہ جگہ پر بیٹھے ہوئے پتلی گر کے ہاتھ میں ہوتی ہیں ۔ جب پتلی گر کسی تار کو ہلاتا ہے ۔ تو پتلی کا جسم حرکت کرتا ہے ۔ ایسے ہی مختلف تاروں کے ہلنے سے مختلف پتلیاں حرکت کرتی ہیں ۔ اور ہمیں وہ پتلیاں طرح طرح کے کام کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ۔ اب دیکھنا یہ ہے ۔ کہ پتلی کے تمام کاموں کا مالک کون ہے ۔ صاف معلوم ہے ۔ کہ پتلی بھی بے جان ہے ۔ اور تاریں بھی بے جان ہیں ۔ اپنے آپ نہ پتلی ہل سکتی ہے ۔ نہ تاریں ۔ کیونکہ وہ بے جان ہیں ۔ صرف پتلی گر ہی جاندار اور سمجھدار ہے ۔ اور وہی پتلیوں کے تمام کھیلوں کا موجد و موجب ہوتا ہے ۔ ایسے ہی ہمارا جسم پتلی کی مانند ہے ۔ جو اپنے آپ حرکت کرنے کے ناقابل ہے - - - - - - - - - مختلف قوائے یعنی سننے ۔ سونگھنے ۔ چکھنے ۔ ٹٹولنے وغیرہ وغیرہ کی تمام طاقتیں جو جسم کے اندر کام کر رہی ہیں ۔ وہ مختلف تاروں کی مانند ہیں ۔ اور یہ بھی بذات خود کوئی کام نہیں کر سکتیں ۔ پرماتما جسم کے اندر پتلی گر کی مانند ہے ۔ جسم کی مختلف تاریں اسی کے اختیار اور ہاتھ میں ہیں ۔ اسی وجہ سے اس کا نام کرتار ہے ۔ جسم کے تمام کاروبار پرماتما کے تعلق سے ہی ہوتے ہیں ۔ جب موت آتی ہے ۔ یہ تاریں ٹوٹ جاتی ہیں ۔ جسم بھی موجود رہتا ہے ۔ اور پرماتما بھی موجود رہتا ہے ۔ میعاد ختم ہونے پر الشوری تعلق سے تاروں کا تعلق ٹوٹ اور بدل جاتا ہے ۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے ۔ کہ پتلی گر کی طرح پرماتما بھی آپ ہمارے نیک و بد کام اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے ۔ یا کراتا ہے ۔ پرماتما تو اکرتا ہے اور بذات خود کوئی کام نہیں کرتا ہے ۔ لیکن پھر بھی سب کاموں کا مالک ہی ہے ۔ جیسے برقی طاقت خود کوئی کام نہیں کرتی ہے ۔ مگر پھر بھی سینما کا تماشہ اسی کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ ایسے ہی پرماتما خود کوئی بھی کام نہ کرتا ہوا ہمارے جسم کے تمام کاموں کا نربایک (اسنگ ہو کر چلانے والا) ہے ۔ ذرا غور سے سوچو جسم کے اندر کیا پڑا ہے ۔ کیا خون مانس ہڈیوں ۔ ناڑیوں ۔ اوجھڑی بلغم تھوک پیس وغیرہ وغیرہ گندی چیزوں کے علاوہ اور بھی کوئی چیز موجود ہے ؟ کیا تمہاری آنکھوں میں چمکتا ہوا نور ان گندی چیزوں کی وجہ سے ہی ہے ۔ کیا حساب الجبرا اور جیومیٹری کے مشکل سوالات [illegible] ہڈیاں اور خون کی بدولت ہے یا بلغم ۔ تھوک ۔ پیشاب اور پاخانہ

کی وجہ سے ہے؟ معمولی عقل والا لڑکا بھی جواب دے گا۔ کہ یہ تمام مشکل کام کسی غیر معمولی طاقت کی بدولت ہیں۔ تمہیں یہ سن کر از حد خوشی ہوگی کہ اس غیر معمولی طاقت کا نام ہی پرمیشور ہے۔ اس کی شکتی (طاقت) سے خون نالیوں کے ذریعے اوپر نیچے چلتا رہتا ہے۔ اور جگر معدہ انتڑیاں و جسم باقی اعضا اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ اس کے نور میں تمام علوم و فنون کی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ عقل وغیرہ بھی اسی کی روشنی سے روشن ہوئے ہوئے کام کرتے ہیں۔ دراصل پرماتما وہی ہے۔ جو ہمارے تبدیل ہونے والے خیالات کا ایک رس ہو کر پرکاشنے والا (جاننے والا ہے) اسی کا نام ہی آتما ہے۔ اس کو وید اور شاستر میں ست چت آنند و پاپ لکھنوں سے برہم روپ کر کے۔ یعنی اسی کی روشنی میں عقل سوچنے اور سمجھنے کا کام کرتی ہے۔ پرماتما کی شکتی کی بدولت ہی جسم نشو و نما پاتا ہے۔ اور اسی کی موجودگی کی وجہ سے اتنا خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔

مگر اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے جسم کے اندر پرماتما دیگر اعضا کی طرح کوئی مادی ہستی رکھتا ہے۔ اور نہ ہی تیلی گر کی طرح کسی انسانی شکل میں ہمارے جسم کے اندر موجود ہے۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر تیلی گر کی طرح پرماتما کے ہاتھ پاؤں اور جسم نہیں ہیں۔ تو پرماتما کن تاروں کے ذریعے جسم کے اعضا سے کام لیتا ہے۔ اور پرماتما کی موجودگی میں جسم کے تمام قوائے (طاقتیں) کس قانون کے ماتحت اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔

پیارے طالب علمو! یہاں پر میں ایک ایسی مثال دیتا ہوں۔ جس کا آپ اپنے سکول کے کمرہ سائینس میں ہمیشہ مشاہدہ کرتے ہو۔ ایک پتھر ہوتا ہے۔ جس کا نام چمبک ہے۔ اور جسے اردو زبان میں مقناطیس کہتے ہیں۔ مقناطیس کے ارد گرد جو لوہے کے ذرات ہوتے ہیں۔ ان کے اندر اپنے آپ ہی کشش و حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ کسی قسم کی تاروں کے ذریعے ان کا باہمی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ جونہی لوہے کے ذرات مقناطیس کے آگے ہوتے ہیں۔ ان میں کشش و حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ہماری حواس خمسہ اندرونی یعنی کام کرنے والی طاقتیں پرماتما کی حضوری میں ہونے سے اپنے آپ کام کرتی رہتی ہیں۔ کسی قسم کی مادی تاروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نہ ہی پرماتما اپنی جگہ تبدیل کر کے کسی اور جگہ پر جاتا ہے۔ چونکہ وہ سب جگہ موجود ہے۔ اس لیئے اس میں آنا جانا نہیں بنتا۔ جیسے آکاش اور زمین ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نہیں جاتے۔ ایسے ہی پرماتما سب جگہ موجود ہونے کی وجہ سے خود کسی قسم کی حرکت نہیں کرتا۔

خیر میں اس گہرے گیان میں زیادہ نہ جاتا ہوا آپ کو ایک آخری نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں چار قسم کے گورو مانے گئے ہیں۔ پہلے گورو ماتا پتا ہیں۔ دوسرے گورو استاد صاحبان۔ تیسرے گورو وہ ہیں جو دھرم کرم اور منتر جاپ وغیرہ نت نیم سکھاتے ہیں۔ اور چوتھے گورو وہ ہیں۔ جو پرماتما کا گیان سکھا کر مکتی تک پہنچاتے ہیں۔ ماتا پتا مصیبتیں سہار کر ہماری پرورش کرتے ہیں۔ ہمیں تعلیم دیتے ہیں۔ اس لیئے بہت ہی عزت کے قابل ہیں۔ اس کے بعد تمہارے استاد صاحبان گورو کے درجے کے مستحق ہیں۔ انہوں نے آپ کو تعلیم دے کر حیوان سے انسان بنایا ہے۔ اور آپکے اخلاق کو بہتر بنایا ہے۔ نیز آپ کو روزی کمانے کے قابل بنایا ہے۔ دھارمک گورو تو آپ کے اس لوک اور پرلوک میں خوشی اور پاکیزگی کیساتھ زندگی بسر کرنے کیلیئے تیار کرتے ہیں۔ گورو آپ کے لیئے دھرم کی بنیاد رکھتے ہوئے گیان حاصل کرنے کے لائق بنائینگے۔ بشرطیکہ آپ ان کی ہدایت کے مطابق نت نیم وغیرہ کا عمل باقاعدہ اور احتیاط کے ساتھ کریں گے اور چوتھے قسم کے گورو تو آپ کو گیان حاصل کرا کر ہمیشہ کے لیئے جنم مرن کے چکر سے نجات دلا دیتے ہیں۔ اسلیئے ان کی جتنی بھی عزت کی جائے تھوڑی ہے۔ سکھ منی صاحب میں ان چار قسم کے گوروؤں کو یہ نام لکھا ہے۔ وہ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں

آد گرائے نمہ جگاد گرائے نمہ — ست گورائے نمہ سری گورو دیوائے نمہ

آخر میں دلی خواہش کرتا ہوں کہ ایشور آپ کو تعلیم میں کامیاب کرے [illegible] تاکہ آئندہ زندگی [illegible] کامیاب کرے + اوم شانتی شانتی شانتی اوم ۔

خطوط گوبند

سلسلہ کے لئے دیکھیو رسالہ "اوم" ماہ جنوری ۱۹۳۹ء

شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج کے اپنے خاص پریمی وست سنگی لالہ دولت رام جی سچدیو کے نام سادھن سار خطوط !

(۶۶)

از لسبی سرہند - ریاست پٹیالہ - ۲۳ر جون ۱۹۲۵ء

پرے آتمن - اوم آنند

اپنے سہت سب کو نراکار آتما بلکہ 'سب' کا بادھ کرکے کیول ایک آتما کا مسلسل انوبھو کرنا ہی پرم اوستھا ہے - اگر یہ حالت ہر وقت نہ رہ سکے تو کبھی یہ کبھی اسکی سمرتی - اگر اسکی سمرتی بھی پوری نہ رہ سکے تو اس کا وچار ہی سہی لیکن اس سے نیچے درجہ نہیں ہونا چاہیئے - بوہار سمے تھوڑے تھوڑے وقت کے بعد اپنی حالت حقیقی کا نظارہ ہوتے رہنا چاہیئے ے

دل کے آئینہ میں ہے ہر وقت تصویر یار - جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی - !

آگے آپ سب کچھ جانتے ہیں - زیادہ حاجت تحریر نہیں - فقط -

(۶۷)

از لسبی پورانی - ۲۹ر جون ۱۹۲۵ء

پرے آتمن - اوم آنند - آپ کے دونوں پتر مل گئے - جواب حسب ذیل ہے :-

۱ :- آپ کا سروپ اکھہ اور نربان کہا گیا ہے - بلکہ نربان وغیرہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں -

۲ :- جب ناظر و منظور آپ سے جدا نہیں تو منظوری کیا اور کس سے ؟

۳ :- وید شاستروں میں کارج روپ سنسار کو است کہا گیا ہے - اور اس کے مقابلہ میں کارن پرکرتی کو ست مانا گیا ہے (لیکن پرماتما کے مقابلے میں است ہی جاننا)

دوھرا :- جو کھیلیا گورا اں سنگ ری کی گوٹ - پانچ پچیس من چار دس ست کو لائی چوٹ

۴:- آپ کے تحریر کردہ دوہرا کا مطلب یہ ہے ۔ کہ جب ستگوروں سے جو کھیلا بازی میں تمام نردیں یعنی پانچ وشئے رُوپ یا تت معہ پچیس پرکرت روپ ستھول شریر اور ستارہ تت روپ سوکشم شریر جو یہ کارج رُوپ سنسار تھا جسکو جھوٹھا اور انت کہا جاتا ہے معہ کارن رُوپ پرکرتی کے (جو تین گُن کی سامیہ اوستھا ہے۔ اسی کو مایا یا چیتن شکتی کہتے ہیں) جسکو مقابلہ کارج رُوپ سنسار کے است مانا گیا ہے ۔ سب ہاریں گئیں ۔ یعنی کارن کارج رُوپ سنسار کا لیس بھی نہ رہا ۔ ایک او شٹان رُوپ آتما ہی رہ گیا ۔ باقی کا اسکے گیان سے ابھاؤ نشچے ہو گیا ۔ اگر سات کے معنی سات لوک سمشٹی رُوپ لے لیویں اور باقی کو دلشٹی میں سمجھ لیویں ۔ تو یہ بھی بن سکتا ہے ۔ لیکن وہ دوسرا اس سے زیادہ موزوں ہے ۔ اگر بجائے "ست کو" کے "ست کی" چوٹ وہاں درج ہو ۔ تو اس کی مُراد ست وستو آتما کے انوبھوی گیان سے ہے ۔ جو بذریعہ ستگورو شروں وغیرہ سے ہو سکتا ہے

۵:- اگرچہ پراربدھ یا جیسا سمجھو اس شریر کو اپنے وقت پر دُکھ سکھ ہونا ہی ہے ۔ لیکن پھر بھی کچھ احتیاط یا علاج و پرہیز وغیرہ فرض ہی ہے ۔ مگر کرتے ہوئے اکرتا اور تمام ٹھاٹھ معہ شریر و نتیجہ کے خوابی تماشہ یا اپنا رُوپ انوبھو ہونا چاہیئے ۔ (سپن شریر اور اسکی چیشٹاؤت)

۶:- سوڈھی صاحب کشن سنگھ جی آپ کا خط دیکھکر نہایت پرسن ہوئے اور کہا کہ آئیندہ ایسے موتیوں کی مالا رُوپ الفاظوں کو بڑے دھیرج اور خوشخطی یا آہستگی اور اعلےٰ قلم سے پرویا جایا کرے ۔ آئیندہ ضرور خیال رکھیں ۔ کہ چاہے خط کیسا ہو لیکن صاف لفظ اور دھیرج سے لکھکر دوبارہ پڑھ لیا کریں ۔ کیونکہ آپ کے خط پھر آگے کئی صاحبان کو پڑھنے پڑتے ہیں ۔ آگے آپ دانا اور مالک ہیں ۔ فقط

(۶۸)

گوجرانوالہ ۔ ۲۷ جولائی ۱۹۲۵ء

پیارے تم آتما ۔ اوم آنند ۔ گیان وان کی برتی تو ہمیشہ سبھاوک لکش میں رہتی ہے ۔ بلکہ نام رُوپ بھی معہ برتی کے بنظر حقیقت لکش سے جُدا نہیں دیکھتا ۔ لکش رُوپ ہی دیکھتا ہے ۔ اور اُتم جگیاسو بھی کوشش اسی بات کی ہمیشہ رکھتا ہے ۔

آپ اپنے حالات سے مطلع کریں ۔ فقط ۔

(۶۹)

گوجرانوالہ ۔ ۱۶ر اگست ۱۹۲۵ء

پیارے آتما دولت رام جی ۔ اوم آنند

رام تو سبھاوک بغیر تت پر ہونے ابھیاس کے پرمانند سروپ ہی ہے ۔ اور سبھاوک اپنی مہماں میں بلا کسی کرتو یہ ہمیشہ استھت ہے ۔ اور سنسار کا لیس بھی سبھاوک رام کے سروپ میں ہی نہیں ۔ بلکہ سنسار صرف بانی ماتر ہے ۔ اس لئے رام کے لئے کیسا ابھیاس اور کس کا یہ سب رام کی لیلا ہی ہے ۔ جو ابھیاس کے لئے تت پر ہونا ظاہر کیا گیا ہے نیز رام تو ہمیشہ سبھاوک سچدانند انت سروپ ہے ۔ تو درشٹی اور یقین اُسکا بھی سبھاوک ایسا کیوں نہ ہوگا ۔ رام کو کون روکنے والا ہے ۔ جو اُسکو سروپ سے تنزل کر کے کہیں پھینکے ۔ جس کے لئے وہ پرشارتھ کرے ۔ کوئی جگہ ایسی یا کرنیوالا

نظر نہیں آتا۔ سب صاحبان کو ہری اوم آنند
فقط سرب کا آتما۔ گوبند آنند

(۷۰)

از گوجرانوالہ   ۴ بھادوں سمت ۸۲ بکرمی
۱۹ اگست ۱۹۲۵ء

پرم پیارے آتماں۔ اوم۔ آنند۔ ہری۔ اوم
آپ کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بے شک آپ سچے پُتر کی پدوی تو حاصل کر چکے ہیں لیکن جو پُورے لائق ہوتے ہیں۔ وہ سُپتر بن کر دکھلاتے ہیں یعنی گورو اور پتا سے اپنی حالت بڑھکر ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر قائم رکھتے ہیں۔ وہ حالت بڑھی چڑھی یہی ہے۔ کہ وچار کے بل سے سنسار سمشٹی وِشٹی کی معہ جیو ایشور بھاؤ دمن کے اس کی بیخ کنی ہو جاوے یعنی من جو واسناں کا پُتلا ہے۔ برف کی طرح یہ بڑا کار سُروپ جل میں گلت ہو کر وُہی رُوپ ہو جاوے کیونکہ درش کی کلپت بھاس بھی اسی سے ہے۔ فقط:

ॐ

گوبند پرکاش!

گوبند لہر
کنڈلئے چھند۔

رات دِنے لاگا رہے کرے برھم ابھیاس | وِشے واسنا چھوڑ دے دھار اتی ویراگ
۳۱ دھار اتی ویراگ جگت کو جھوٹھا جانے | سُپنے کا سنسار جویں تیوں اسے پچھانے
کھین واسنا ہو نیں رہے نہ من کی بات | تت گیان ابھیاس کرے جب دِن اور رات

تشریح:۔ شرتری برہم نشٹھی ست گورو کی شرن میں شردھا اور ویراگ یکت جگیاسو جب پہنچکر اُن سے تت توم اسی کا لکش ارتھ بھاگ تیاگ لکشنا پُوربک شرون کر کے مایا اودیا اُپادھیوں کو مِتھیا اور اُن کے واچیہ ارتھ اور ایشور جیو کو ادھشٹان برہم سے بھن کلپت جان کر سچدانند برہم سروپ میں ہی درڑھ نشچہ کر لیوے اور منن ندھیاسن (منن پرمان گت اور پرمیہ گت سنشے کو یکتی کے بل سے بار بار چنتن کر کے دُور کرنا) اور (ندھیاسن یعنی سنشے رہت ہو کر ادھشٹان سروپ آتما برہم میں بار بار شُدھ برتی دوارا پرواہ جاری رکھنا اور اناتم درش کی طرف برتی کو جانے سے روکنا) کے بل سے اپروکش ساکھشات کار برہم آتم سروپ کا ساکھشی بھاؤ ... حالت میں تیبر تر ویراگ کے بل سے وِشیہ واسنا کو چھوڑ کر اور

جگت کو متھیا رجوّ میں سرب وَت جان کہ یا سُپنا دی میں سپّن وَت محض پرتیتی مار جھوٹھا جان کر تت گیان منو ناش واسنا کھشے کا مسلسل ابھیاس کرے یعنی اپنے آپ کو دیہہ من بُدھی آدک کے دھرم دھرمی بھاؤ اور جگت میں پدارتھوں کے ست بھاونا کو برہم آتم درشٹی سے دُور کر کے سرب میں آپ کو پُورن دیکھنا اور من اور سنکلپ وکلپ آدک کاریہ میں آتم بھاؤ یا اگر یہ نہ رہ سکے تو اپنے سروپ سے بھن متھیا بھاؤ بنا رہے اور پدارتھوں کو پدارتھ رُوپ جان کر اُن میں پرورت نہ ہونا۔ بلکہ شریر اور اندریوں کے کاریہ وشے اور اُن کے پھل سُکھ دُکھ میں آتم برہم بھاؤ کی دھارنا درڑھ رُوپ سے بنی رہے۔ تو انہی تینوں کے اکٹھا ابھیاس ہونے پر یعنی تت گیان کے بل سے منو ناش اور منو ناش کے بل سے واسنا کھشے اور واسنا کھشے سے تو گیان کی درڑھتا کے ہو جانے پر اس کو جیون مُکتی کے ولکھن سُکھ کی پراپتی ہو سکتی ہے۔ جو سارے سادھنوں کا آخری ثمرہ ہے۔ مگر سوائے ابھیاس کے مسلسل جاری ہوئے ایسا ہونا ناممکن ہے۔

(۳۲)

بِن آتم دیکھے نہیں جدھر درشٹی جائے　　　نام رُوپ کلپت لکھے تاں سے برتی ہٹائے
تاں سے برتی ہٹائے ایک آتم ست دیکھے۔　　　ادھشٹان ہے وہی اور سب متھیا پیکھے۔
ادوّے ایک اکھنڈ برہم کو جانا ہے جن　　　وہ نہیں دیکھے اور ایک برہم آتم کے بِن

تشریح :- درڑھ برہم گیان سے جیون مُکتی کا ولکھن آنند مل سکتا ہے۔ اور اس برہم گیان میں شرون منن ندھیاسن ہی اصلی ہیتو ہیں۔ شرون منن کے بعد جہاں جہاں درشٹی جائے اپنے آتم سروپ کو ہی یتن سے برہما کار برتی کے سہارے انوبھو کرنے میں لگے رہنا اور نام رُوپ وشئی سمشٹی کو کلپت جان کر اُس سے برتی کا ہٹانا یہ گیان سے پہلے سادھن رُوپ ابھیاس ہے۔ اور گیان کے بعد سبھاؤ بھُوت ایسا پرواہ جاری رکھنا یا جاری رہنا تو گیان منو ناش واسنا کھشے رُوپ ابھیاس جیون مُکتی رُوپی پھل کا دینے والا ہے۔ اور اس اوستھا میں سرب کا بادھ کر کے کیول ادھشٹان کا چنتن بنا رہتا ہے۔ اور بے دوئی بے حصص (جو انش انشی بھاؤ سے رہت ہو نیسے) اکھنڈ پُورن رُوپ آتما برہم کے سوائے اور کہیں بھی اس اوستھا والے گیان کی درشٹی نہیں جاتی۔ جیسے دانا لہروں میں ایک واحد ذات پانی کا ہی انوبھو کرتا ہے

کھُلی چِٹھی

اوم آنند　　　اوم آنند　　　اوم آنند

پیارے آتما۔ امر کتھا (ایشیا واسیہ اُپنشد کا مشرح ترجمہ) مسلسل دو برس سے رسالہ "اوم" میں شایع ہو رہی ہے۔ اگر اس سلسلۂ مضمون کو اور آگے جاری رکھا جائے۔ تو تقریباً سوا سال اور لگیگا۔ اس مضمون کو کتابی صورت میں خریدنے کے تعلق میں کئی پریمی سجنوں کی درخواستیں پہنچ چکی ہیں اب "امر کتھا" کا بقایا دل کو منور کرنے والا دلچسپ اور قابل دید مضمون رسالہ "اوم" میں شایع نہ ہوگا۔ متلاشیان حق کے دلوں کو جلد از جلد محظوظ و مسرور کرنے کے لئے عنقریب ہی سارے کے سارے مضمون کو نہایت عمدہ صورت ولباس میں ملبوس کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو طالبان حق اس سارے کے سارے مضمون کو کتابی صورت میں خرید کرنا چاہیں وہ فوراً رقم اطلاع دیویں۔ تا کتاب ضرورت کے مطابق چھپائی جا سکے۔

آپ کا اپنا آپ :- بھاگ مل مورخہ ۱۰/۱/۳۹ مقام لانبڑہ براستہ شام چوراسی ضلع ہوشیار پور

نوٹ

رسالہ ہذا میں کُتب کے جو اشتہارات چھپے ہیں وہ تمام کتب ناظرین کیلئے نہایت مفید ہیں اور قیمت کے لحاظ سے بھی گراں نہیں بلکہ ارزاں ہیں

رسالہ اوم کے دفتر سے شائع شدہ گیان اور بھگتی پر نادر کتب

(۱) گوبند پرکاشس اُردو | مصنفہ شری سوامی گوبند انند جی مہاراج | **(۲) گوبند ولاس (ہندی)**

جس طرح شری سوامی گوبند انند جی مہاراج ستگرو والہ شید شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اسی طرح ان کی یہ ہر دو تصانیف بھی کسی اشتہار کی محتاج نہیں۔ پنجابی زبان میں اس سے زیادہ میٹھی دل میں گھر کرنے والی نظمیں اور مضامین اہل باطن اصحاب کی نظر میں کسی اور جگہ سے ملنے ناممکن ہیں۔ کتاب کو پڑھتے پڑھتے ہی دل کی حالت اور ہوتی جاتی ہے۔ یہ دو نو پستکیں ہر ایک گرہستی کے گھر میں ہونی چاہئیں قیمت اُردو گوبند پرکاش سالم کپڑے کی سنہری جلد میں ۱۲ر آنے بلا جلد دس آنے ۱۰ر اور ہندی گوبند ولاس سالم کپڑے کی سنہری جلد میں صرف چھ آنے بلا جلد چار آنے (۴ر)

رنجیت نیشاعرف مخمدانہ نقطہ نگاہ

سورگیہ شری مہاتما رنجیت رام جی مہاراج کی لاجواب تصنیف۔ آپ نے اس کتاب میں ایک مہاتما اور متلاشی کی گفتگو کی شکل میں وہ دانت کی عمیق ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں کھول کر رکھ دیا ہے۔ تھوڑی سی توجہ دینے پر ہی آتم گیان کی جھلکیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے انسان اپنے آپ کو بحر نور و سرور میں تیرتا ہوا پاتا ہے۔ قیمت سنہری جلد میں صرف ۸ر آنے بلا جلد پانچ آنے (۵ر)

آنند ساگر

شری مہاتما بھاگ مل جی سینی ہریانہ کے اُتم انوبھو دوارہ نکلے ہوئے رتن پنجابی نظم میں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آپ نے ویدانت کا سارا جوہر نکال کر قلمبند کر دیا ہے۔ قیمت صرف ۲ر آنے۔

خمخانہ خوشتر

حیدر آباد دکن کے مشہور شاعر رائے بشن سنگھ صاحب خوشتر کی منظوم تصنیف لطیف روحانیت کے رنگ میں رنگی ہوئی نظموں کو جمع کر کے اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔ اہل ذوق اصحاب کیلئے نہایت آدر کی چیز ہے۔ قیمت صرف دو آنے (۲ر)

رُوحانی اور اعلیٰ زندگی پر اپنے انداز کا نیا اور نرالا لٹریچر

از شری یت پنڈت ترل چند رجی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور

نُورِ زندگی یہ کتاب سچ مچ ہی زندگی کی روشنی ہے۔ اس میں علم ذات و برہم گیان اور زندگی کے نہایت گہرے رازوں کو اس خوبی سے کھولا گیا ہے کہ اسے پڑھتے پڑھتے ہی انسان روحانی بلندیوں کی سیر کرنے لگتا ہے۔ یہ نادر تصنیف شخصی اور مجموعی زندگی کے داخلی سوالات کا مکمل حل پیش کرکے نوع انسان کی سچی راہنمائی کرتی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب ضخامت ۳۰۲ صفحات قیمت مجلد صرف ایکروپیہ چار آنے۔

پُورن دھرم ہندوستانی زبان میں اگر کوئی کتاب گیان یوگ ٹیکسٹ بک کہلانے کی مستحق ہے۔ تو یہی ہے فلسفہ ویدانت میں اس طرز کی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔ اس میں زندگی کے ان چار بنیادی سوالات پر سائنٹفک طریق سے بحث کیگئی ہے۔ میں کون ہوں۔ (۲) یہ کیا ہے۔ (۳) یہ کیوں ہے۔ (۴) زندگی کے معنی کیا ہیں؟ مرحوم لالہ سورج نرائن صاحب مہر نے اس کتاب کی بے انداز تعریف کرتے ہوئے اسے نثر میں نظم کا درجہ دیا ہے۔ صرف اسکا مطالعہ ہی اس کی خوبیاں بتلا سکتا ہے قیمت عہ روپیہ

سرورِ ہستی اگر زندگی کے سرور آنند کے اعلیٰ رازوں کو عملی زبان میں جاننا مقصود ہو۔ تو سرورِ ہستی ایک بےبہا روحانی تحفہ ہے۔ اس میں گذشتہ اور آئندہ سے اوپر اٹھکر زمانہ حال میں ہی سچی خوشی کو پانے اور زندگی کو سپھل کرنے کا سیدھا اور قدرتی راستہ دکھلایا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ کل موجودات آئینہ دار شفاف کہلانے کا اثر رکھتا ہے مگر مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ اس کتاب کی شان اشتہار بازی کے طبقے پر بہت اونچی ہے قیمت مجلد ایکروپیہ۔

کشفِ حقیقت گیان اوتار شنکر اچاریہ کی ایک لاجواب تصنیف "اپروکش انوبھوتی" طالبان معرفت کے لئے اس کا ایک ایک شلوک چشمہ روشنی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کی تشریح اس خوبی اور کمالات سے کی ہے کہ پڑھنے والا آنکھ کھلنے ... کشفِ حقیقت در حقیقت اندرونی آنکھیں کھول کر ہاتھ کی ہتھیلی پر دھرے ہوئے پھل کی مانند برہم کا ساکشات انوبھو کرانے لگتا ہے۔ قیمت مجلد ایکروپیہ چار آنے صفحات ۳۰۴ +

چرتر وکاش کیرکٹر کی عمارت کے لئے یہ کتاب بنظیر روحانی مسالحہ مہیا کرتی ہے۔ اس میں اخلاق کی بنیاد علم ذات آتم گیان اور نفسیات پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی زمین پر ہی جیون مکتی کا آنند لینے اور سورگ راجیہ قائم کرنے کے لیے بے خطا عقلی اور عملی اصول بتلائے گئے ہیں۔ بالخصوص نوجوانوں کے لئے یہ تصنیف ایک بیش بہا روشنی ہے اور انعامات دیئے جانیکے لائق ہے۔ سنہری جلد قیمت ۱۲ آنے۔

سنیتہ پرکاش یہ کتاب کیا ہے۔ ایک ندھڑک اور دلیرانہ اعلان حقیقت ہے۔ اس میں ایک طرف جہاں لاثانی وضاحت اور سادگی کے ساتھ رموز حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں مروجہ تعصبات اور توہمات کو بھی گویا جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اس کا مطالعہ غلامانہ ذہنیت سے پوری شفا بخشتا ہوا۔ زندگی کی سچی آزادی کا لطف دیتا ہے۔ قیمت مجلد صرف ۸ آنے۔

سوراجیہ گیتا اندرونی اور بیرونی سوراجیہ کا سیدھا اور یقینی مارگ دکھلانے والی ٹیکسٹ بک۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انسان کے دماغ سے منافرت اور تعصب کے خیالات فوراً نکل جاتے ہیں اور سمجھ آجاتی ہے۔ کہ حصول سوراجیہ کے لئے کتنی محنت، آتم شکتی اور تیاگ کی ضرورت ہے۔ قیمت فی کاپی ۶ ر

دھرم سار مہاکوی ڈاکٹر رابندر ناتھ صاحب ٹیگور کے ایک بنگالی مضمون کا ترجمہ ہے جس میں مہاکوی نے دھرم کا اصلی نچوڑ ہمارے سامنے رکھدیا ہے۔ جن لوگوں نے مہرشی ٹیگور کے خیالات کبھی کسی شکل میں پڑھے یا سنے ہیں۔ وہی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ قیمت صرف تین آنے۔

یوگ نکیتی } یہ ایک بنگالی پستک "شورکت یوگ نکیتی" کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں کیلاش کی چوٹی پر شوجی نے پاربتی کو آتم گیان اور یوگ کے متعلق جو اپدیش دیا ہے۔ نہایت خوبصورت الفاظ میں درج ہے۔ یوگ اور گیان کے متعلق یہ ایک مسلمہ تن ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف چار آنے

سرل مارگ } آتم آنند حاصل کرنے کا سیدھا اور سرل مارگ کونسا ہے اور اس مارگ پر چل کر ہم کس طرح دکھوں سے بلند ہو کر اپنے سرور سے آنندت ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام رموز نہایت خوبصورتی سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف چار آنے ۴ر

خودشناسی } سوامی شنکر آچاریہ جی کی لاجواب کتاب آتم بودھ کا یہ اردو ترجمہ ہے۔ آتم گیان کو اُجل کرنے کے لیے اس کتاب سے بہتر شاید ہی کوئی پستک ہوگی۔ اہل نظر اصحاب کیلئے بڑے آدر کی چیز ہے قیمت آٹھ آنہ

شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے انمول ویدانت رتن

کلیات رام حصہ اول } شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے بزبان اردو اپنے قلم سے لکھے ہوئے روح افزا اور سرور بخش مضامین پر یہ کتاب مشتمل ہے ۴۶۴ صفحات خوبصورت مجلد قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے (عہ)

کلیات رام حصہ دوم } سوامی جی کے مکمل حالات زندگی بچپن سے لیکر سنیاس دھارن کرنے تک۔ اس کے علاوہ اس حصہ میں ڈیڑھ صد کے قریب ان کے الہ ہموری کان سے نکلے۔ رتن جمع کئے گئے ہیں اور ان کی آٹھ کے قریب فوٹو بھی اس کتاب کی زینت ہیں حجم پانصد صفحات کے قریب قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے (عہ)

کلیات رام حصہ سوم } اس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی بارہ تحریر و تقریر درج ہیں۔ ضخامت ۳۴۰ صفحات مجلد قیمت عہ

ویدانو دچن } آنجہانی شری بابا نگینہ سنگھ جی کی شہرۂ آفاق تصنیف اس میں برہم گیان کے دقیق مسائل کو نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو زمانہ حال میں ویدانت کا ایک مسلمہ رتن مانا جاتا ہے ضخامت پانچصد صفحات سے اوپر قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے (عہ)

رام برشا } جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور دیگر مہاتماؤں کے بھجن اور غزلیات ہیں۔ حجم ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ

معیار المکاشفہ } بابا نگینہ سنگھ صاحب کی دوسری شاندار تصنیف ہے۔ اس کتاب میں چھاندوگیہ اُپنشد کے چھٹے باب کی مفصل تشریح معہ نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف کتاب درج ہیں۔ حجم تقریباً دو صد صفحات قیمت ۸ آنے

رسالہ عجائب العلم } باوا صاحب کی تیسری تصنیف پہلی دو کتابوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے اس مختصر نسخہ میں ذاتِ حق کو ہستی۔ علم۔ سرور ثابت کر کے نہایت ہی موثر دلائل و سلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا ہے۔ جو سجن اسے ایک بار ہی بغور پڑھیں گے۔ وہ خود ہی اپنے تجربہ سے اس کی داد دیں گے۔ قیمت ۶ر آنے

جگجیت پرگیا } یعنی مشرح ترجمہ الیا داسیہ اپنشد عالیجناب باوا نگینہ سنگھ صاحب قیمت ۶ر آنے۔

شناستروکت اُپاسنا ہندی۔ قیمت صرف ۸ر آنے۔

آتم ساکھشاتکار کی کسوٹی ہندی قیمت صرف ۸ر آنے۔

خطوطِ رام اردو۔ قیمت صرف ۸ آنے

شری سوامی ووِیکانند جی مہاراج کی بلند پایہ تصانیف

بھگتی اور ویدانت یہ ترجمہ رائیزادہ شانتی نرائن یہ سوامی جی کے ان لیکچروں کا ترجمہ ہے کہ جو انہوں نے مختلف ممالک میں بھگتی اور ویدانت پر دیئے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

بھگتی } یہ بھی سوامی جی کے خیالات کا ہی ترجمہ ہے۔ مترجمہ ابنزادہ شانتی نرائن۔ قیمت صرف بارہ آنے۔

بھگتی یوگ } اس کتاب کو بابو شیوبرت لال جی۔ ایم اے نے اُردو کا جامہ پہنایا ہے اور سوامی جی مہاراج کے مفہوم کو نہایت خوبی سے محفوظ کیا ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸)

کرم یوگ } مترجمہ بابو شیوبرت لال جی ایم۔ اے قیمت صرف ۸ آٹھ آنے۔

راج یوگ } یہ کتاب یوگ سادھن کے شائق سجنوں کے لئے کام کی چیز ہے۔ مترجمہ بابو شیوبرت لال جی قیمت صرف ۱۲ آنے۔

یوگ کے عملی سبق } مترجمہ بابو شیوبرت لال جی ایم اے قیمت صرف آٹھ آنے (۸)

روحانی اشارے } شری سوامی رام کرشن جی پرمہنس کیطرف سے مثالیہ قصوں اور دلچسپ روایتوں کے ذریعہ حقیقت کا انکشاف ہے قیمت صرف چھ آنے

پرمپراچین دھرم گرنتھ جن کا ہر شخص کو زندگی میں پاٹھ کرنا لازمی ہے

شریمد بھاگوت:۔ دُکھ رُوپی سنسار سے پار اُترنے اور موکش پد کو پراپت کرنے کے لئے شریمد بھاگوت کے پاٹھ سے بہتر اور کوئی سادھن نہیں۔ اُردو الفاظ میں نولکشور پریس لکھنؤ کی چھپی ہوئی اور شری اگھمر دیال جیسے فاضل اجل کے قلم سے ترجمہ شدہ۔ بڑے سائز پر آٹھ صد صفحات پر مشتمل نہایت ہی خوبصورت سالم کپڑے کی مضبوط جلد میں صرف پانچ روپے میں منگوایئے۔

یوگ واشسٹ } بھگوان رام چندر جی کو ان کے قابل تعظیم گرو شری واشسٹ جی مہاراج نے جو گیان آتما اور پرماتما کے سمبندھ میں دیا ہے۔ وہ مکمل طور پر اس کتاب میں درج ہے۔ گیان کے دینے والی کوئی کتاب یوگ واشسٹ سے بہتر نہیں ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ شری سوامی دیال جی نے لفظ بہ لفظ کیا ہے۔ اور مالکان نولکشور پریس نے دو حصص میں بڑے سائز پر چھپوایا ہے۔ دونوں حصص سالم کپڑے کی ایک جلد میں۔ قیمت صرف چھ روپے ۸ آنے۔

تلسی رامائن سٹیک مکمل } مریادا پرشوتم بھگوان رام چندر جی کے لاثانی کیریکٹر کو گوسوامی تلسی داس جی نے نہایت حسن وخوبی اور پریم بھگتی سے ہندی کی زوردار نظم میں لکھا ہے۔ اس کتاب کو بابو شیوبرت لال جی ورمن نے اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اس میں گوسوامی تلسی داس جی کی سوانحعمری بھی دی گئی ہے۔ اردو زبان میں اس سے بہتر رامائن سوادھیائے کے لئے دنیا میں موجود نہیں۔ بڑا سائز قیمت خوبصورت سنہری جلد میں صرف چھ روپے

پنجگرنتھی سٹیک } اگر آپ کو روحانیت کے بحر میں غوطہ زن ہونے والے گورو صاحبان کے وچنوں کے بھید کو جاننے کا شوق ہے تو پنجگرنتھی سٹیک منگا کر پڑھیئے۔ کہ جس کا ترجمہ سنترماین بھائی دیارام جی نے کیا ہے۔ اس میں جپ جی صاحب۔ شبد ہزارہ۔ رہراس سکھمنی وغیرہ کا روحانی گیان بھی شامل ہے قیمت مجلد دو روپے ۱۲ آنے۔

دیگر مہاتماؤں کی قابل دید تصانیف

کاشف القلب } از مہاتما شہنشاہ جی نیشٹک برہمچاری اس کتاب میں دُنیا دی دُکھوں سے چھٹکارا حاصل کرکے پرم آنند اور مکتی حاصل کرنے اور پرماتما میں لین ہونے کے آسان اور سیدھے راستے بتلائے گئے ہیں۔ حق کے متلاشیوں کے لئے انمول تحفہ ہے۔ قیمت ...

بھجن کیرتن مجلد صفحات ۲۸۰ مہاتما شہنشاہ جی مہاراج قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

چوراسی چھیدن ستوتر ہندی قیمت ۱ر

چوراسی چھیدن اُردو ۱ر

من کی کنجی مصنفہ شہنشاہ جی مہاراج ہندی مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنے

یوگ وشسٹ } مہرشی بابو شیوبرت لال جی ایم۔اے نے اصلی گرنتھ کے تمام قصے کہانی اور معنی خیز مطالبات کے انتہائی دلچسپ روحانی قلم اختصار سے بوضاحت درج کئے ہیں۔ پونے چار سو صفحات کی طویل و ضخیم کتاب لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے قیمت دو روپے۔

روحانی گلدستہ } یہ نہایت مفید کتاب ہے جو کہ رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی۔اے کی تصنیف کردہ ہے۔ ہر ایک گرہستی کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۴ر آنے

خوش نصیب دوست } بھگوان کرشن چندر اور بھگت سداما کی سچی دوستی کے نظارے عجیب انداز سے دکھلائے گئے ہیں۔ فوٹو بلاک دیدہ زیب۔ قیمت ۱۲ر آنے۔

کامیابی کی کنجی از بابو شیوبرت لال ورمن ایم اے قیمت ۴ر

پریم کہانیاں } اس میں بچوں کے لیے نصیحت آموز کہانیاں درج ہیں۔ قیمت صرف ۵ر آنے۔

اناسکتی یوگ مہاتما گاندھی } اس میں مہاتما گاندھی جی نے شریمد بھگوت گیتا کی بے نظیر تشریح کی ہے۔ قیمت صرف ۶ر آنے

قدرتی طریق علاج } جرمنی کے مشہور ماہر معالج و خادم خلق مسٹر اڈولف جسٹ کی بہترین تصنیف "ریٹرن ٹو نیچر" کا بہترین ترجمہ جو کہ گوجرانوالہ کے مشہور فاضل وکیل سردار بھاگ سنگھ جی نے مصنف کی اجازت سے نہایت محنت سے کیا ہے۔ ایک جلد منگوا کر اپنی جسمانی اور روحانی بہتری کے اسباب دیکھئے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

بھگت سورداس } بھگتوں کے سرتاج سوامی سورداس جی کے حالات زندگی۔ قیمت چار آنے

کبیر بھگت اور ان کی تعلیم } یہ کتاب بابو شیوبرت لال ورمن کی تصنیف ہے کبیر صاحب کے حالات زندگی اور انکی تعلیم کا اصل مفہوم [illegible] قیمت [illegible]

آنند الیشوری گیتا } سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے سیوک سوامی آنند تیرتھ جی کی تصنیف لطیف دو حصص ہیں۔ یہ شریمد بھگوت گیتا کی شرح ہے۔ لیکن ایسے ڈھنگ اور پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ کہ گیتا گیان امرت کی ہر ایک رمز نہایت آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ ضخامت ہر دو حصص ۴۹۰ صفحات قیمت دو روپے۔ ایک حصہ ایک روپیہ میں بھی مل سکتا ہے۔

ہری کیرتن } شری مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر ویدانت کیسری جالندھر کی تالیف ہے۔ تمام کی تمام منظوم اور ایک ایک بھجن اور نظم میں اتنا سرور اور کیفیت کہ پڑھتے پڑھتے ہی انسان کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب چھ حصص پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ہری مہما کے بھجن۔ حصہ دوم ہری پریم کے بھجن۔ حصہ سوم ... کے بھجن۔ حصہ چہارم من کے چتاونے کے بھجن۔ حصہ پنجم میں ویراگ کے بھجن۔ حصہ ششم میں گیان کے بھجن ہیں۔ ان کے تمام بھجن سنت اور مہاپرشوں کی بانیاں ہیں۔ اردو زبان میں ایسا سنگرہ نایاب ہے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ نہایت خوبصورت ضخامت ۲۱۰ صفحات۔ قیمت ۱۲ر آنے۔

ہندی ہری کیرتن قیمت ۱۲ر آنے۔

روحانی کہانیاں } مؤلف چراغ ہدایت از پنڈت وشنو دت جی سیالکوٹی۔ ۲۲۴ صفحات قیمت ۱۲ر آنے

کبیر بھجناولی } کبیر صاحب کے چیدہ اور منوہر بھجنوں کا گلدستہ ہے۔ از بابو شیوبرت لال جی ورمن قیمت ۱۰ر آنے۔

پریم ترنگ } دو حصوں میں ہر ایک مذاہب کی کتب مقدسہ کا نچوڑ مصنفہ لالہ کانشی رام صاحب قیمت ایک روپیہ

بھگوت گیتا } مصنفہ شوناتھ رائے جی لٹکین اردو زبان میں قیمت صرف ۱۲ر آنے

نسیم عرفان یا انگریزی } شریمد بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ بینیٹی بشیشور پرشاد لکھنوی قیمت دو روپے ۴ قیمت ۴ر

منشی سورج نرائن صاحب مہر کی قابل دید تصانیف

چہل درویش قیمت صرف تین روپے۔ روحانی کہانیاں قیمت صرف دو روپے (عہ) گیان کتھائیں قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) یوگ وششٹ سار قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) سچ درشٹی قیمت ایک روپیہ ۸ر وچار ساگر۔ ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) ویدانت سار قیمت ایک روپیہ (عہ) جیون مکتی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) عام فہم ویدانت قیمت صرف آٹھ آنے (۸ر)۔ کلام مہر جلد اول ایک روپیہ (عہ) کلام مہر جلد دوم قیمت صرف آٹھ آنے۔ رامائن مہر قیمت صرف ایک روپیہ ۴ آنے (عہ) مہر بھجناولی قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ) بھجن مالا قیمت ۸ر آنے۔ بھگتی یوگ قیمت صرف ۸ آنے۔ غزلیات مہر قیمت آٹھ آنے

سوامی منتر سین جی مہاراج کی تصانیف لطیف

آنند ہندی زبان میں۔ قیمت صرف چار آنے (۴ر)

ایشا واسیہ اپنشد شنکر بھاشیہ سہت۔ مترجمہ ڈاکٹر لودھراج چوپڑہ ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ جی قیمت ۸ر آنے۔

چھاندگیہ اپنشد۔ حصہ اول۔ یگیوں کی ودھی۔ سرشٹی کی اُتپتی برہم ودیا کا سو کھشم وچار بالتفصیل صراحت۔ قیمت ۶ر

چھاندگیہ اپنشد حصہ دوم۔ نارد اور سنت کمار کے سمواد روپ کتھا کے ذریعہ آتم اُپاسنا اور برہم ودیا کا ورنن ہے قیمت ۶ر آنے

یوگ درشنم۔ دنیاوی دکھوں اور بندھنوں سے آزاد کر کے پرم سکھ اور موکش کی سدھی پراپت کرنا قیمت ۶ر آنے۔

سانکھیہ درشنم۔ شنکر بھاشیہ کے آدھار پر ٹیکا سہت اس میں سرشٹی کی اُتپتی کے کرم وستار پُروک ورنن قیمت صرف ۶ر آنے۔

شریمد بھاگوت گیارھواں اسکندھ۔ پرم بھگت سکھا اُودھو کو بھگوان کرشن کا گیان اُپدیش قیمت صرف ۶ آنے

ہندی بھاشا میں گیان پتھ پر چلانیوالی انمول پستکیں

۱۔ لکشمنی صاحب پاٹک اردو ضخامت ۶۴۶ قیمت صرف ایک روپیہ

۲۔ جپ جی صاحب وشتد ہزارے اردو معہ جیون پرکاش گورونانک نرنکاری } مصنفہ ماسٹر بہاری لال صاحب قیمت ۶ر

۳۔ ہندی یوگ وششٹ نولکشور پریس۔ قیمت نو روپے

۴۔ سکھ ساگر۔ شریمد بھاگوت کا ہندی انواد۔ چار روپے

۵۔ گوبند بلاس ہندی۔ مصنفہ شری سوامی گوبند انند جی مہاراج شش یہ شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج مجلد ۱۰ر بلا جلد ۸ر

۶۔ ہری کیرتن۔ تصنیف مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر رسالہ ویدانت کیسری ہری مہما کے بھجنوں کا سنگرہ ہے قیمت ۱۲ر

۷۔ شریمد بھگوت گیتا۔ شری شنکر بھاشا بھاشیہ سرل ہندی انواد میں آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔ ۹۱۵ صفحات تین سہ رنگی تصاویر۔ قیمت مجلد صرف دو روپے بارہ آنے۔

۸۔ گیتا معمولی بھاشا ٹیکا ہندی۔ نہایت سستی حجم ۳۵۲ صفحات۔ قیمت صرف ڈھائی آنے۔

۹۔ ایشا واسیہ اپنشد۔ ترجمہ معہ شنکر بھاشیہ۔ بالتصویر۔ ضخامت ۵۰ صفحات۔ قیمت ۲ آنے۔

۱۰۔ کین اپنشد۔ ترجمہ معہ بھاشیہ۔ بالتصویر ضخامت ۱۴۶ صفحات۔ قیمت آٹھ آنے (۸ر)

۱۱۔ کٹھ اپنشد۔ ترجمہ معہ شنکر بھاشیہ بالتصویر ضخامت ۱۷۲ صفحات قیمت صرف نو آنے (۹ر)

۱۲۔ منڈک اپنشد۔ ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ بالتصویر ضخامت ۱۴۲ صفحات قیمت صرف سات آنے۔

۱۳۔ ایتریے اپنشد:۔ ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ ضخامت ۴۰ صفحات بالتصویر قیمت چھ آنے۔

۱۴۔ پرشن اپنشد۔ ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ بالتصویر۔ ضخامت ۱۳۰ صفحات قیمت سات آنے۔

۱۵۔ تیتریہ اپنشد۔ ترجمہ بمعہ شنکر بھاشیہ بالتصویر۔ ضخامت ۲۵۴ صفحات قیمت ۱۳ ار (تیرہ آنے)۔

۱۶۔ وشنو پوران سٹیک۔ بالتصویر۔ مجلد قیمت دو روپیہ آٹھ آنے۔

۱۷۔ ادھیاتم رامائن۔ مجلد قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

۱۸۔ پریم لوگ۔ قیمت سوا روپیہ (عہ)

۱۹ شری تکا رام چرتر۔ قیمت ایک روپیہ تین آنہ۔

۲۰۔ بھاگوت رتن پرہلاد۔ بمعہ آٹھ رنگین تصاویر اور یک رنگے خوبصورت فوٹو صفحات ۲۴۰ قیمت ایک روپیہ

۲۱۔ ونے پتر کا سٹیک۔ سرل ہندی چھ تصاویر۔ مصنفہ شری ہنومان پرشاد جی قیمت ایک روپیہ۔

۲۲۔ گیتاولی سٹیک۔ قیمت ایک روپیہ۔

۲۳۔ مُوکھشو سر دس سار۔ بھاشیہ ارتھ۔ ضخامت ۴۱۲۔ ۱۳ آنے

۲۴۔ شری چیتنیہ چرتر اولی۔ قیمت چودہ آنے۔

۲۵۔ تتو چنتامنی خورد۔ قیمت ۵ آنے۔

۲۶۔ تتو چنتامنی۔ کلاں حصہ اول بالتصویر اس کے منن سے دھرم میں شردھا۔ بھگوت پریم۔ ست دیوہار اور شانتی پراپت ہوتی ہے صفحات ۳۵۰۔ قیمت دس آنے۔

۲۷۔ تتو چنتامنی۔ حصہ دوم۔ بالتصویر اس میں لوک اور پرلوک کے سکھ سادھن کا مارگ بتانے والے سندر سندر مضامین کا مجموعہ ہے۔ ۶۳۲ صفحات قیمت ۱۴ آنے مجلد ایک روپیہ ۲ ر

۲۸۔ تتو چنتامنی حصہ دوم خورد۔ چھوٹا سائیز بالتصویر۔ قیمت صرف ۶ آنے۔ مجلد آٹھ آنے۔

۲۹۔ پوجا کے پھول قیمت ۱۲ ر آنے

۳۰۔ شریمد بھاگوت ایکادش سکندھ۔ نہایت اپڈیشن دائیک بالتصویر۔ ہندی ترجمہ۔ صفحات ۴۲۰ قیمت ۱۲ ر

۳۱۔ دلیورشتی نارو۔ دو رنگین تین سادہ تصاویر۔ ضخامت ۲۴۰ صفحات خوبصورت ٹائپ قیمت ۱۲ ار

۳۲۔ شرناگت رہسیہ بالتصویر۔ ضخامت ۳۰۶ صفحات قیمت صرف گیارہ آنے (۱۱ ر)

۳۳۔ وشنو سہسر نام شنکر بھاشیہ۔ قیمت دس آنے۔

۳۴۔ آنند مارگ۔ بالتصویر۔ صفحات ۳۲۴ قیمت ۹ آنے

۳۵۔ شرُتی رتناولی۔ مصنفہ بھولے باباجی شرتی اور ارتھ ساتھ ساتھ۔ صفحات ۲۴۸ قیمت صرف ۸ ر آنے

۳۶۔ ستوتر رتناولی۔ ہندی ترجمہ بالتصویر قیمت آٹھ آنے ۸ ر

۳۷۔ دن چریہ۔ قیمت صرف ۸ آنے۔

۳۸۔ تلسی دل۔ قیمت صرف ۸ ر آنے

۳۹۔ نے ویدیہ۔ قیمت صرف ۸ ر آنے۔

۴۰۔ دو وبکیہ چوڑامنی۔ بھاشا بھاشیہ بالتصویر قیمت ۵ ر

۴۱۔ شری رام کرشن پرہنس۔ قیمت صرف ۷ ر آنے

۴۲۔ بھگت بھارتی۔ بمعہ سات تصاویر قیمت سات آنے۔

۴۳۔ دہوپ دیپ۔ قیمت صرف سات آنے ۷ ر

۴۴۔ تتو وچار۔ قیمت چھ آنے (۶) ر

۴۵۔ اپنشدوں کے چودہ رتن۔ مجلد قیمت ۶ آنے۔

۴۶۔ پریم درشن۔ نارد بھکتی سوتر مفصل ٹیکا قیمت ۵ ر آنے

۴۷۔ گیتا میں بھکتی لوگ۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۴۸۔ بھگت بالک۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۴۹۔ بھگت ناری۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۵۰۔ بھگت پنچ رتن۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۵۱۔ آدرش بھگت۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۵۲۔ بھگت سپت رتن۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۵۳۔ بھگت چندر کا۔ سات تصاویر قیمت ۵ آنے۔

۵۴۔ بھگت کسم۔ قیمت صرف پانچ آنے (۵ ر)

۵۵۔ پریمی بھگت۔ چھ تصاویر والی قیمت صرف ۵ آنے

۵۶ - یورپ کی بھگت استریاں - تین تصاویر - قیمت ۴ آنے۔
۵۷ - برج کی جھانکی - قیمت صرف ۴ر آنے۔
۵۸ - بدری کیدار کی جھانکی - قیمت صرف ۴ر آنے۔
۵۹ - پرمارتھ پترادلی - قیمت ۴ر آنے۔
۶۰ - گیان یوگ - قیمت صرف ۴ر آنے۔
۶۱ - کلیان کنج - بالتصویر - قیمت صرف ۴ر آنے۔
۶۲ - پرلوودھ سدھاکر - بالتصویر قیمت صرف ۴ر
۶۳ - مانو دھرم - قیمت صرف ۳ر آنے۔
۶۴ - سادھن تیتھ - بالتصویر قیمت اڑھائی آنے ۲؍
۶۵ - اپدیکش اتو بھوتی - بالتصویر صرف ۲ر آنے۔
۶۶ - منتر مالا - قیمت صرف اڑھائی آنے ۲؍
۶۷ - بھجن سنگرہ - پانچ جلدوں میں الگ الگ قیمت فی جلد ۲ر
۶۸ - استری دھرم پرشنوتری - سوال وجواب قیمت ۱ر آنہ
۶۹ - پریاگ مہاتم - قیمت صرف ۲ر آنے۔
۷۰ - ست شلوکی سٹیک - قیمت صرف ۲ آنے۔
۷۱ - چترکوٹ کی جھانکی - قیمت صرف ۱ر آنہ
۷۲ - گوپی پریم - قیمت صرف ۱ر آنہ۔
۷۳ - منوسمرتی - دوسرا ادھیائے ارتھ سہت قیمت صرف ۱ر
۷۴ - ہنومان باہک - قیمت صرف ۱ر آنہ۔
۷۵ - ایشور - قیمت صرف ۱ر
۷۶ - مول رامائن - قیمت صرف ۱ر
۷۷ - آنند کی لہریں - بالتصویر قیمت صرف ایک آنہ۔
۷۸ - شری گوبند دامودر ستوتر - قیمت صرف ایک آنہ۔
۷۹ - پریم بھگتی پرکاش - قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۰ - پرہم چرچہ - قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۱ - سماج سدھار - قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۲ - ایک سنت کا انوبھو - قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۳ - آچاریہ کے سدا اپدیش - قیمت صرف ایک آنہ

۸۴ - سیت جبابرت - قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۵ - ورتمان شکھشا - قیمت صرف ایک آنہ۔
۸۶ - سچا سکھ اور اسکی پراپتی کا اپائے - قیمت صرف ایک آنہ
۸۷ - بھگوت استتی سنگرہ - قیمت ڈور وپے چار آنے۔
۸۸ - شری کرشن لیلا - قیمت ڈور وپے ۸ آنے۔
۸۹ - آدرش بھراتری پریم - قیمت صرف ۲ آنے۔
۹۰ - بال شکھشا - قیمت صرف ایک آنہ۔
۹۱ - شری رکمیانا درشن - قیمت تین پیسے ۳؍
۹۲ - شری رام گیتا - قیمت تین پیسے ۳؍
۹۳ - وشنو سہسر نام مول - قیمت تین پیسے ۳؍
۹۴ - ہرے رام بھجن - قیمت تین پیسے ۳؍
۹۵ - سیتارام بھجن - قیمت دو پیسے ۲؍
۹۶ - بھگوان کیا ہیں - قیمت دو پیسے ۲؍
۹۷ - گیتوکت سانکھیہ یوگ اور نشکام کرم یوگ قیمت ۲؍
۹۸ - سیوا کے منتر - قیمت صرف ۲ر دو پیسے۔
۹۹ - پرشنوتری - قیمت صرف دو ۲ر پیسے
۱۰۰ - سندھیا - قیمت صرف دو پیسے ۲؍
۱۰۱ - بلی ویشنو دیو ودھی - قیمت صرف دو پیسے ۲؍
۱۰۲ - ستیہ کی شرن سے مکتی - قیمت صرف دو پیسے ۲؍
۱۰۳ - بھگوت پراپتی کے دو وِدھ اپائے - قیمت صرف دو پیسے ۲؍
۱۰۴ - وپاپار سدھار کی آوشکتا - قیمت دو پیسے ۲؍
۱۰۵ - پاتنجل یوگ درشن مول - قیمت ایک پیسہ۔
۱۰۶ - دھرم کیا ہے - قیمت ایک پیسہ۔
۱۰۷ - دِویہ سندیش - قیمت ایک پیسہ
۱۰۸ - کلیان بھاونا - قیمت ایک پیسہ
۱۰۹ - شری ہری سنکیرتن دھن - ایک پیسہ
۱۱۰ - گیتا دوسرا ادھیائے - قیمت ایک پیسہ۔
۱۱۱ - نارد بھگتی سوتر - قیمت ایک پیسہ۔

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ اوم امر ناتھ پشپ والا چوک دھنی کھوئی لاہور

Tribune Dated 6th June, 1937.

THE "BHAKTI ANK"

It is a pleasure to go through the Special Number of the High Class Spiritual Magazine "Om" namely "BHAKTI ANK" edited by L. Gorakh Nath Nanda. It is really a collection of moral, spiritual and philosophical thoughts of various seekers after truth. The book is without doubt a treasure of spiritual experiences realised by teachers of different schools of thought. In this age of materialism and external Pomp and Show it diverts one's attention to the mysterious depths of Spiritual Reality and brings one face to face with the Noumenon—The thing in itself—as distinguished from the Phenomenon. The book is very nicely bound and is priced at Rs. 1. 8

Editor.

کدورت کب جگہ پاتی ہے دل میں صاف طینت کے
نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

(امیر مینائیؒ)

رسالہ اوم بابت ماہ مئی ۱۹۳۹ء

کتابت رسالہ ہذا:- ہربنس لعل ساہنی لاہور

اغراض و مقاصد

(۱) زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا (۲) بھگتوں۔ یوگیوں۔ گیانیوں اور دوسرے مہاپرشوں کے ابھارنے والی زندگیوں کے مؤثر حالات پیش کرنا (۳) عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔ (۴) ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات پیش کرنا۔ (۵) تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

قواعد و ضوابط

۱:- یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کے ہفتہ اوّل میں شائع ہوتا ہے۔

۲:- اہل قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس کے ادبی و روحانی معیار پر پورے اتریں۔

۳:- اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ ۱۰ تاریخ تک چھٹی لکھکر پرچہ طلب کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد تعمیل نہ ہوگی۔

۴:- خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔

۵:- منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط حروف میں لکھنا چاہیئے۔ تاکہ رقم درست طور پر اصحاب متعلقہ کے حساب میں جمع ہو سکے۔

۶:- تمام منی آرڈر دفتر ہذا کے بینکرز میسرز سٹی بنک لمیٹڈ لاہور وصول کرتے ہیں۔ اسلئے سٹی بنک کے منیجر صاحب کے دستخطوں کی رسید ٹھیک سمجھنی چاہیئے۔

ضروری التماس

جن اصحاب کی خدمت میں کسی سجن کی سفارش پر یا انہیں دھرم پریمی خیال کر کے یا اُن کی اپنی درخواست پر پرچہ ہذا بطور نمونہ ارسال ہوتا ہے۔ ان کا اخلاقی فرض ہے کہ پرچہ کے مطالعہ کے بعد وہ اپنی خریداری کی منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں۔ کیونکہ جہاں ہم نے اُن کی دھارمک جذبات کی توقع پر انکے شبھ نام پر پرچہ مفت ارسال کرنے میں تامل نہیں کیا۔ اور چار پانچ آنے کا خرچ برداشت کیا ہے۔ وہاں ہم اُن کی طرف سے تین پیسے کے جواب کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہ پرچہ کوئی بیوپارک پرچہ نہیں۔ روپیہ کمانے کی غرض سے جاری نہیں ہوا۔ بلکہ روحانی خیالات کے مشن کو لے کر جاری ہوا ہے۔ اسلئے یہ سب کا ہے۔ اور سب کے لئے ہے۔ اور سبھی کو اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسے بلند پایہ اور ہر لحاظ سے بہتر پرچہ کی ہر ایک سجن کو خود بھی خریداری کرنی چاہیئے۔ اور دیگر دوستوں کو بھی اس کا خریدار بنانا چاہیئے۔

سالانہ چندہ سوا تین روپے — فی پرچہ ۴/

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ایڈیٹر گورکھ ناتھ نندہ

معاون خصوصی پنڈت نرمل چندر جی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور

بابت ماہ مئی ۱۹۳۹ء

ممالک غیر سے ۱۲/۳ روپے

فہرست مضامین

شانتی انک کے متعلق دیگر اخبارات کی رائے

روزانہ **ملاپ** لاہور:۔ روحانی رسالوں کے سرتاج اور مقبول عام رسالہ "ادم" لاہور نے گذشتہ چند سالوں میں جو مقبولیت حاصل کی ہے۔ وہ قابل رشک ہے۔ روحانی غذا کے لئے اس رسالہ میں بہترین لٹریچر دیا جاتا ہے۔ وہ اصحاب جو روحانیت سے مس رکھتے ہیں۔ اس بہترین رسالہ کا مطالعہ ضرور کریں۔ انکے لئے اس میں بہترین غذا مہیا کی گئی ہے۔ علم سنسکرت کی برکات سے محروم لوگوں کے واسطے یہ رسالہ بیش قیمت اور اعلےٰ درجہ کا روحانی لٹریچر عام فہم اردو زبان میں دے رہا ہے۔ اس کا ایک خاص سالانہ نمبر "شانتی انک" شائع ہو چکا ہے۔ اس انک میں کئی گرانقدر شخصیتوں اور مہاتماؤں کے مضمون شائع ہوئے ہیں۔ یہ ہر پہلو میں نہایت ہی دلکش اور ہر دلعزیز ثابت ہوا ہے۔ حجم ۳۰×۲۰/۸ سائز پر ۲۲۸ صفحات کاغذ لکھائی چھپائی سب کچھ نہایت اعلےٰ۔ روحانیت کا شوق رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ ایک تحفہ ہے۔ یہ نمبر ہر پہلو میں اپنی نظیر آپ ہے۔ بیسیوں سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر سے مزین ہے۔ فی جلد کی قیمت دو روپے۔ مجلد دو روپیہ چھ آنہ۔ لیکن اس ماہ میں "ادم" کے خریدار بننے والوں کو مفت ملے گا۔ رسالہ ادم کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنہ مینیجر رسالہ ادم مندر لالہ نہال چند لوہار منڈی لاہور کو ارسال کر کے اس انک کو حاصل کریں۔

روزانہ **پرتاپ** لاہور:۔ رسالہ 'ادم' لاہور اب کسی تعارف کا محتاج نہیں کیونکہ اسنے چند سالوں میں حیرت انگیز ترقی کر لی ہے دھارمک نقطہ خیال سے یہ بہترین رسالہ ہے۔ اس میں عالمگیر سچائیوں سے تعلق رکھنے والے مضامین درج ہوتے ہیں جو بہترین روحانی غذا کے خواہشمند ہیں۔ ان لوگوں کو اس پرچے سے ضرور لابھ اٹھانا چاہیئے۔ علم سنسکرت کی عالی برکات سے محروم لوگوں کے واسطے یہ رسالہ بیش قیمت اور اعلیٰ درجہ کا روحانی لٹریچر اردو زبان میں دے رہا ہے۔ اس نے سالانہ نمبر گیان انک، بھگتی انک، اور کرم یوگی انک شائع کئے جو مقبول عام ہوئے۔ اب یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو شائع شدہ شانتی انک ایک بےنظیر تحفہ ہے۔ یہ انک حقیقتاً روحانیت اور معرفت کا سرچشمہ ہے۔ اور دلکش مضامین سے بھرپور ہے۔ جو کہ وسیع نظر لوگوں کے لئے نہایت کام کی چیز ہے۔ اس کی ضخامت ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر سے مزین۔ فی کاپی کی قیمت دو روپیہ ۲/۔ لیکن ادم کے خریداران کو مفت دیا جاتا ہے۔

روزانہ **ویر بھارت** لاہور:۔ مشہور رسالہ 'ادم' اپنے سوشل مضامین کی وجہ سے سوشل حلقوں میں بہت مقبول ہو چکا ہے۔ حال ہی میں رسالہ ہذا نے اپنا شانتی انک شائع کیا ہے۔ اس انک کے مضامین اسقدر اعلیٰ پایہ کے ہیں۔ کہ نہ صرف وہ عوام کے لئے دلچسپی کا باعث ہیں۔ بلکہ ان کے پڑھنے سے معلومات میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ اس نمبر کا سہ رنگا ٹائیٹل پیج اور تصاویر نہایت دیدہ زیب ہیں۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی کے لحاظ سے بھی یہ نمبر نہایت ہی کامیاب ہے۔ حجم ۲۲۸ صفحات۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف دو روپے ہے۔ ہم ایسے کامیاب اور شاندار نمبر پر منتظمان رسالہ ادم کو مبارک پیش کرتے ہیں۔ ضرورتمند اصحاب ذیل کے پتہ سے منگوائیں۔ مینیجر رسالہ ادم۔ لوہار منڈی لاہور

جاگرت لائلپور:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رسالہ ادم لاہور کے 'شانتی انک' کا تعارف ہمیں اپنے ناظرین سے کراتے ہوئے دلی مسرت ہوتی ہے۔ اس رسالہ کو آج سے چند سال پیشتر مشہور گیانی لالہ کپت رائے جی نندہ نے روحانیت

کے پرچار کے لئے جاری کیا تھا۔ ان کی کوششوں کے نتیجہ کے طور پر تھوڑے ہی عرصہ میں روحانی میدان میں اس نے خاص پوزیشن حاصل کر لی۔ اِن کی مرتیو کے بعد اس کا چارج شری بیت گورکھ ناتھ جی نندہ نے سنبھالا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے بھی اسکی شان کو پورے طور پر برقرار رکھا ہے۔ مارچ کے پہلے ہفتہ میں اس کا سالانہ نمبر شانتی انک کی صورت میں شائع کیا ہے اس کے تین حصے ہیں۔ پہلے میں روحانیت۔ شانتی کے متعلق اعلےٰ پایہ کے مضامین ہیں۔ دوسرے میں ان مہنتوں۔ مہاتماؤں کے جیون چرتر درج کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے پورن شانتی کو پراپت کر لیا تھا تیسرے میں مہابھارت کے شانتی پرب کا ترجمہ درج ہے۔ اس کے مضامین درحقیقت آتما کو شانتی پہنچانے والے ہیں۔ روحانیت کے متلاشیوں کو اس نمبر کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کئی سہ رنگی اور یک رنگی تصاویر شریک اشاعت ہیں۔ چھپوائی۔ لکھوائی۔ کاغذ بھی عمدہ ہے۔ غرضیکہ نمبر ہر پہلو سے کامیاب ہے۔ جس کے لئے ہم اس کے قابل سمپادک شری بیت نندہ جی کی سیوا میں دلی مبارک عرض کرتے ہیں۔ اور اردو خوانده پبلک کو اس رسالہ کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔ سالانہ چندہ ۳/۴ روپے ہے۔ مگر اس نمبر کی قیمت دو روپیہ ہے۔

آنند لاہور:- روحانی دنیا کے واحد اردو رسالہ اوم' نے اس سال اپنا سالانہ نمبر شانتی انک کے نام سے شائع کیا ہے یہ نمبر نہایت ہی شاندار اور دیدہ زیب سہ رنگی و یک رنگی تصویروں سے مزین ہے۔ کاغذ بڑھیا اور لکھوائی چھپوائی عمدہ ہے تین صد سے زائد صفحات ہیں۔ نمبر کو تین حصوں میں بانٹا ہوا ہے۔ مہابھارت کے شانتی پرب کا مکمل اور سُندر ترجمہ اسمیں دیا گیا ہے۔ ایک حصے میں شانتی کے دلدادہ اور پریمی بھگتوں کے جیون چرتر درج ہیں۔ شعرا باکمال کی پھڑکتی ہوئی نظمیں دی گئی ہیں۔ شری ۱۰۸ سوامی شوانند جی سرسوتی اور پروفیسر نرمل چند جی کے مضمون خاص کشش رکھتے ہیں۔ دھارمک دنیا کے لئے اعلےٰ چیز ہے۔ ہم اسکے لئے لالہ گورکھ ناتھ جی نندہ کو وِدھائی دیتے ہیں۔ اس نمبر کی قیمت دو روپیہ ہے۔ مگر خریداران کو سالانہ چندہ تین روپے چار آنہ ادا کرنے پر مندرجہ ذیل پتہ پر مفت دیا جاتا ہے:- منیجر رسالہ اوم لوہارمنڈی لاہور

Monday Morning

The Shanti Number of Risala 'OM' is Beautifully printed and Contains many Excellent pictures. The articles are first Rate and very Interesting. The public has appreciated it very much indeed.

ہمدرد دیش جالندھر:- رسالہ اوم' کا "شانتی انک"۔ یوں تو ہمارے اردو رسالہ 'اوم' کا ہر انک ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ مگر اب کے اسنے جو انک "شانتی انک" کے نام سے نکالا ہے۔ وہ سابقہ انکوں سے نمبر لے گیا ہے حجم لکھائی چھپوائی اور کاغذ کی عمدگی کے لحاظ سے دو روپیہ قیمت کم رکھی گئی ہے۔ اس میں روحانی مضامین کے علاوہ سہ رنگی و یک رنگی متعدد تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ سوامی شوانند اور پروفیسر نرمل چندر کے مضامین خاص طور پر قابل دید ہیں۔ دھارمک و روحانی دنیا کے لئے ایک بے بہا تحفہ ہے۔ مہابھارت کے شانتی پرب کو مکمل طور پر دیکر شانتی کے پریمیوں کے لئے پڑھنے کے قابل بنا دیا ہے۔ شائقین سالانہ چندہ تین روپے ۴ آنہ ادا کر کے اس انک کو مفت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ خط و کتابت کے لئے:-

منیجر رسالہ اوم ... لوہار منڈی لاہور

خودی اور معرفت

جو شخص معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسکو اپنی انانیت اور خودی کو ترک کرنا لازمی ہے۔ خودی کے ہوتے ہوئے اصل گیان یعنی خود شناسی نہیں ہو سکتی جب خودی بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ تب ہی پُر جلال معرفت حقیقی معلوم ہو سکتی ہے۔ جب تک اپنے شہوات نفسانی تعصبات اور خیالات کو ترک نہیں کیا جاتا۔ معرفت میں داخل ہونا محال ہے۔ جب تک انسان خودی میں محو رہتا ہے معرفت سے دُور رہتا ہے۔ وہ ذات جو سب سے اوّل اور سب سے آخر قائم ہے۔ اور جو عین ہستی و علم و سرور ہے قائم بذاتِ خود ہے۔ اس کا گیان خودی کو چھوڑ کر ہی سکتا ہے۔ دُنیاوی خواہشات، محدود خیالات اور تعصّبات کو ترک کر کے ہی معرفت حقیقی حاصل ہو سکتی ہے۔ خودی کا ترک کرنا صرف بیرونی چیزوں کا ترک کرنا نہیں ہے۔ بلکہ طبیعت میں سے خود بینی کا میل ہی دُور ہو جائے۔ دھن، دولت کی خواہش پیدا ہی نہ ہو نفس پرستی سے خود بخود ہی نفرت ہو جائے۔ ہر قسم کا کینہ جھگڑا۔ بُرائی۔ خود پسندی دل سے نکل جائے۔ اور ان کی جگہ شرافت، نیک نیتی اور صاف باطنی ظاہر ہو۔ خودی ایک قید خانہ ہے۔ جو روح کو ہمیشہ قید میں رکھ سکتا ہے۔ خودی میں پھنسا ہوا انسان اپنا دشمن آپ ہی ہے۔ خودی سے آزاد منش کا کوئی دشمن نہیں رہتا۔ اس کے سب ہی مِتر ہوتے ہیں وہ انسانی اغراض سے بالاتر رہتا ہے۔ اپنے شاریرک آرام و آسائش کو دوسروں کے دُکھ دُور کرنے کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ وُہ تمام حیوانی جذبوں پر غالب ہوتا ہے۔ اور رُوحانی طاقت کو حاصل کرتا ہے۔ جو شخص اپنی اندرونی قوتوں پر ایسا کامل طور پر قابض ہو گیا ہے۔ کہ بڑے سے بڑا صدمہ بھی اُس کو ایک لمحہ کے لئے اس کی جائے سکون سے نہیں گرا سکتا۔ اس میں تمام قدرتی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ دُنیا کے کام کرتا ہے لیکن بے غرضانہ وہ کرم کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اکرمی سمجھتا ہے۔ اسلئے وہ کرم کے چکّر میں نہیں پھنستا۔ جیسے سُورج روشنی دیتا ہے۔ مینہ پانی برساتا ہے۔ لیکن سوُرج یا میگھ منڈل یہ کسی سے نہیں کہنے جاتے کہ یہ کام ہم کر رہے ہیں۔ اور وہ محیط کُل ہستی سے ملے ہوئے بغیر شمول انانیت کرم ہی کرتے ہیں۔ اور اکرمی بھی ہیں۔ اور ان کو کرم کا پھل نہیں ہوتا۔ کرم کا پھل وہاں ہوتا ہے۔ جہاں غلط و جھُوٹا میرا تیرا اپنا آجاتا ہے۔ جہاں مَیں کا سوال آیا۔ وہاں تُو پیدا ہوُا اور پھر جھگڑے لڑائی ہونے لگے۔ شانتی جاتی رہی۔ آتما کے رُوپ میں میرا تیرا اپنا نہیں ہے یہ اگیان ہے۔ اور بھرم ہے۔ جب یہ اگیان کا اندھیرا دُور ہوتا ہے۔ تمام فساد جھگڑے رفع ہو جاتے ہیں۔ آج کل مذہبی جھگڑے کیوں زیادہ ہو رہے ہیں۔ محض جہالت اور اصلیت کو نہ جاننے سے۔ جب ہم اپنے آپ کو الگ الگ سمجھتے ہیں۔ اپنی زندگی اوروں سے جدا جانتے ہیں۔ تب

ہی دُکھ پاتے ہیں۔ ملاپ میں دُکھ نہیں۔ جہاں انانیت آئی۔ جُدائی پیدا ہوئی۔ اور جُدائی میں ہی رنج اور دُکھ ہے اور اس دُکھ کے دُور کرنے کی تدبیر ملاپ و اتحاد کا سادھن ہے۔ اگر انسان کو عقل و سلیم حاصل ہو تو وہ یہ سبق قدرت میں قدم قدم پر پڑھ سکتا ہے۔ تم اپنے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے جیو۔ اور سب کے لئے مرو۔ یہ مرنا نہیں بلکہ حیات جاودانی ہے۔ یہی موکھش ہے یہی پرم پد ہے۔ جہاں فردی زندگی پیدا ہوئی۔ وہاں اسکو مرنا پڑے گا۔ اور اس وقت تک بار بار مرنا اور جنمنا ہوگا۔ جب تک اس کا خاتمہ نہ ہوگا۔

جیسے جسم کے تمام اعضا مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اور اپنا پرایا نہیں سمجھتے۔ یا جیسے مشین کے تمام پرزے مل جل کر کام کرتے ہیں۔ کسی پرزے کے علیحدہ کرنے میں مشین نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اس برہمانڈ میں ایک ہی ہستی ہے کوئی دوسرا نہیں۔ دوسرا صرف اسوقت پیدا ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے کو علیحدہ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور یہ سمجھ ہی غلط ہے اور اسی کو بھرم یا اگیان کہتے ہیں۔ بھرم اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اپنے جسم کے کاروبار پر غور کریں۔ یہاں کون کس سے جدا ہے۔ جب آنکھ پر صدمہ آتا ہے۔ ہاتھ خود بخود اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہاتھ یہ نہیں کہتا میری آنکھ ہے۔ یا آنکھ یہ نہیں کہتی میرا ہاتھ ہے۔ دونو ہی عجیب طور پر ملے ہوئے ایک خاص غرض کی تکمیل کرتے ہیں۔ اسی طرح جسم کے تمام اعضاء ملے جلے ہوئے کام کرتے ہیں۔ اور اپنا پرایا نہیں سمجھتے۔ نسبتی اور تمیز کے طبقہ میں یہ تمام اعضاء جُدا جُدا نظر آتے ہیں اور جُدا ہیں بھی اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ مگر جہاں نسبت اور تمیز کی حالت دور ہوئی اسی وقت اتحاد ہوگیا۔ حقیقت کا پردہ اُٹھ گیا اور صرف ایک ہی ہستی نظر آنے لگی۔ پھر نہ کُل رہا نہ جُز۔

اس مکمل ہستی میں نہ رنگ ہے نہ روپ ہے۔ نہ نام ہے نہ ریکھا ہے۔ نہ کرم ہے نہ گیان ہے۔ نہ موکھش ہے نہ بندھ ہے۔ عین علم ہے۔ اپنی ہستی میں قائم خود بخود روشن ہے۔ جس کا نہ اول ہے نہ آخر نہ باپ ہے نہ بیٹا نہ اسم ہے نہ صفت۔ نہ آنا ہے نہ جانا۔ نہ دشمن ہے۔ نہ دوست۔ نہ پیدا ہوئی ہے۔ نہ پیدا کرتی ہے۔ یکساں آپ میں آپ ہے۔ اور پھر کیسی ہے۔ اوّل وہی آخر وہی۔ باپ وہی بیٹا وہی۔ اسم وہی صفت وہی۔ دشمن وہی دوست وہی پیدا ہونے والا وہی پیدا کرنے والا وہی۔ جُز سے کُل و کُل سے جُز۔ کہیں "میں" کہیں "تو" کہیں وہ کہیں یہ کہیں بندہ کہیں خُدا۔ کہیں داتا کہیں بھکاری۔ اس طرح اس ذات کو دیکھنا سمجھنا تصوّر کرنا۔ اور یقین کرنا معرفت حق ہے۔ اور پھر یہ جاننا کہ میں نہ جسم ہوں۔ نہ میرا جسم ہے۔ کیونکہ میں جسم کے تمام حالات کا ساکھشی (شاہد) ہوں۔ اور جسم مجھ کو نہیں جان سکتا اور اس طرح نہ میں حواس ہوں۔ نہ میرے حواس ہیں نہ میں عقل ہوں نہ میری عقل ہے۔ نہ میں خیال ہوں نہ میرا خیال ہے۔ میں ان تمام کو روشن کرتا اور دیکھنہار ساکھشی ہوں۔ میں ان کے تغیر اور تبدل کو جانتا ہوں۔ یہ مجھے نہیں جان سکتے۔ یہ تبدیل ہوتے ہیں۔ میں یکساں رہتا ہوں۔ جاگرت سپن اور سکھپتی۔ یہ تین حالتیں بار بار آتی ہیں۔ اور ناش ہو جاتی ہیں۔ لیکن میں ساکھشی آتما ان کی تبدیلی کو جانتا ہوں۔ اور خود ایک رس قائم بالذات ہوں۔ اسی طرح نام و ذات و فرقہ سے بھی میں فارغ ہوں کیونکہ یہ تمام امور فرضی ہیں۔ اور میں ان تمام امور کو بخوبی جانتا ہوں۔ میں ان کا بھی ساکھشی ہوں کسی قسم کا تعلق میری ذات میں دخل نہیں پا سکتا۔ میں یکساں نرگن نراکار عین ہستی علم سرور ست چت آنند سروپ ہوں۔ اس طرح آپ کو پہچاننا خودشناسی ہے یعنی معرفت ذات ہے۔ اور یہ ویدانت کا سدھانت ہے۔ جو اس پد کو

پراپت کر لیتے ہیں۔ وہ کبیر صاحب کی طرح [illegible] اس طرح سُناتے ہیں:-

نا مَیں دھرمی نہ مَیں ادھرمی
نا مَیں کہتا ۔ نہ میں سُنتا
نا میں بندھا نا میں مُکت
نا کاہو سے نیارا ہوا
نا ہم نرک لوک کو جاتے
سب ہی کرم ہمارا سادھو
یا مَت کو کوئی بِرلا بُوجھے
مت کبیر کاہو کو تھالے

نا مَیں جتی نہ کامی ہوُں ۔
نا مَیں سیوک سوامی ہوں
نا نِہ بدھ سر بھنگی ہوں
نا کاہو کا سنگی ہوں ۔
نا ہم سورگ سدھارے ہیں ۔
ہم کرمن تے نیارے ہیں
سو سنگ نہ ہوئے بیٹھے ہو ۔
ست کاہو کو میلے ہو !

نگاہِ عارفاں

از شری سوامی ویکانند جی مہاراج

جب تخیل کا تصوّر کا نہیں اس میں گماں ۔ تب کِس طرح کہہ دے کوئی اس ذاتِ بے چوں کو چناں
ہے مکیں ہر دل میں جو دیکھا تو نکلا لامکاں ۔ دنیا نشان اسکا ہے پر کھوجا تو پایا بے نشاں ۔
ہاں قلبِ مُضطر کا جو ٹوٹا یکدم حدِ اضطراب ۔ تب خود بخود ظاہر ہؤا وہ مالک کون و مکاں ۔
جب کھُلی چشم بصیرت تب ہے سب پرماتما ۔ جب نہیں دیکھا تو ہے کھٹ رسا یہ سارا جہاں
ایک سے جب دو ہوئے تب تین چار اور پانچ چھ ۔ سات آٹھ نو دس کیا گنیں گنتی ہے بحید و بیاں
کثرت کو وحدت میں جو لوٹایا تو نکلا ایک ہی ۔ ایک بھی کیسے کہیں ہے ایک بھی اِک میں نہاں
کثرت نہیں وحدت نہیں یہ وہ نہیں میں تُو نہیں ۔ یہ سب کی ہستی کا اسی ہستی سے ہے وہم و گماں
آشکارا ظاہر و باطن میں جُز و کُل میں پدیدہ ۔ برگ و گُل میں ہے عیاں یہ ہے نگاہ عارفاں
دانہ دانہ میں جوں خرمن ذرہ ذرہ میں پہاڑ ۔ وہ بحرِ بے پایاں ہے یوں اِک قطرہ قطرہ میں نہاں
ہو زبانِ بے بیاں سے کیا بیاں اس ذات کا ۔ گو ہو بیاں تو ہے بیاں بھی اِک بیانِ بے زباں

سکھمنی صاحب

مترجمہ:- پنڈت نرمل چندر جی

شری گورو ارجن دیو جی مہاراج کی شہرۂ آفاق تصنیف

੧ ਓ ਸਤਿਗੁਰਪ੍ਰਸਾਦਿ ॥

(ایک اونکار ست گور پرشاد)

ਮਨਿ ਸਾਚਾ ਮੁਖਿ ਸਾਚਾ ਸੋਇ । ਅਵਰੁ ਨ ਪੇਖੈ ਏਕਸੁ ਬਿਨੁ ਕੋਇ ॥
ਨਾਨਕ ਇਹ ਲਛਣ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਹੋਇ ॥ ੧ ॥

شلوک

من ساچا مکھ ساچا سوئے!
اور نہ پیکھے ایکس بن کوئے
نانک ایہہ لچھن برہم گیانی ہوئے

لغات:- ساچا = حق - ذاتِ حقیقی ستیم۔ ایکس = صرف ایک۔ پیکھے = دیکھتا ہے۔ لچھن = علامت نشانی۔ برہم گیانی = عارف ذات

معنی:- گورو نانک جی فرماتے ہیں۔ کہ برہم گیانی کی یہی علامت ہے کہ اس کے دل میں اور زبان پر اس ذاتِ حقیقی کا فکر و ذکر جاری رہتا ہے۔ اور اُسے اُس ایک ذات کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

مطلب:- جسے حقیقی عرفان نصیب ہوا ہے۔ اس کے دل۔ نظر اور زبان تینوں میں ہی وہی ذات بستی ہے۔ اور وہ اس ذات کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ کیوں کہ جسے وہ اب تک اور خیال کرتا تھا۔ وہ سب ہی اُسی ذاتِ احد کا ہی ظہور دکھائی دیتا ہے یعنی وہ محسوسات، معقولات اور تخیلات میں بھی اُسی ذات کا ہی جلوہ دیکھتا ہے۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਦਾ ਨਿਰਲੇਪ । ਜੈਸੇ ਜਲ ਮਹਿ ਕਮਲ ਅਲੇਪ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਦਾ ਨਿਰਦੋਖ । ਜੈਸੇ ਸੂਰੁ ਸਰਬ ਕਉ ਸੋਖ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਦ੍ਰਿਸਟਿ ਸਮਾਨਿ । ਜੈਸੇ ਰਾਜ ਰੰਕ ਕਉ ਲਾਗੈ ਤੁਲਿ ਪਵਾਨ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਧੀਰਜੁ ਏਕ । ਜਿਉ ਬਸੁਧਾ ਕੋਊ ਖੋਦੈ ਕੋਊ ਚੰਦਨ ਲੇਪ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਇਹੈ ਸੁਆਉ । ਨਾਨਕ ਜਿਉ ਪਾਵਕ ਕਾ ਸਹਜ ਸੁਭਾਉ ॥੧॥

برہم گیانی سدا نرلیپ - جیسے جل مہہ کمل الیپ !
برہم گیانی سدا نردوکھ - جیسے سور سرب کو سوکھ !
برہم گیانی کے ورشٹی سمان - جیسے راج رنک کو لاگے تُل پوان !
برہم گیانی کے دھیرج ایک - جیوں بسُدھا کوؤ کھودے کوؤ چندن لیپ
برہم گیانی کا اِہے گناؤ - نانک جیوں پاوک کا سہج سوبھاؤ

لغات :- نرلیپ = الیپ - بے لوث　نردوکھ = بے عیب　سوکھ = سکھانا　سمان = سادی
راج رنک = راجا اور کنگال　تُل = برابر　پوان = ہوا　دھیرج = برداشت　بسُدھا = زمین　گناؤ = صفت　پاوک = آگ -

معنی :- برہم گیانی پانی میں کمل کی مانند سدا الیپ (بے لوث) رہتا ہے - اور جس طرح سورج تمام چیزوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے - مگر خود بے لوث رہتا ہے - اسی طرح برہم گیانی پر بھی چیزوں اور حالات کا اثر نہیں ہوتا جس طرح ہوا کنگال اور راجہ کو ایک طرح سے چھوتی ہے - برہم گیانی بھی سب کو یکساں نظر ہی سے دیکھا کرتا ہے - اور جس طرح زمین کو خواہ کوئی کھودے اور خواہ اس پر چندن کا لیپ کرے اس ... میں ذرا فرق نہیں آتا - اسی طرح برہم گیانی کے ساتھ کیسا ہی برتاؤ کیا جائے - اس کی برداشت میں فرق نہیں آتا - گورو نانک جی فرماتے ہیں کہ برہم گیانی کی یہ صفات ایسی ہی طبعی اور ذاتی ہوتی ہیں - جیسے حرارت اور روشنی آگ کی -

مطلب :- عارف ذات دنیا میں رہتا ہوا اس سے غیر ملوث رہتا ہے - اس کی یکساں حالی - یکساں نظری اصل قوت برداشت اس کی عادت نہیں بلکہ اس کی طبیعت ہی ہو جاتی ہے - گورو صاحب کی نظر میں برہم گیان، عقلی فلسفہ نہیں ہے بلکہ کمال زندگی ہے - اور زندگی ہمیشہ تعلقات میں ہی معنی رکھتی ہے - جب حقیقی برہم گیان ہوتا ہے - تو نظر میں ... ئی اور دل میں نفرت و حقارت نہیں رہ سکتے - زندگی عین پاکیزگی محبت اور ملکی ہو جاتی ہے

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਨਿਰਮਲ ਤੇ ਨਿਰਮਲਾ । ਜੈਸੇ ਮੈਲੁ ਨ ਲਾਗੈ ਜਲਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਤਿਆਨੀ ਕੈ ਮਨਿ ਹੋਇ ਪ੍ਰਗਾਸੁ । ਜੈਸੇ ਧਰ ਊਪਰਿ ਅਕਾਸੁ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀਕੈ ਮਿਤ੍ਰ ਸਤ੍ਰ ਸਮਾਨਿ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਨਾਹੀ ਅਭਿਮਾਨ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਊਚ ਤੇ ਊਚਾ । ਮਨਿ ਅਪਨੈ ਹੈ ਸਭ ਤੇ ਨੀਚਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸੇ ਜਨ ਭਏ । ਨਾਨਕ ਜਿਨ ਪ੍ਰਭੁ ਆਪਿ ਕਰੇਇ ॥ ੨ ॥

برہم گیانی نرمل تے نرملا - جیسے میل نہ لاگے جلا !
برہم گیانی کے من ہوئے پرگاس - جیسے دھر اوپر آکاس !

برہم گیانی کے مِتر شتر سمان - برہم گیانی کے ناہی ابھمان

برہم گیانی اُوچ تے اُوچا - من اپنے ہے سبھ تے نیچا

برہم گیانی سے جن بھئے - نانک جن پر بھو آپ کرے

لغات:- نِرمل تے نِرملا = پاکیزہ سے پاکیزہ   دھر = دھرتی - زمین   مِتر شتر = دوست دشمن

معنی:- جیسے خود پانی کو میل نہیں لگ سکتی - ایسے ہی برہم گیانی نہایت پاکیزہ ہوتا ہے جس طرح زمین کے اُوپر آسمان روشنی برساتا ہے - اسی طرح برہم گیانی کے من میں اُجالا ہو جاتا ہے - اس کے لئے دوست دشمن یکساں ہوتے ہیں - اس کے دل میں غرور نہیں ہوا کرتا - اس کا درجہ سب سے اُونچا ہے - مگر وہ اپنے آپ کو سب سے نیچا جانتا ہے - گورو نانک جی فرماتے ہیں کہ صرف ان لوگوں کو ہی برہم گیان حاصل ہوتا ہے جن پر مالک کی مہربانی ہوتی ہے دوسروں کو نہیں۔

مطلب:- پانی اگرچہ میل کے ساتھ مِلا جُلا نظر آتا ہے لیکن اپنی اصلیت میں سدا پاکیزہ رہتا ہے - یعنی پانی کے کیمیائی ذرے اگرچہ دوسری قسم کے ذرّوں کو اپنے درمیان جگہ دے دیتے ہیں لیکن خود ان کے ساتھ ایک نہیں ہو جایا کرتے - یہی حال برہم گیانی کا ہے - وہ ہر قسم کے لوگوں سے ملتا ہوا بھی اپنی فطرت میں سدا ہی بے لوث رہتا ہے - وہ تمام کا بھلا یا بُرا اور آسمان کی مانند سب کو اپنی اندرونی روشنی سے فیض پہنچاتا ہے - اس کی نظر میں دوست دشمن یکساں ہوتے ہیں - کیونکہ وہ اپنے اندر کوئی خود غرضی نہیں رکھتا - خود غرضی ہی ترجیحات و تفرقات پیدا کرتی ہے - وہ سچ مچ بہت اُونچا مرتبہ رکھتا ہے - مگر وہ اپنے شخصی وجود کو کُل کی خدمت کا آلہ محض تصور کرتا ہے یہ حالت خودی کے زور سے نہیں بلکہ مالک کے آگے اپنے آپ کو رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے - کیونکہ اس حالت میں زندگی عمل ہی شخصی وجود میں بلا روک ٹوک کام کرنے لگ جاتی ہے۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਗਲ ਕੀ ਰੀਨਾ । ਆਤਮ ਰਸੁ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਚੀਨਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੀ ਸਭ ਊਪਰਿ ਮਾਇਆ। ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਤੇ ਕਛੁ ਬੁਰਾ ਨ ਭਇਆ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਦਾ ਸਮਦਰਸੀ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੀ ਦ੍ਰਿਸਟਿ ਅੰਮ੍ਰਿਤੁ ਬਰਸੀ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਬੰਧਨ ਤੇ ਮੁਕਤਾ। ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੀ ਨਿਰਮਲ ਜੁਗਤਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਭੋਜਨ ਗਿਆਨ। ਨਾਨਕ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਬ੍ਰਹਮ ਧਿਆਨੁ॥੩॥

برہم گیانی سگل کی رینا - آتم رس برہم گیانی چینا

برہم گیانی کی سب اوپر میا - برہم گیانی تے کچھ بُرا نہ بھیا۔

برہم گیانی سدا سمدرسی - برہم گیانی کی درشٹی امرت برسی

برہم گیانی بندھن تے مُکتا ۔ برہم گیانی کی نرمل جُگتا ۔

برہم گیانی کا بھوجن برہم گیان ۔ نانک برہم گیانی کا برہم دھیان

لغات :- رینا = دھولی ۔ خاک قدم آتم رس = سرور ذات چینا = جانا ہے ۔ مینا = دیا ۔ مہربانی
سم درسی = یکساں نظر مُکتا = مُکت ۔ آزاد جُگتا = جگتی ، یُگتی ، طریقہ ، طور

معنی :- برہم گیانی سب کے پاؤں کی خاک ہوتا ہے ۔ اُس نے سرور ذات کو لکھا ہے ۔ وہ سب پر ہی رحم کرتا ہے ۔ وہ کسی کی بھی برائی نہیں کرتا ۔ وہ سب کو یکساں نظری سے دیکھتا ہے ۔ اس کی نگاہ سے آب حیات برستا ہے ۔ وہ قیود سے آزاد ہوتا ہے ۔ اور اُس کے تمام اطوار پاکیزہ ہوتے ہیں ۔ اُس کی غذا عرفان ذات ہے ۔ گورو نانک جی فرماتے ہیں کہ برہم گیانی برہم کا ہی دھیان کرتا ہے ۔

مطلب :- سرور ذات اور خودی اکھٹے نہیں رہ سکتے ۔ برہم گیانی سب کے پاؤں کی خاک ہوتا ہے ۔ اسی لئے اس کے اندر سے سرور ذات اُچھل کر بہنے لگتا ہے ۔ یہ سرور عین محبت اور احساس وحدت ہوتا ہے ۔ اس لئے وہ قدرتاً ہی سب پر رحم کرتا ہے ۔ اور کسی کی بُرائی نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ سب کچھ اپنا آپ محسوس ہوتا ہے ۔ یہی سبب ہے کہ اس کی نظر میں تفرقہ نہیں رہتا ۔ اور اُس کی نگاہ ہی امرت برساتی اور مردوں کو جلاتی ہے ۔ اور چونکہ وہ خودی سے آزاد ہے ۔ اس لئے اس کے لئے کوئی قید نہیں ہے ۔ مگر اس کی آزادی عین پاکیزگی ہوتی ہے ۔ اس کی خوراک عرفان ذات ہے ۔ اور اس کا تصور بھی تصورِ ذات ہی ہوتا ہے ۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਏਕ ਊਪਰਿ ਆਸ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਨਹੀ ਬਿਨਾਸ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਗਰੀਬੀ ਸਮਾਹਾ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਪਰਉਪਕਾਰ ਉਮਾਹਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਨਾਹੀ ਧੰਧਾ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਲੇ ਧਾਵਤੁ ਬੰਧਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਹੋਇ ਸੁ ਭਲਾ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸੁਫਲ ਫਲਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸੰਗਿ ਸਗਲ ਉਧਾਰੁ । ਨਾਨਕ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਜਪੈ ਸਗਲ ਸੰਸਾਰੁ ॥੪

برہم گیانی ایک اوپر آس ۔ برہم گیانی کا ناہی بناس
برہم گیانی کے گریبی سماہا ۔ برہم گیانی پر اُپکار اُماہا
برہم گیانی کے ناہی دھندا ۔ برہم گیانی لے دھاوت بندھا
برہم گیانی کے ہوئے سو بھلا ۔ برہم گیانی سُپھل پھلا
برہم گیانی سنگ سگل اُدھار ۔ نانک برہم گیانی جپے سگل سنسار

لغات:- اُمابا = اُمنگ اُٹھتی ہے۔

معنی:- برہم گیانی ایک مالک کی ہی آس رکھتا ہے۔ اس کا ناش کبھی نہیں ہوتا۔ عارفِ کامل کے دِل میں انکساری سمائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اس کے دِل میں دوسروں کی بھلائی کے جذبات موجزن ہوا کرتے ہیں وہ دوڑنے والے من کو باندھ رکھتا ہے۔ اور جو کچھ بھی وقوع میں آئے اس میں بھلائی دیکھتا ہے۔ اس کی زندگی اچھے پھلوں سے پھلتی ہے۔ اُس کی صُحبت میں سب کا بھلا ہوتا ہے۔ (گورو نانک جی کہتے ہیں کہ) ساری دُنیا ہی برہم گیانی کی طالب ہے۔

مطلب:- جو شخص دوسرے لوگوں اور طاقتوں پر امیدیں باندھتا ہے۔ وہ سدا پریشان حال رہتا ہے اور انجام کار اس کی تمام امیدیں مایوسی میں بدل جاتی ہیں۔ مگر برہم گیانی کی کُل طاقتیں، خیالات اور اُمیدیں ایک ذات میں ہی مرکوز ہوتے ہیں۔ اس کی طبیعت میں کمال انکساری پائی جاتی ہے۔ اور اس کے من میں اوروں کی بھلائی کے لِئے اُمنگیں اُٹھا کرتی ہیں۔ وہ زندگی اور دوسرے لوگوں اور جانداروں کی طرف سے بے پرواہ (Indifferent) نہیں ہوا کرتا۔ اور اُداسی کی بجائے اس کے دِل سے محبت اچھلتی رہتی ہے۔ مگر وہ خود غرضانہ کاموں میں نہیں پھنسا کرتا۔ کیونکہ اُسے اپنے چنچل سوبھاؤ من پر پورا قابو حاصل ہے۔ وہ ہر ایک واقع اور سانح میں بھلائی دیکھتا ہے۔ اور اس کا درختِ زندگی اثمارِ نیکی سے لدا ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی صحبت حقیقی بھلائی کا خزانہ ہے۔ اس لِئے دنیا کا دِل برہم گیانی کا طالب رہتا ہے۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਏਕੈ ਰੰਗ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਬਸੈ ਪ੍ਰਭੁ ਸੰਗ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਨਾਮੁ ਆਧਾਰ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਨਾਮੁ ਪਰਵਾਰੁ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਦਾ ਸਦ ਜਾਗਤ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਅਹੰਬੁਧਿ ਤਿਆਗਤ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਮਨਿ ਪਰਮਾਨੰਦ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਘਰਿ ਸਦਾ ਅਨੰਦ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸੁਖ ਸਹਜ ਨਿਵਾਸ । ਨਾਨਕ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਨਹੀ ਬਿਨਾਸ ॥੫

برہم گیانی کے ایکے رنگ ۔ برہم گیانی کے بسے پربھ سنگ

برہم گیانی کے نام ادھار ۔ برہم گیانی کے نام پروار ۔

برہم گیانی سدا سد جاگت ۔ برہم گیانی اہنگ بُدھی تیاگت

برہم گیانی کے من پرم آنند ۔ برہم گیانی کے گھر سدا آنند

برہم گیانی سکھ سہج نواس ۔ نانک برہم گیانی کا ناہی بناس

لغات:- رنگ:- لگن اہنگ بُدھی = پندارِ خودی سہج سکھ = سرورِ ذات

معنی:- برہم گیانی کو ایک ہی لگن ہوتی ہے۔ وہ سدا ہی اپنے مالک کی حضوری میں بستا ہے۔ اُس کا سہارا

اُور اس کا پریوار (کنبہ) یادِ حق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ سدا جاگتا ہے۔ اُور پندارِ خودی کو ترک کر دیتا ہے۔ اس کے من میں پرم آنند (سرورِ برترین) ہوتا ہے۔ اُور اس کے گھر میں سدا ہی خوشی ناچا کرتی ہے۔ اس نے سرور ذات میں قیام پایا ہے۔ اُور اس کے لئے فنا نہیں ہے۔

مطلب:۔ عارف کامل کی محبت بے قید ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ کُل ظہورات میں ایک ہی ذات کو دیکھتا ہے اس کی حضوری میں رہتا ہے۔ اسی کی یاد ہی اس کا سہارا اُور کنبہ ہوتی ہے۔ وہ بیداری۔ خواب اُور گہری نیند کی تینوں حالتوں سے اُوپر چوتھی حالت (تریا) میں مقیم ہو کر ان حالتوں اُور ان کی آمد و رفت کا ناظر رہتا ہے اس کے اندر باہر خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس نے ابدی سرورِ ذات کو پالیا ہے۔ وہ اپنی حقیقت میں جاگا ہوا ہے۔ اُور اس لئے اس کے لئے موت کا دھوکہ وجود ہی نہیں رکھ سکتا۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਬ੍ਰਹਮ ਕਾ ਬੇਤਾ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਏਕ ਸੰਗਿ ਹੇਤਾ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਹੋਇ ਅਚਿੰਤ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਨਿਰਮਲ ਮੰਤ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਜਿਸੁ ਕਰੈ ਪ੍ਰਭੁ ਆਪਿ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਬਡ ਪਰਤਾਪ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਦਰਸੁ ਬਡਭਾਗੀ ਪਾਈਐ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਉ ਬਲਿ ਬਲਿ ਜਾਈਐ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਉ ਖੋਜਹਿ ਮਹੇਸੁਰ । ਨਾਨਕ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਆਪਿ ਪਰਮੇਸੁਰ ॥੬

برہم گیانی برہم کا بیتا ! - برہم گیانی ایک سنگ ہیتا
برہم گیانی کے ہوئے اچنت - برہم گیانی کا نرمل منت
برہم گیانی جس کرے پربھو آپ - برہم گیانی کا وڈ پرتاپ !
برہم گیانی کا درس وڈبھاگی پائیے - برہم گیانی کو بل بل جائیے
برہم گیانی کو کھوجے مہیشر - نانک برہم گیانی آپ پرمیشر

لغات:۔ بیتا = جاننے والا۔ ہیتا = ہت۔ محبت اچنت = بغیر سوچ بچار خود بخود منت = منتر۔ مشورہ۔ خیال پرتاپ = پربھاو۔ اثر مہیشر = مہا ایشور۔ بہت بڑے شکتی مان سدھ لوگ پرمیشر = سب سے بڑا شکتیمان

معنی:۔ برہم گیانی برہم (ذاتِ واجب الوجود) کا عالم ہوتا ہے۔ اسی کی محبت صرف ایک زندگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسے کسی کی چنتا نہیں ہوتی۔ اُور اس کے سب کام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کا خیال (دوئی کے گرد سے) پاک ہوتا ہے۔ برہم گیانی وہی ہو سکتا ہے۔ جسے مالک آپ یہ گیان دیدے۔ اس کا اثر عظیم ہوتا ہے۔ اس کا دیدار بڑی خوش قسمتی سے نصیب ہوتا ہے۔ اُور اس پر قربان ہونے کے لئے جی چاہتا ہے۔ بڑے بڑے اہلِ طاقت بھی تسکین اُور شانتی کے لئے برہم گیانی کو ڈھونڈا کرتے ہیں (گرو صاحب یہ بھی کہتے ہیں) کہ برہم گیانی

آپ ہی پرمیشور ہے۔

مطلب:۔ برہم گیانی صرف فلاسفر نہیں بلکہ عارف حقیقت ہوتا ہے۔ اور اس کی کل محبت اُسی ذاتِ واحد میں مرکوز ہوتی ہے۔ اُسے راہ زندگی پر عقل و قیاس سے قدم قدم پر ٹٹول ٹٹول کر چلنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ وہ ہر دم ذاتِ لاغیر کے خیال میں مگن رہتا ہے۔ یہ حالت خودی کے بل سے نہیں بلکہ توفیق ایزدی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اسلئے اس کا اثر کوئی حد نہیں رکھتا۔ اس کا دیدار موجودات میں سب سے بڑھ کر اعلےٰ اور خوبصورت نظارہ ہے۔ طاقت انسان کو تسکین نہیں دے سکتی۔ اسلئے بڑے بڑے سدھ اور طاقتور لوگ بھی برہم گیانی کے درشن کے لئے بےچین رہتے ہیں۔ اور سچ پوچھو تو برہم گیانی بظاہر ایک شخص اور فرد ہے۔ اندر سے اسکی خودی دور ہو چکی ہے۔ اور اس لئے اب اس کی زندگی کل زندگی کا مرکز ہے۔ وہ باہر سے بندہ دکھائی دیتا ہے۔ اندر سے وہ خود خدا ہے۔ کیونکہ وہ جدا اور محدود کرنے والی خودی سے پاک ہے۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੀ ਕੀਮਤਿ ਨਾਹਿ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੈ ਸਗਲ ਮਨ ਮਾਹਿ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਕਉਨ ਜਾਨੈ ਭੇਦੁ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਉ ਸਦਾ ਅਦੇਸੁ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਕਥਿਆ ਨ ਜਾਇ ਅਧਾਖੑਰੁ । ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਰਬ ਕਾ ਠਾਕੁਰ ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੀ ਮਿਤਿ ਕਉਨੁ ਬਖਾਨੈ। ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕੀ ਗਤਿ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਜਾਨੈ॥
ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਾ ਅੰਤੁ ਨ ਪਾਰੁ । ਨਾਨਕ ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਕਉ ਸਦਾ ਨਮਸਕਾਰੁ॥੭

برہم گیانی کی قیمت ناہنہ ! - برہم گیانی کے سگل من ماہنہ
برہم گیانی کا کون جانے بھید - برہم گیانی کو سدا ادیس
برہم گیانی کا کتھیا نہ جائے ادھاکھر - برہم گیانی سرب کا ٹھاکر۔
برہم گیانی کی متی کون جانے۔ برہم گیان کی گتی برہم گیانی جانے
برہم گیانی کا انت نہ پار ! - نانک برہم گیانی کو سدا نمسکار

لغات:۔ ادیس = پرنام۔ نمسکار — ادھاکھر = آدھا حرف — متی = مقدار — گتی = کیفیت

معنی:۔ برہم گیانی کی عظمت اندازے سے باہر ہے۔ سب کچھ اس کے دل کے اندر ہی ہستی رکھتا ہے۔ اس کے راز کو کون جان سکتا ہے۔ وہ سدا ہی نمسکار کے لائق ہے۔ اس کی تعریف کا آدھا لفظ بھی کہنا محال ہے۔ وہ سب کا ہی مالک ہے۔ اس کی بڑائی کو جانے ہی کون؟ وہ اپنی کیفیت کو آپ ہی جانتا ہے۔ اس کی شان بے پایاں ہے۔ گورو نانک جی کہتے ہیں۔ کہ ہم برہم گیانی کو سدا پرنام کرتے ہیں۔

مطلب:۔ چونکہ برہم گیانی پندار شخصیت و فردیت سے آزاد ہے۔ اسلئے اگرچہ وہ باہر سے ایک شخص و فرد معلوم ہوتا ہے۔ اندر سے وہ ابدی اور غیر محدود [illegible] کا ظہور اپنی ذات کے اندر ہی دیکھا کرتا ہے۔ اس

دھرم کا تتو

از شریمان لالہ ملک راج صاحب فلاسفر ہیڈ ماسٹر سناتن دھرم ہائی سکول لالہ موسے

دھرم

دنیا حیران ہے۔ سراسر پریشان ہے۔ دہرم کے لفظ کے ساتھ عام لوگوں کو نفرت سی پیدا ہو رہی ہے۔ کیونکہ دہرم کا مارگ اُن کے دل میں کئی شکوک پیدا کر رہا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ تو دہرم کو کھلونا سا سمجھ رہا ہے۔ اور اگر ان میں سے بعض لوگ دہرم کی طرف رجوع بھی کرتے ہیں۔ تو محض دنیا داری اور دکھلاوے کی خاطر۔ سائینس دان اور ذی عقل انسانوں کو تو دھرم نے اچھی طرح اپیل کرنا تھا۔ اُلٹا وہی لوگ اس سے متنفر ہو رہے ہیں۔ اس کا کارن کیا ہے۔ کیوں دہرم آجکل اندھ وشواسیوں اور نا تعلیم یافتہ لوگوں کے دلوں میں ہی جاگزین ہونا پسند کرتا ہے۔ اس کا واحد کارن ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ آجکل بناوٹی دھرم کا پرچار جگہ بہ جگہ بڑھ رہا ہے۔ بناوٹی چیز دانا لوگوں کو تسلّی نہیں دے سکتی۔ اصلیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ دہرم اپنے آپ کو بیچارے بھولے بھالے پریمیوں کے سامنے کئی شکلوں میں پیش کر رہا ہے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کہ دھرم کا مارگ کونسا ہے۔ کوئی مندر جانا دھرم سمجھتا ہے۔ تو کوئی گوردوارہ۔ مسجد یا گرجے میں ہی جانا دہرم قرار دیتا ہے۔ کوئی تلک۔ یگیوپویت کو ہی دہرم جانتا ہے۔ تو کوئی کرپان کیس وغیرہ کو دہرم کا اصلی تتو سمجھتا ہے۔ کوئی سندھیا کرنا دہرم سمجھتا ہے۔ اور کوئی نماز روزہ اور پاٹھ وغیرہ کو ہی دہرم بتاتا ہے۔ کوئی منہ کے آگے کپڑا رکھ کر چلنا دہرم خیال کرتا ہے۔ اور کوئی جھٹکا۔ حلال میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اور اس کا پرچار کرنا ہی دہرم جیون خیال کرتا ہے۔ کوئی جگہ بہ جگہ مندروں کو بنوانا اور رکھا کر پوجا کرنا ہی دہرم کا تتو خیال کرتا ہے۔ اور یہی پرچار کرتا پھرتا ہے۔ اور کوئی مورتی پوجا کے برخلاف اُپدیش کرنے کو دہرم کی جے قرار دیتا ہے۔ ایک ہی ایشور کی پیدا کی ہوئی دہرتی پہ ایک مندر کے اندر تو شرادھ تیرتھ۔ ورن آشرم۔ تلک۔ ٹھاکر۔ پوجا کا منڈن ہی دہرم کا سروپ ہے۔ اور اسی دھرتی پہ ایک دوسرے مندر کے اندر ان سب باتوں کا کھنڈن ہی دہرم کا مجسم نمونہ ہے۔ اے بناوٹی دھارمک لیڈرو! بھگوان کا بھئے کرو۔ اپنی پیٹ پوجا کی خاطر بھولے بھالے اور شردھالو پریمیوں کو بندر کی طرح نہ نچاؤ اپنا اُلو سیدھا کرنے کی خاطر اُن کے [illegible] ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔ دہرم کے بناوٹی معنی پیش کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کرو۔ آپ کو بھگوان ہی کا واسطہ ہے۔ کہ بھگوان کے نام پہ اپنی تجارت نہ بڑھاؤ۔ دنیا بہت حد تک ناستک ہو چکی ہے۔

اور یہ سب آپ کی مہربانیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ آجکل دہرم کے نام پر ہی اس قدر جنگ و جدل ہو رہے ہیں۔ کیا دہرم کا پھل کشت و خون ہی ہے۔ افسوس۔ اگر دہرم ہمیں اپنے باپ کے دوسرے لڑکوں کو قتل کرنا ہی سکھاتا ہے۔ اگر دہرم کا مقصد اعلےٰ یہی ہے۔ کہ اپنے دیگر بھائیوں سے نفرت ہی پیدا ہو۔ تو ایشور ایسے دہرم سے پناہ دے۔

دھرم اور قید

آجکل دھارمک آدمی وہ ہے۔ جو ایک محدود دائرہ کے اندر اس قدر سخت جکڑا جا چکا ہے۔ کہ اب اُس کے لئے اس سے باہر آنا ناممکن ہے۔ اور جو اور دل کو اس دائرے کے اندر قید کرنا ہی اپنی زندگی بھر کا پروگرام سمجھتا ہے۔ آجکل دھارمک لیڈر وہ ہے۔ جو کسی خاص ہستی کے خیالات کا اس قدر غلام ہو چکا ہے۔ کہ اب اس کی سچائی دیکھنے والی آنکھ ہی جاتی رہی ہے۔ اور جو اپنے دل کی تسکین کے لئے اپنے جیسے اور غلام بنانے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور جو اپنے غلط خیالات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہر وقت حجت بازی سوچتا رہتا ہے۔ پیارے! دہرم قید کرنے والا نہیں ہے بلکہ دہرم کا اصلی مقصد تو تمام قیدوں سے چھڑانا ہے۔ دائروں کے اندر محدود ہونا دھرم نہیں ہے۔ بلکہ دائروں کی قید سے رہا ہو کر لامحدود میں سمانا ہی دہرم ہے۔

دھرم اور تجارت

پریمی بھگت صبح سویرے اُٹھ کر بڑے پریم سے پیسہ دو پیسہ بھگوان کو بھینٹ کر کے ڈنڈوت پرنام کرتا ہے۔ آرتی کرتا ہے۔ پردکھنا لیتا ہے۔ لوگ اسے بڑا دھارمک آدمی خیال کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے دل میں یہی خیال کرتا ہے۔ کہ میں دہرم کی لائن پر چل رہا ہوں۔ اور میرا جیون دھارمک جیون ہے۔ مگر عمر بھر ایسا کرنے سے کوئی شانتی اور آنند پراپت نہیں ہوتا۔ اُلٹا اُسے تھکاوٹ ہی محسوس ہوتی ہے۔ کیا دہرم کا پھل نا اُمیدی ہی ہے۔ ہرگز نہیں۔ دہرم اور آنند پہلو بہ پہلو چلنے والی چیزیں ہیں۔ مگر بھولے بھالے بھگت کے دل میں دہرم کہاں۔ وہ تو بھگوان سے تجارت کر رہا ہے ڈنڈوت پرنام کرتے وقت دونوں ہاتھ جوڑ کر اور ایک پیسہ بھینٹ رکھ کر وہ تو کبھی ہزار روپیہ مانگ رہا ہے۔ اور کبھی اولاد۔ کبھی مقدمہ کی جیت کے لئے ارادھنا کر رہا ہے۔ اور کبھی رشتہ داروں کی صحت کے لئے پرارتھنا کر رہا ہے کم از کم ہر روز اپنے بیوپار کی ترقی تو ضرور ہی مانگ لیتا ہے۔ دل میں خیال کرتا ہے۔ کہ اگر آج منسہ رہی نہ گیا تو ایسا نہ ہو۔ کہ بکری ہی تھوڑی ہو۔ کوئی مصیبت نہ آپڑے بادشاہ کے دربار میں جا کر بھی تو وہ بچارہ بھوسہ ہی مانگ رہا ہے۔ بھوسہ تو مل جاوے گا مگر بادشاہ سے نزدیکی کہاں میسر ہو سکے گی۔ اُلٹا بھگوان اُسے نیچ اور بھکاری خیال کریں گے۔ اُس کا درجہ بھگوان کی نظر میں ایک لیٹرے بیوپاری کا سا ہے جو اپنی گرہ سے بہت تھوڑا دینا چاہتا ہے۔ مگر اس کے عوض میں بہت کچھ لوٹنا چاہتا ہے۔ اگر اسی تجارت کو ہم دھرم کا نام دیویں تو ہماری سخت غلطی ہے۔ کوئی بھی کام خواہ کتنا ہی پوتر کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں کوئی کامنا (خواہش) موجود ہے۔ تو وہ دہرم نہیں کہلا سکتا۔ افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ ہم اپنے لازمی فرائض کو بھی دہرم ہی قرار دے رہے ہیں۔ بھگوان نے ہمیں خزانچی بھ کر دھن وغیرہ دیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ ہم ضرورت سے زیادہ دھن کے بھی مالک بن بیٹھیں۔

خزانچی کے لئے سخت حکم ہے - کہ بادشاہ کی امانت میں سے زیادہ سے زیادہ اپنی تنخواہ کو ہاتھ لگائے - باقی روپیہ شاہی حکم کے آنے پر فوراً ادا کر دے - اگر وہ سرکاری چکوں کی ادائیگی میں لیت و لعل کرتا ہے - تو فوراً گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیا جاتا ہے - اگر خزانچی سرکاری چکوں کو ادا کرنیکا نام اُپکار رکھے - اور اس خیال سے جامے میں پھُولا نہ سمائے - کہ میں بڑا دھرماتما ہوں - ہر روز اس قدر روپیہ دان کر رہا ہوں - تو اُس کا یہ خیال ناواجب ہے - یہ خیال اُسے غلط لائن پر چلا کر اُس کے ناش کا کارن بنتا ہے - پیارے! بھگوان کے خزانہ پر اپنا ممتو باندھ کر بھگوان کے کام پر خرچ کرنے کو تم پراُپکار اور دھرم کے نام سے موسوم کرتے ہو - یہ تمہاری کمزوری ہے - اگر تم بھگوان کے کاموں پر اُسکی ادائیگی میں کسی قسم کی دیر کرو گے تو بھگوان کا اعتبار تم پر سے اُٹھ جائے گا - اور تم بے ایمان قرار دیئے جاؤ گے - جس کام کے نہ کرنے سے سزا کا مستوجب ہونا پڑے اُس کام کے کرنے میں تم اپنے تئیں پھُولے نہیں سماتے ہو - بھگوان سے دان لیکر تم کون ہو - جو بھگوان کو الیشوری کاموں کے لئے دان دو - افسوس صد افسوس - بھگوان کی امانت کو ہم بھگوان کے حکم آنے پر واپس کر کے دل میں یہ خواہش کرتے ہیں - کہ یہی رقم ہمیں دُنیا میں دس گنا ہو کر اور پرلوک میں کئی گنا ہو کر ملے اور پھر اس کو دھرم کا نام دیتے ہیں کئی گنا نفع دینے والی تجارت کرنے اور یقینی نفع کی اُمید رکھنے کا نام دہرم کیسے ہو سکتا ہے - یہ تو بیوپار ہی ہے - ہون - سندھیا - ترپن وغیرہ کرم تو انسان کا خاصہ ہیں - اگر ہم اُن کو نہ کریں تو ازحد دُکھ اور کشٹ کی پراپتی لازمی ہے - اگر دُکھ سے بچنے کے لئے ہم ان کو باقاعدہ ہر روز کرتے ہیں - تو کیا کسی پر احسان ہے - کیا ایسا کرنے سے ہم کسی پر اُپکار کر رہے ہیں - روٹی نہ کھانے - پانی نہ پینے اور اشنان نہ کرنے سے ہماری جسمانی موت ہے - اگر موت سے بچنے کے لئے ہم کوئی اپائے کر لیتے ہیں - تو کیا کسی پر احسان ہے؟ پیارے! دھرم ان سب کرموں سے اوپر ہے - گمراہی اور غلطی کا شکار نہ ہو - جن کاموں کو دہرم اور پراُپکار سمجھے بیٹھے ہو وہ تو تمہارے لئے لازمی فرائض ہیں - جن کے ادا نہ کرنے سے تمہاری پنیح گتی ہو گی -

دھرم اور فرض - ۱

افسوس ہے کہ ہماری کمزور عقل اُونچے معیار تک تو پہنچ نہیں سکتی - اُلٹا معیار کو پست کرنے کے درپے ہے - دہرم کے اُونچے تتو تک پہنچنے کے ناقابل ہونے کی وجہ سے دہرم کے معنی کو ہی پست کرنا شروع کر دیا ہے - انسانی قومی اور سوشل فرائض کی ادائیگی کا نام ہی دھرم رکھدیا ہے - ترکھان کہتا ہے کہ میرا دہرم عمارتیں بنانا ہے - اور لوہار کہتا ہے کہ میرا دہرم لوہے کی چیزیں تیار کرنا ہے - دوکاندار اپنا دھرم یہی سمجھتا ہے کہ صبح سے لیکر شام تک اپنا سودا بیچتا رہتا ہے - اور سکول کا مدرس طلبا کو اچھی طرح پڑھانے اور باقاعدہ کام کرنے کو ہی دھرم قرار دیتا ہے - کھشتری لڑائی میں حصہ لینا دھرم سمجھتا ہے - تو ویش کاشتکاری اور تجارت کو ہی اپنا دھرم قرار دیتا ہے - کوئی سچ بولنا - چوری نہ کرنا - باہمی امداد کرنے کو دھرم سمجھتا ہے - اور کوئی انصاف اور خودداری کو ہی دہرم کا مکمل جسم خیال کرتا ہے - عام لوگ تو صحت کے اصولوں کی پابندی کر کے اپنی جسم پروری کو ہی دہرم جانتے ہیں - پیارے! روزی کمانے کے ذریعہ کو دہرم کے ساتھ خلط ملط نہ کرو - اگر تم اپنا فرض منصبی ٹھیک طور پر ادا نہ کرو تو روزی کس طرح کما سکو - اگر کام اچھا کرتے ہو تو ترقی حاصل کرتے ہو - اگر کھیتی باڑی یا تجارت کرتے ہو تو اپنے پیٹ کی خاطر کرتے ہو - اگر چوری نہیں کرتے ہو

تو پولیس کی ہتھکڑی سے بچتے ہو۔ اگر سچ بولتے ہو تو انسانی خاصیت کو پورا کرتے ہو۔ سوشل اصولوں پر عمل نہ کرنے کے بغیر تم سوسائٹی میں کس طرح رہ سکتے ہو۔ اگر سچ نہیں بولتے ہو۔ تو تنفر ساری اٹھاتے ہو۔ اخلاقی اصولوں کی پیروی کرنے کے بغیر تم انسان کہلانے کے مستحق ہی نہیں ہو۔ پیسے بٹورنے کے ذرائع کو تم دھرم سمجھے بیٹھے ہو۔ اپنے فرائض منصبی کو دھرم قرار دینا سخت غلطی ہے۔ اس طرح سے تو درخت۔ پرندے اور حیوان وغیرہ سب کی زندگی دھارمک قرار دی جائے گی۔ درخت کہہ سکتا ہے۔ کہ میں سایہ اور پھل دے کر اپنا دھرم پورا کر رہا ہوں۔ پرندے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم بچے پیدا کر کے اور ان کی پرورش کر کے اپنا دھرم پورا کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا جیون دھارمک ہے۔ شیر کہہ سکتا ہے کہ میرا دھرم جانوروں کو چیرنا پھاڑنا اور کھانا ہے۔ اور میں یہ تمام کام کر کے اپنا دھرم پورا کر رہا ہوں۔ پیارے! یہ تو پیٹ پوجا کے مختلف ذرائع ہیں جس سے ہم تنخواہ یا مزدوری حاصل کرتے ہیں۔ ان ذرائع کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ کسی پر احسان نہیں ہے۔ اگر ہم اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کریں گے۔ تو نوکری سے برخواست کئے جاویں گے۔ اگر ہم اعلےٰ چال چلن اور نیک اصول اختیار نہ کریں گے۔ تو اس کا انجام بے عزتی ہوگا۔ پس پیارے! اپنے فرض منصبی۔ اخلاقی فرائض اور قومی فرائض کو دھرم سے الگ خیال کرو۔ یہ تو انسان کہلانے اور پیٹ پوجا کے لئے لازمی فرائض ہیں۔ (باقی آئندہ)

جامِ محبّت

جو شیدائے محبت ہیں انہیں کینہ نہیں آتا
پسند ان کو کبھی اس زہر کا پینا نہیں آتا

وبائے ناگہانی ہے جو ہم بے موت مرتے ہیں
سبب اس کا فقط یہ ہے ہمیں جینا نہیں آتا

سرورِ جان و عیش و دل لبالب ہے بھرا اس میں
مگر جامِ محبت کا ہمیں پینا نہیں آتا

وہ حسنِ عالم آرا دل میں ہر دم جلوہ افگن ہے
یہ تجھ کو دیکھنا اے دیدۂ بینا نہیں آتا

جمی گردِ تعصب ہے تیرے آئینۂ دل پر
نظر اس واسطے وہ رشکِ آئینہ نہیں آتا

خوشی کی کنجی!

از منشی دیویدیال صاحب وید از مقام کیجاہ

دُنیا میں تمام لوگ کیا جوان اُور بوڑھا مرد ہو یا عورت سبھی خوشی کو چاہتے ہیں۔ خوشی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک رُوحانی اُور ایک دنیوی۔ دنیوی خوشی کو تو کوتہ بین آدمیوں نے دُنیا کے پدارتھوں کے حاصل ہونے میں مان رکھا ہے۔ جو تھوڑے ہی وقت کے گذرنے پر مُبدل بغم و الم ہو جاتی ہے۔ دُنیا کے تمام عیش و نشاط کے اسباب بلحاظ بہ لحاظ تغیر تبدل ہونے والے ہوتے ہیں۔ ان کی خوشیاں ہی تغیر پذیر بالا آخر فناہ ہو جاتی ہیں۔ اس طلسم آباد دُنیا کا بہت سا حصہ تو اس خوشی کو خوشی مانے ہوئے ہیں۔ جو دم استقرار ایک حباب سے زیادہ نہیں رکھتی۔ حباب کی خوبصورتی کو دیکھ کر خوش ہونا محض جہالت اُور اگیان کا کارن ہی ہے۔ یہ حباب آنکھ جھپکنے کا دم رکھتا ہے۔ ابھی ہٹا کے مٹا! ایسی ناپایئدار غدار دُنیا کی فانی خوشیوں میں الجھا ہوا آدمی اُس ازلی و ابدی خوشی سے جو درحقیقت سچی خوشی ہے محروم رہتا ہے۔ جو رُوحانی خوشی کے نام سے موسوم ہے۔ حقیقت میں سبھی آدمی اس سچی خوشی کے طلبگار ہیں۔ جسکو بہت سے لوگ دُنیا کی فانی چیزوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ جو چیز خود دُکھ کی ماری ہوئی ہے۔ وہ ہمکو کیا سُکھ دیوے گی۔ سُکھ اسی چیز سے آدمی کو مل سکتا ہے۔ جو بذات خود سُکھ رُوپ ہو۔ پیارے ناظرین! دُنیا میں جہاں تک طائر وہم پرواز کر سکتا ہے۔ اس سے ہمکو صاف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دُنیا کے کسی پدارتھ میں وہ خوشی کہ جو سچے معنوں میں خوشی ہے۔ جسکو ہر سہ زمانہ ماضی و مستقبل و حال میں زوال نہیں ہوتا۔ جو ہر ایک حالت میں مستقل رہتی ہے۔ جس میں کسی قسم کی کمی واقعہ نہیں ہوتی۔ بلکہ آئے دن بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ جس خوشی کی ایک جھلک نے ابراہیم ادہم کو چلتا رہتی تخت شاہی سے اوتار کر جاویدی سلفکری کے تخت شاہی پہ بٹھا دیا۔ ولی رام کو وزارت کی غلامی سے چھڑا کر نائب خدا بنا دیا۔ راجہ بھرت اُور جنک کو اس خوشی کے ایک نظارے نے ایسا مستغنی بنا دیا۔ کہ ہفت اقلیم کی بادشاہت کو ان کی نظروں میں بازیچہ اطفال کر دکھایا۔ غور کا مقام ہے۔ کہ ایسی لازوال خوشی کہ جسکے حاصل ہونے سے دُنیا کی کوئی مصیبت ہمکو نہ ستا سکے۔ موت کو ہمارے پاس آتے ہوئے ترس آوے۔ کہ جسکو موت آ دے۔ ایسی لازوال اُور ابدی خوشی کے حاصل کرنے کی کلیدیں آپ کے حوالہ کرتا ہوں۔ یعنی راہ بتاتا ہوں۔ کہ جسکو آپ تھوڑی سی محنت کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس خوشی کے حاصل کرنے کے واسطے آپ ان تینوں باتوں کو لوح دل پہ لکھ لیجئے۔ اُور عمل کر کے اس الہٰی خوشی کو حاصل کر لیجئے۔

(۱) ہمیشہ سچائی کو اپنی زندگی کا شعار سمجھو۔ سچ کے بولنے میں تمہارے راکھوں دُکھ پیں پہ پانی پھر جاوے۔ یا تمہاری

جان بھی چلی جاوے۔ تم کچھ پرواہ نہ کرو۔ نڈھڑک ہو کر سچ بولو۔ سچائی ایک اعلیٰ ذریعہ حق شناسی کا ہے۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ یہ ایک خدا کے دربار کا نقیب (اردلی) ہے۔ جب تم اردلی سے ملوگے تو پھر بادشاہ سے بھی ملاقات کروگے

(۲) ہر دم گہرے صداقت بھرے پریم سے ایشور کے نام سمرن کرنے کا اپنے آپکو خوگر بناؤ۔ گویا کھاتے پیتے چلتے پھرتے سوتے۔ جاگتے ایشور کا نام اُدچارن کرتے رہو۔ نام نامی سے جُدا نہیں ہوتا۔ جس چیز کا نام بار بار سمرن کیا جاتا ہے یقیناً وہ چیز آنکھوں کے سامنے ہی ہوتی ہے۔

ہر آنکو ورد جانش رام نام است ۔ مُلاقاتش بآں دلبر مدام است

جو آدمی بھگوان کے نام کا جاپ ہر دم کرتا رہتا ہے۔ اس کو رام جی کا ملاپ ہر وقت نصیب ہے۔ جب نامی کی محبت میں تم اپنے آپ کو فنا کر دوگے۔ یا یوں کہئے کہ نامی کو سمرتے سمرتے تم نامی کو اپنے دل کے حُجرہ میں مقیم پاؤگے تو آپ کے سامنے زندگی اور موت کا مرحلہ طے ہو جاوے گا۔ آپ اسی نغیر محمدو دلاینال معشوق سے ہم آغوش ہو جاؤگے اس موقعہ پر حافظ صاحب شیرازی نے کیا ہی۔ موتی پرو دیا ہے۔ جسکے معنی پر متانت اور سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ سے

حضوری گر ہمے خواہی ازو غائب مشو حافظ ۔ متیٰ ما تلق من تہوی دع الدنیا و اہملہا

اے حافظ اگر تو خدا کی حضوری چاہتا ہے۔ تو اُس کی یاد سے ایک دم بھی غافل مت ہو۔ دُنیا اور اہل دُنیا کی صحبت سے دور بھاگ۔ چونکہ صحبت کا اثر آدمی کے دل میں بہت جلدی ہو جاتا ہے۔ اسلئے حکمائے الٰہی نے دُنیا داروں کی صحبت سے متلاشی حق کو الگ تھلگ رہنے کے واسطے ہدایت فرمائی ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر مجھے حضرت صاحب کا شعر یاد آگیا ہے۔ جو رہروان حقیقت کیواسطے نہایت ہی مفید ہے۔ سے

اہل دُنیا ہمچو دیوار نجاست خانہ اند ۔ دیدن اینہا بجز حاجتے در کار نیست ۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دُنیا کے شیدائی مثل ٹٹی کی تصویروں کے ہیں۔ ان کا دیکھنا سوائے حاجت ضروریہ کے (غلاظت کا مسعدہ سے خارج کرنا) واجب نہیں ہے۔ روحانی خوشی کے طالب کے واسطے یہ نسخہ جو اوپر بتلایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ست سنگ کا ہونا ضروری امر ہے۔ اور اہل دُنیا کی صحبت سے گریز اچھا ہے اس موقعہ پر بھائی نندلال جی گویا کیا خوش فرماتے ہیں۔ سے

۱:۔ عمر آں باشد کہ در یادِ خدا ۔ بگذرد دیگر نباشد مدعا ۔ مدعا زیستن جز یاد نیست ۔ غیر ذکرش اینقدر ما شاد نیست

۲:۔ شادی دائم بود یادِ خدا ۔ اے زہے دولت کہ باشد رہنما ۔ گرچہ حق در جملہ دلہا بود ۔ ایک عارف صاحب ایما بود

۳:۔ چشم عارف قابل دیدار است ۔ مردِ عارف واقف اسرار ہست ۔ صحبت مردان حق رادوستدار ۔ تا تو ہم گردی زعیش پایدار

۴:۔ ہرچہ ہست از صحبت اکسیر بود ۔ زانکہ جسم و جاں سراپا جاں بود ۔ اے زہے صحبت کہ خاکے سیر کرد ۔ ناکسے را صاحب تدبیر کرد

۵:۔ گوہر و لعل و جواہر پیش شاں ۔ ہر دمے کو بگذرد در یادِ آں ۔ این جواہر ہا ہمہ فانی بود ۔ یادِ حق بر بندہ از رانی بود۔

۶:۔ یادِ حق یعنی زخود بگذشتن است ۔ از خیال غیر حق وارستن است ۔ ہر کسے کو باخدا دل بستہ است ۔ او زخرچ نہ طبق برجستہ است

۷:۔ صحبت دل بستگاں باخدا ۔ کے میسر آئدت این کیمیا ۔ با بزرگان صحبت می بایدت ۔ از ہمہ اول ہمی می شایدت۔

۸:۔ قادرِ مطلق بقدرت ظاہر است ۔ درمیان قدرت خود قادر است ۔ گو اصل گشتہ نزدیک او ۔ غیر حرف بندگی دیگر مگو۔

۹:- این ہمہ از دولتِ این بندگیست - زندگی بے بندگی شرمندگیست

ترجمہ اشعار فارسی

۱:- عمر وہی مبارک ہے جو ایشور کی یاد میں گذرے - اسکے سوا اور کسی قسم کا مدعا اور مقصد نہ ہو - (۲) زندگی کا مقصد فقط یادِ الٰہی ہے ۔ بھائی نند لال جی کہتے ہیں - کہ بغیر ذکرِ الٰہی کے میرا دِل خوش نہیں رہتا - (جسکو سچی اور لازوال خوشی کہتے ہیں وہ ہری کا سمرن ہی ہے ۔) ۳:- ابدی خوشی یادِ حق سے ہی ملتی ہے - وہ خوش نصیب آدمی ہے - کہ جسکو اسطرف رہنمائی ہو - ۴:- اگرچہ ایشور سبکے دِلوں میں بستا ہے - لیکن عارف کو خاص یہ منصب نصیب ہے - ۵:- عارف کا مکھڑا قابل دیدار ہے - کیونکہ وہ خدا کی ذاتِ پاک سے ملا ہوا ہے - مردِ عارف اسرار الٰہیہ سے آگاہ ہے - ۶:- خدا کے محب میں ان کی صحبت اختیار کر تاکہ تجھکو بھی خدا کا دیدار نصیب ہو - ۷:- یہ یقین کر لے کہ سب کچھ اُن کی صحبت سے حاصل ہوا ہے - اسلیئے کہ وے سراپا نور علی النور ہوتے ہیں - ۸:- واہ کیا ہی مبارک صحبت ہے - کہ جسنے خاک کو اکسیر بنا دیا - اور ناقص العقل کو عقل بنا دیا - ۹:- عارفوں کے فہم ذکا میں جو جو انفاس، یادِ حق میں گذریں وہی قیمتی موتی اور لعل وجواہر ہیں - ۱۰:- دُنیا کے جواہرات تو آخر کو خاک میں مِل جائیں گے - لیکن خدا کی یاد انسان کے واسطے خاص برکت ثابت ہوگی - ۱۱:- تو جانتا ہے کہ مردانِ حق کی راہ ورسم کیا ہے - وہ جنم ومرن کی قیود سے آزادِ مطلق ہیں - ۱۲:- مردانِ حق کے واسطے نامِ حق خاص زیورات جسکو وہ ہردم حرزِ جاں بنائے رکھتا ہے - ان کا جسم مبارک حق کے نور سے چمکتا دمکتا رہتا ہے - ۱۳:- ان کی تعلیم متلاشئ حق کو ابدی حیاتی عطا کرتی ہے - ان کی زبان خدا کے وردو وظیفہ میں ہردم مشغول رہتی ہے - ۱۴:- جس آدمی کو مقربین حق سے آشنائی ہوگئی - اُن کا سایہ ہُما کے سایۂ سے بھی فوقیت لے گیا - لوگ کہتے ہیں - کہ جس آدمی کے سر پر ہما کا سایۂ پڑ جاتا ہے - وہ بادشاہ بن جاتا ہے - ۱۵:- اس شعر میں خصوصیت سے بھائی نند لال جی فرماتے ہیں - یادِ حق وہی مبارک ہے - کہ جسمیں تم اپنی ہستی کو بھول جاؤ یا یوں کہیئے کہ یادِ حق ایسی کامل ہو - کہ جسمیں نعرہت کا نام ونشان مٹ جاوے - ۱۶:- اپنی ہستی کا مٹانا ہی کُلی آزادی ہے اور یہی خدا کے ساتھ پیوستگی ہے - ۱۷:- جس آدمی نے اپنا دِل خدا کو دیدیا وہ نالویں آسمان کے معراج سے بھی درجہ اُوپر لیگیا - ایسے جو ایشور کے پیارے اور لاڈلے بھگت ہیں - ان کی صحبت جو کیمیا اکسیری ہے کیسے حاصل ہو - ۱۸: بھائی نند لال جی فرماتے ہیں - کہ تمام اذکار وافکار کو چھوڑ کر سب سے پہلے ایسے خدا رسیدوں کی سنگت حاصل کرنی چاہیئے - قادرِ مطلق اپنی قدرت سے ظاہری - اپنی قدرت کے بیچ خدا غالب ہے - چونکہ انسان مظہرِ حق ہے - اِس لِئے بھائی صاحب فرماتے ہیں - کہ خالق اپنی مخلوق سے ظاہری یعنی وہ واحد الوجود اپنی کثرت میں نمودار ۱۹:- یہ شرف اور عظمت اس بندگی الٰہی یعنی احدیت کے پہچاننے میں ہی ہے - ورنہ زندگی ایشور کے پریم کے بغیر شرمندگی اور موت ہی ہے -

"اوم شم اوم"

خط وکتابت کرتے وقت اپنا نام خوشخط حروف میں لکھا کریں اور چِٹ نمبر کا حوالہ بھی ضرور دیا کریں - تاکہ تعمیل کرنے میں دیری نہ ہو

شانتی اپنا لکشیہ بناؤ

حضرت ڈاکٹر این پی نگم۔ آتما فیض آبادی منصوری

ٹیک :- کچھ بھی ہو۔ شانتی اپنی نہیں جانے پائے

شانتی دل سے کبھی اپنے نہ جانے پائے ۔ لکشیہ جیون کا ہمیشہ یہی رکھا جائے ۔
چاہے جو خرچ ہو۔ نقصان ہو کتنا ہی تجھے ۔ اس سے گر شانتی ملتی ہو۔ نہ جانے پائے ۔
کچھ بھی ہو شانتی اپنی نہ جانے پائے

غصہ کرتا ہے کوئی۔ گالی ہی دیتا یا کوئی ۔ جھگڑا دُکھ مت کرو مت شانتی جانے پائے
ٹھگتا ہے گر کوئی دے دھوکا۔ اُسے ٹھگنے دو ۔ ہو برن شانتی ہرگز بھی نہ جانے پائے ۔
کچھ بھی ہو شانتی اپنی نہیں جانے پائے

شانتی کیلئے بہتوں نے تجا دھن گھر۔ راج ۔ مول لے لو کسی داموں بھی نہ جانے پائے
رام ہی شانتی بھنڈار ہیں بس رام ہی بھج ۔ آتما شانتی چھن بھر بھی نہ جانے پائے
کچھ بھی ہو شانتی اپنی نہیں جانے پائے

ہانی ہو۔ گھر بھی چھٹے۔ ہر طرح اپمان بھی ہو ۔ کچھ بھی ہو شانتی دل سے نہیں جانے پائے
دھن بھی دیکر جو ملے شانتی سستی ہی ہے ۔ مول لیلو کسی داموں سے نہ جانے پائے
کچھ بھی ہو شانتی اپنی نہیں جانے پائے

شانتی لکشیہ ہو جیون کا۔ پرن گیا تو یہ کر ۔ شانتی جھنجھٹوں میں بھی تو نہ جانے پائے
دل ہے گھر شانتی کا۔ رام کا۔ رکھ دل میں نہ غم ۔ رام یا شانتی بس دل سے نہ جانے پائے
کچھ بھی ہو شانتی اپنی نہیں جانے پائے

تو نہیں تن ہے۔ تو ہے آتما۔ لکھ اپنا سروپ ۔ شانتی یوں ہی کسی حال نہ جانے پائے
نہ تو ہنس مکھ۔ نہ شکن چہرہ میں بھی آئے ذرا ۔ شانتی نقد ہی یوں لیلو۔ نہ جانے پائے
کچھ بھی ہو شانتی اپنی نہیں جانے پائے

خوشی کی طرف سیدھا اور سادہ راستہ

از پروفیسر نرمل چندر
جی دیال سنگھ کالج لاہور

خوشی ہر شخص کو مطلوب ہے۔ اور ہم بھی وجدانی طور پر محسوس کرتے ہیں کہ خوشی ہماری زندگی کیلئے ایک ایسی ہی قدرتی بات ہونی چاہیئے۔ جیسے کہ جسم کے لئے صحت۔ لیکن جہاں خوشی کی تمنا ایک عالمگیر شئے ہے۔ وہاں اس کا حصول سب سے بڑھکر نادر اور کمیاب ہے۔

دنیا میں لذت کی کوئی کمی نہیں۔ اور خاصکر موجودہ زمانہ میں علمی ایجادات نے نہ صرف وسائل لذات کو غیر معمولی فروغ دیا ہے۔ بلکہ ان کے حصول کو بھی سہل بنا دیا ہے۔ جو لذات کبھی صرف شاہنشاہوں کے حصے میں آسکتی تھیں اب ایک معمولی آدمی انہیں ناکافی خیال کرتا ہے۔ آج ایک طرف تو انسان خواہشات کو پھیلاتا چلا جا رہا ہے۔ دوسری طرف انسانی عقل ساتھ ہی ساتھ انکے پورا کرنے کے سامان مہیا کر رہی ہے۔

زندگی میں حقیقی اور پائدار خوشی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسے لذات سے تمیز کیا جائے۔ لذات ہمیشہ ہی عارضی اور بیرونیات پر منحصر ہوتی ہیں۔ ان کا حصول قوت حیات کے خرچ پر ہوتا ہے۔ اور ان سے زندگی کوئی جمع ہونے والی قدر حاصل نہیں کرتی۔ انکاری ایکشن (جواب عمل) لازمی طور پر درد اور مرجھاوٹ پیدا کرتا ہے۔ جس طرح چھلنی میں پانی بھرنا مشکل ہے۔ اسی طرح لذات سے تسلی پانا محال ہے۔ لذات کے پیچھے دوڑنے والا شخص گویا کھاری پانی سے اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے۔ لذات پرستی ایک طرح کی واقعی خود کشی ہے۔ اس کے پھل اکتاہٹ۔ بیماری۔ جہالت اور سُبکی ہیں۔ اسکی پیروی تمام نفیس احساسات کو برباد کر دیتی ہے۔ لذات کا عاشق خود پرست ہونے سے ایثار کی قابلیت نہیں رکھ سکتا۔

اس کے عین خلاف سچی خوشی کبھی بیرونی اشیا اور حالات پر منحصر نہیں ہوتی۔ یہ باہر سے حاصل ہونے کی بجائے نیکی اور صحیح زندگی کے اندر سے خود بخود اشاعت پاتی ہے۔ لذت پرستی اور محتاجی کی مانند خوشی اور آزادی بھی سدا اکھٹے پائے جاتے ہیں۔ خوشی کے ذریعے زندگی خرچ ہونے کی بجائے بڑھتی ہے۔ خوشی اس امر کی یقینی علامت ہے۔ کہ ہم صحیح راستے پر چل رہے ہیں۔ اور ہمارے اعلیٰ ترین قوئے زندگی میں حکومت پذیر ہیں۔ بخلاف اس کے لذات پرستی غلبہ حیوانیت کو ظاہر کرتی ہے۔ خوشی کے اثرات زائل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی ری ایکشن رکھتے ہیں۔ خوشی ہر پہلو ترقی یافتہ شخصیت کی قدرتی صفت ہے۔ سچی خوشی حاصل کر لینے والا درد و مصیبت سے بچ کر نہیں رہتا۔ وہ دُکھ۔ نقصان اور ناکامیابی سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔ حقیقی معنوں میں خوش انسان درد۔ مصیبت۔ مخالفت اور شکست میں بھی افسردہ اور مغموم نہیں ہوتا۔ خوشی ہمیشہ نفیس اور

روحانی جذبات کو بڑھاتی ہے۔ اور دلیری اور ایثار کی صفات پیدا کرتی ہے .... خوش انسان اپنے آپ ہی میں دولت مند ہوتا ہے۔ اسلئے خود غرضی۔ بددلی اور حسد و بغض اس سے کوسوں بھاگتے ہیں۔
خوشی کا گھر واقعی زندگی میں ہی ہے۔ کہیں برترین آسمانی طبقات میں نہیں۔ یہ بطور انعام کے کبھی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ صحیح اور مکمل زندگی کی ایسی ہی قدرتی صفت ہے۔ جیسے کہ چندن کی خوشبو۔ اسلئے یہ کبھی بیرونیات میں نہیں بلکہ سدا اپنے آپ میں ہی حاصل ہوتی ہے۔ واقعی زندگی سے بے تعلق رہ کر ہم نشہ تو حاصل کر سکتے ہیں، مگر خوشی نہیں۔ جو لوگ زندگی کی واقعی اور زندہ خوشی سے محروم ہیں۔ وہ اگلی یا آسمانی دنیا کے خوابات یا قیاسات میں خوشی پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر بے سود۔

زندگی خود ہی عین سرور ہے۔ مرجھاوٹ اور غم بیماری کی علامات ہیں۔ اگرچہ وہ بیماری غیر جسمانی ہی ہو۔ خوشی کا وقت ابدی حال (Eternal Now) ماضی یا مستقبل نہیں۔ کیونکہ زندگی ہمیشہ حال میں جیتی ہے۔ اور حال ایک بے مقدار نقطہ نہیں بلکہ بے آغاز و انجام ابدی حقیقت ہے۔ اسلئے خوشی کو گذشتہ اور آئندہ میں ڈھونڈھنا فضول ہے۔ اور گذشتہ اور آئندہ کے سوالات اس دل کو ہی پریشان کیا کرتے ہیں۔ جو حال میں خوشی کی دولت سے محروم ہے۔ خوشی اپنا مقصد آپ ہے۔

خوشی کا راستہ درمیانی راستہ ہے۔ جو نفس کشی اور لذت پرستی کی انتہاؤں کے درمیان ہے۔ یہ دونوں متضاد انتہائیں زندگی کی قبولیت نہیں۔ بلکہ اس سے فرار ظاہر کرتی ہیں۔ غیر ذمہ داری اور فراموشی میں کوئی خوشی نہیں واقعیت کے ساتھ صحیح تعلق رکھنا ہی خوشی کا اصلی راز ہے۔ جب ہم اپنے وجود کی تمام طاقتوں کا ان کے متعلقہ قوانین کے مطابق معقول استعمال کرتے ہیں۔ تب ہمارا جینا اور رہنا ہی عیش و خوشی ہو جاتا ہے۔ والٹ وٹمین کے الفاظ ہیں:-

Being is joy, Breathing is joy.

صرف بیرونی اور مادی نیچر کا مطالعہ انسان کو طاقت تو دے سکتا ہے۔ مگر سچی خوشی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قدرت کے خوبصورت اور شاندار نظارے ہمیں خوشی کی جھلکیں دکھلایا کرتے ہیں۔ مگر پائدار خوشی صرف خود شناسی۔ خود ضبطی اور خود ایثاری سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ خود پرستی اور خود غرضی اس کے جانی دشمن ہیں۔ خود غرض آدمی کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ لیکن اپنی خوشی کو بھول کر دوسروں کی خوشی کے لئے جینے والا انسان ہمیشہ پھول کی مانند شگفتہ رہتا ہے۔

اگر انسان صحیح طور پر جینا سیکھ لے۔ تو خود ہی وہ بہشتوں کا بہشت ہے۔ اسکے خلاف لذت پرست انسان دوزخ کا ایندھن ہے۔ ولی عطار سچ کہتا ہے:-

چوں شود اوصاف و اخلاقت نکو
ہشت جنت خود توئی میداں نکو

اگر خوشی کو "اندرونی صحت" کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ کیونکہ زندگی کے اعلےٰ طبقات پر خوشی بھی وہی شے ہے۔ جو کہ جسمانی طبقات پر صحت کہلاتی ہے۔ صحت و خوشی دونوں کے لئے خود انسان ہی ذمہ دار ہے۔ دونوں ہی صرف

اپنے اندر سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ باہر سے کوئی دے نہیں سکتا۔

جسمانی صحت کا اصلی راز کلیت (Wholeness) ہے۔ جب کسی جسم کے تمام اعضاء بے خبری سارے جسم کی مشترکہ بہبودی کیلئے جیتے ہیں۔ اور آپس میں جدائی کا احساس نہیں رکھتے۔ تب وہ جسم صحیح خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب افراد خودغرضانہ خواہشات کو چھوڑ کر اس سوسائٹی کی مجموعی بہتری کے لئے جیتے ہیں۔ اور آپس میں جدائی کا احساس نہیں رکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ سوسائٹی افراد سے الگ اپنی کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ مگر اسے افراد کا مجموعہ خیال کرنا بھول ہے۔ کیونکہ سوسائٹی ایک زندہ کل ہے۔ جو اپنے اجزا (افراد) سے بے اندازہ بڑا ہے۔ اسی طرح افراد بھی اگرچہ جداگانہ وجود۔ علم اور ارادہ رکھتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔ مگر دراصل وہ سوسائٹی سے اور سوسائٹی میں ہیں جس طرح شہد کی مکھی چھتے سے الگ ہو کر سوکھ جاتی ہے۔ اسی طرح فرد بھی سوسائٹی سے الگ ہو کر اپنی اعلےٰ زندگی کھو بیٹھتا ہے۔

فرد کا سوسائٹی کے ساتھ روزانہ زندگی میں صحیح تعلق خیال۔ جذبہ اور عمل کی راہ سے قائم ہو سکتا ہے۔ اندرونی صحت کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہمارے خیالات غیر شخصی۔ کل موجودات کی وحدت پر مبنی۔ خوش خیالیوں اور عقائد کی آلائش سے پاک۔ عالمگیر اور ابدی حقائق کی تلاش کرنے والے ہوں۔ اور ہمارے جذبات شخصی پسندیدگی سے صاف۔ سب کے ساتھ ہمدردی اور محبت رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح ہی ہمارے اعمال شخصی یا قومی طاقت یا مقبوضات بڑھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ بنی نوع انسان کی مشترکہ بھلائی کے لئے تعمیری نتائج پیدا کرنے والے ہوں۔ غرض خوشی کی زندگی بسر کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہمارا شخصی وجود اپنے مادی یا غیر مادی ماحول کے ساتھ پوری موافقت رکھتا ہے۔ اس کا نام ہی اندرونی حکمت اور صحت ہے۔

خوشی ہمارا پیدائشی حق ہے۔ یہ حق بخشش یا عطیے کی شے نہیں۔ بلکہ ملکی سوراجیہ کی مانند یہ فتح کرنے سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ فتح مندی صرف صحیح علم۔ خالص محبت اور باہمی تعاون کے ذریعے اسی زندگی میں اور اسی زمین پر نصیب ہو سکتی ہے۔ اور انسانی زندگی کا کمال اس فتح مندی میں ہی ہے۔

طرح ہے۔ تو ہم اپنی مرضی ظاہر کر کے اُس کی ناراضگی کا باعث کیوں بنیں۔

خود ضبط انسان خیال کرتا ہے۔ کہ جو بات میرے مُنہ سے نِکل جائیگی۔ اُس کے لِئے مجھے خوشی یا افسوس کرنا پڑے گا۔ اگر میں خاموش رہوں گا تو رنج و راحت سے بھی آزاد رہوں گا۔

خود ضبط انسان خیال کرتا ہے۔ کہ یہ دُنیا ایک آئینہ ہے۔ جس شکل کا مَیں اپنا مُنہ بناؤں گا۔ وہی شکل آئینہ میں بھی نظر آئے گی۔ جس طرح کا سلوک میں لوگوں سے کروں گا۔ وہ بھی وہی سلوک میرے ساتھ کریں گے۔ اس لئے وہ اس قول پر یقین رکھے گا کہ ؎

آنچہ خود پسندی - بر دیگراں روا مدار

خود ضبط انسان کی زندگی ایک درخت کی طرح ہوتی ہے۔ کہ وہ ہر شخص کو بلا تمیز یکساں فائدہ پہنچاتا ہے۔ درخت کے لِئے پانی دینے والا اور کاٹنے والا دونوں برابر ہیں۔ وہ دونوں کو یکساں سایہ دیتا ہے۔ اور یکساں پھل۔ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھکر۔

؎ برکش کی مت لے اے منا - جو واہی کو ڈھیلہ مارے۔ تا کو وہ پھل دے اے مُنا

سردی گرمی سہہ سرا دپر - کدی نہ سی اُچرے اے منا - برکش کی مت لے اے مُنا

خود ضبط انسان چاند کی طرح اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ جسطرح چاند اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی منوہر کرنوں سے ہر لبشر کو شانتی بخشتا ہے۔ اور امیر غریب۔ شاہ۔ گدا۔ نیک و بد کو برابر سمجھکر ایک سی روشنی دیتا ہے۔ اس طرح ایک خود ضبط انسان بلا تفریق مذہب و ملت ہر فرد لبشر اپنے ساتھ تعلق رکھنے والے کو فیض پہنچاتا ہے۔

دوسری پوڑی

اے دِلا دِل مبند بر دُنیا ——— کانکہ ذاتش فنا فنا باشد

پیارے من۔ شانتی سرور کی دوسری سیڑھی ویراگ یعنی بے تعلقی ہے۔ اگر تو دُنیا سے بے تعلق رہے۔ کہ جس کی تعریف کرنے میں قلم عاجز ہے۔ کِسی ویراگی اور فقیر خصلت بزرگ کو کِسی آدمی نے وصیّت کی کہ اے نیک مَرد تو گرہستی آدمی ہے۔ اس طرح آوارہ گردی زیبا نہیں۔ بہتر ہے کہ اپنی رہائش کے لِئے مکان بنا کر رہو۔ اس گرہستی بزرگ نے یہ نصیحت مان لی۔ اور راج مزدوروں کو بلوا کر مکان تیار کرنے کا حُکم دیا جسوقت مزدور کندھوں پر پھاوڑے جس سے زمین کھود کر مکان کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ رکھے ہوئے بنیاد کھودنے آئے۔ تو اُس بزرگ کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی اور کجروی کا نقشہ آگیا۔ مزدوروں کو روک کر کہا کہ مکان مت بناؤ اور اپنے ناصح سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ؎

گھر بناؤں خاک اس وحشت کدہ میں ناصحا - آئے جب مزدور مجھ کو گورکن یاد آگیا -

اس دُنیا بے بقا میں کسی کو بقا نہیں۔ ؎

آئے بھتے سو جائیں گے راجہ رنک امیر - ایک سنگھاسن چڑھ چلے اِک بندھے جات زنجیر

دوست۔ یار۔ آشنا۔ بھائی بند۔ پیر اِسری مطلب کے بندے ہیں

گھر کی نار بہت ہِت جاں سوں سدا رہے من لاگی ۔ اِس دیہی نے تجی جب کایا پریت پریت کہہ بھاگی ۔

دیگر:- میت تیرے جُھٹ پرتن واریں ۔ بیٹا بھائی باپ پکاریں ۔ موہ مایا کے پھندے ڈاریں ۔ آخر کو اگنی میں جاریں

یہ ہے جگ کی ریت ———— کسی کی دُنیا ناہیں میت

اے پیارے من دیکھ ۔ اِس دُنیا میں دِل نہ لگا ۔ ورنہ پچھتائے گا ۔ روئے گا ۔ چلائے گا ۔ مگر کچھ نہ ہوگا ۔ جس قدر اِس دُنیا کے ساتھ زیادہ تعلق رکھے گا ۔ آخری وقت اُسی قدر زیادہ تکلیف ہوگی ۔ دھرم شاستروں میں لکھا ہے ۔ کہ جس چیز کو جس قدر زیادہ مضبوطی سے پکڑو گے ۔ اُسے چھوڑتے وقت اُسی قدر زیادہ زور سے جھٹکا لگے گا ۔ پس ہر ایک چیز سے دِل برداشتہ رہ ۔ کسی بھی فانی چیز سے دِل نہ لگا ۔ فانی چیز کے ساتھ دِل لگانے سے کیا حاصل ۔ جب وہ فنا ہو جائے گی تو تُو پچھتائے گا ۔

ع آنچیز کہ نپائید ۔ دلبستگی را نشائید

پس سوائے اُس ذات برتر کے اَور کسی چیز کو بقا نہیں ۔ اگر تعلق پیدا کرنا ہے ۔ تو اُسی مالک سے کر ۔ ورنہ دُنیا میں تو ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں ۔

دیگر:- نہ ہم ہیں کسی کے نہ کوئی ہمارا ۔ فقط چند روزوں کا یاں ہے گذارہ
جنہیں سمجھے بیٹھے تھے بیٹا و بیٹی ۔ یکے بعد دیگر کیا سب کنارہ

ع دریں دُنیا کسے یاری ندیدم ۔ اگر دیدم وفاداری ندیدم ۔

سب اپنی غرض کے بندے ہیں ۔ یار دوست آشنا بھائی بند تو بجائے خود ۔ یہ شریر جس کو تُو اپنا کہہ رہا ہے اور طرح طرح کے زیب و زینت سے آراستہ پیراستہ کر کے آئینہ سے اپنی خوبصورتی کی شہادت پا کر پھولا نہیں سماتا چند روزہ بعد مٹی کا ڈھیر ہوگا ۔ نہ یہ رُوپ ہوگا ۔ نہ یہ رنگ ۔ نہ سر پر یہ اُلٹے سیدھے بال ہونگے اور نہ ٹیڑھی پگڑی ۔

ع ہاڑ جلے جیوں لاکڑی کیس جلے جیوں گھاس ۔ ایہہ تن جلتا دیکھ کر بھیا کبیر اُداس ۔

یہ بھی خبر نہیں ۔ کہ تیرا یہ خوبصورت جسم جس پر اس وقت خود تُو اور تیرے لواحقین عاشق ہیں کس وقت گر پڑے اور یہ مغرور سر خاک میں جا رہے ۔ ع

ہم نے سمجھا کھائینگے بہو رزق بہو مال ۔ دِل کی دِل میں ہی رہی پکڑ لے گیا کال

دیگر:- آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں ۔ ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں ۔
خون کا کیچڑ ہے اسمیں اور اینٹیں ہڈیاں ۔ چند سانسوں پر کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پر زور آندھی اس سے جب ٹکرائیگی ۔ دیکھنا پھر یہ عمارت ٹوٹ کر رہ جائیگی

جب انجام یہی ہے ۔ تو پھر غرور بے جا ہے ———— کسی آدمی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ یا حضرت ۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرے عزیز دوست ۔ یار ، آشنا ، رشتہ دار میرے بغیر کس حالت میں رہینگے ؟ بزرگ نے فرمایا کہ تیرے یار دوست ، آشنا ، رشتہ دار جو عدم آباد کو جا چکے ہیں ۔ اُن کے بغیر تُو جس حالت میں ہے ۔ تیرے یار دوست بھی اِسی حالت میں رہینگے ۔

کہاں ہیں ۔ وہ شہنشاہ کج کلاہ جو روئے زمین پر حکمراں تھے اور کروڑوں انسان تابع فرمان تھے ۔ آج صفحۂ زمین پر سوائے شکستہ قبروں کے اور کچھ بھی نشان اس زمانہ نے چھوڑا ہی

مثال بت سبھی سب ہیں بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندیں - یہ جاگے تھے ابتدا میں کس دن - جو سوتے ہیں انتہا کی نیندیں
پڑے یہ ہائے کیسے غافل چڑھی ہیں یہ کس بلا کی نیندیں - نسیم غفلت کی چل رہی ہے اُمنڈ رہی ہیں قضا کی نیندیں
پڑا ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے - سرائے دُنیا ہے کوچ کی جا ہر ایک کو خوف دمبدم ہے

دیگر:- دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ - تخت زمیں پہ سینکڑوں آئے چلے گئے

پس اے دل - تو بھی اس فانی دُنیا میں صرف گذران کر - یہ دُنیا ایک سرائے ہے - اس دُنیا میں اُونچے اُونچے محل نہ اُسار - جبکہ زمین نیچے کو بُلا رہی ہے - اس کے علاوہ یہ بھی پتہ نہیں کہ ایک لحظہ میں کیا سے کیا ہوگا -

دیگر

بہ یک لحظہ بیک ساعت بیک دم - دگرگوں میشود احوال عالم

پل میں سکھیاں سین گنداویں - پل میں گیسو پڑ گئے گل - پل میں پشتی جھگڑے دیکھے - پل میں آن کٹائے گل -!
پل میں دیکھی ہری ہری کھیتیاں پل میں اوپر ہلگئے ہل - پل میں دریا موجیں ماریں - پل میں ہو گئے ریت کے تھل
پل میں نگر چین سے بستے - پل میں ہو گئے جل اُور تھل - اس کرتا سے ڈرتا رہیو - کرتا لاوے گھڑی نہ پل -
پل میں سوکھی ندیاں دیکھیں - پل میں ہو گئے جل اُور تھل

پل میں کھیلیں بال بچوں میں - پل میں موت نے گھونٹا گل - پل میں راجہ راج گدی پر - پل میں جھولی پڑ گئی گل -
پل میں جودھے جنگ مارتے - پل میں گر گئے سر کے بل - پل میں دیکھے مُلک کے حاکم - پل میں سنگل پڑ گئے گل -
پل میں سوئے پھول سیج پر پل میں سوئے چتا میں جل - اس کرتا سے ڈرتا رہیو - کرتا لاوے گھڑی نہ پل
پل میں سوکھی ندیاں دیکھیں - پل میں ہو گئے جل اُور تھل

پل میں راج تلک کی تیاری پل میں رام چلے جنگل - پل میں سیتا تھی مہارانی پل میں روئی ہتھ دے گل
پل میں لچھمن پھرن ناچتے پل میں ہو گیا پھل بھٹی چل - پل میں راون سوپت رکھتا پل میں ہو گیا اُوت سے بڑھ
پل کو گوبند داس نہ کھو تو - تارن والا ہے یہ پل ! - اس کرتا سے ڈرتا رہیو - کرتا لاوے گھڑی نہ پل -
پل میں سوکھی ندیاں دیکھیں - پل میں ہو گئے جل اُور تھل -

اے میرے پیارے من - یہ ہے نقشہ اس فانی دُنیا کا - اور یہ ہے سیڑھی شانتی سرور کی - اب تیرے اختیار میں ہے کہ جس طرح چاہے گذران کر -

(تیسری پوڑی)

اے من! شانتی سرور کی تیسری پوڑی وچار ہے - اگر تو وچار وان بنے گا تو شانتی سرور میں جلدی ڈبکیاں لگائے گا - اگر وچار وان نہیں ہے - بلکہ مورکھ ہے - تو پھر اس پوڑی پر ہی بیٹھا رہے گا -

جن ڈھونڈھیا تن پائیا گہرے پانی پیٹھ - میں بوری ڈوبن ڈری رہی کنارے بیٹھ

اُور نہ وزیر امیر۔ دربان سے پوچھنے پر معلوم ہُوا۔ کہ آج راجہ صاحب سخت بیمار ہیں۔ اُور تمام امیر وزیر ان کے پاس گئے ہوئے ہیں۔ مُورکھ کو خیال آیا۔ کہ چلو ہم بھی راجہ صاحب کو دیکھیں کہ کس طرح بیمار ہیں؟ مُورکھ راجہ صاحب کے محل میں گیا۔ وہاں دیکھا کہ راجہ صاحب بسترِ مرگ پر پڑے ہیں اُور تمام امیر وزیر سیاہ ماتمی لباس پہنے کھڑے آنسو بہا رہے ہیں۔ ایک طرف سینکڑوں غلام دست بستہ کھڑے گریہ زاری کر رہے ہیں۔ دوسری طرف رانیاں سر پیٹ رہی ہیں۔ سینکڑوں بہادر جنگ نوجوان کہ جن کے نعرہ سے شیر بھی خوف کھاتے تھے۔ اُور دشمن کی فوج ظفر موج کو ایک پل میں تہ وبالا کر دیتے ہیں۔ حیران پریشان سراسیمگی کی حالت میں حسرت بھری نظر سے راجہ صاحب کو دیکھ رہے ہیں۔ اُور ہاتھ مل رہے ہیں۔ مگر کسی کی پیش نہیں چلتی۔ کہ راجہ صاحب کو بچائے مُورکھ نے یہ تمام نظارہ دیکھا اُور حیران رہ گیا۔ اتنے میں راجہ صاحب کی نظر مُورکھ پر پڑی۔ دیکھا کہ مُورکھ درباری لباس (وردی) اُور پیٹی زیب تن کئے کھڑا ہے۔ خیال آیا۔ کہ آجتک اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ اب میرا آخری وقت ہے بچنا محال ہے۔ اچھا ہو اس آخری وقت میں مُورکھ سے دو باتیں ہو جائیں۔ یہ سوچکر راجہ صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے مُورکھ کو بُلایا۔ اُور کہا۔ کہ مُورکھ آج ہماری تیاری ہے۔ آخری وقت میں تو مجھ سے دو باتیں کر لے۔ آج پہلی دفعہ مُورکھ نے زبان کھولی اُور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ کہ مہاراج کہاں کی تیاری ہے؟ راجہ:۔ "بہت دُور"۔ مُورکھ:۔ "پھر بھی بتلائیے تو سہی۔ کہ کتنی دُور"؟ راجہ:۔ "یہ پتہ نہیں کہ کتنی دُور"۔ مُورکھ:۔ "یہ کیا آپ جا تو رہے ہیں۔ اُور یہ پتہ نہیں کہ کتنی دُور" راجہ:۔ "ہاں بالکل پتہ نہیں کہ کتنی دُور" مُورکھ:۔ اچھا تو انتظام کے لئے سپاہ۔ خیمے۔ سامان خورد و نوش سب جا چکا ہے؟ اُور وہ وہاں ہر طرح کا انتظام کر چکے ہوں گے؟" راجہ:۔ "نہیں۔ بالکل نہیں۔ کوئی نہیں گیا۔ اُور نہ ہی کسی کو بھیجا جا سکتا ہے۔" مُورکھ:۔ "اچھا تو کوئی خاص نجی کام ہوگا۔ اُور یہ بھی بتلائیے کہ کون کون سی رانی صاحبہ ساتھ جائیں گی"؟ راجہ:۔ "کوئی بھی نہیں"۔ مُورکھ:۔ تعجب سے۔ "ایسا کونسا کام ہے۔ کہ کوئی رانی بھی ساتھ نہیں جائے گی۔ کیا صرف وزیر اعظم ساتھ جائیں گے"؟ راجہ:۔ "یہ بھی نہیں" مُورکھ:۔ سخت حیرانی سے۔ "اچھا یہ تو بتائیے۔ کہ رتھ پر جائیں گے۔ یا ہاتھی پر یا گھوڑے پر۔ یعنی کون سی سواری ہوگی"؟ راجہ:۔ سواری بھی کوئی نہیں"۔ مُورکھ۔ "راجہ صاحب۔ آپ مجھ سے ہنسی کر رہے ہیں اتنا لمبا سفر بغیر سواری"۔ راجہ:۔ "ہاں مُورکھ بغیر سواری"۔ مُورکھ:۔ "تو کیا سامان خورد و نوش ساتھ لے جائیں گے"؟ راجہ:۔ "نہیں ساتھ بھی نہیں لے جا سکتے اُور بھیجا بھی نہیں"۔ مُورکھ:۔ "تو پھر آپ وہاں کس طرح گذارہ کریں گے۔ اُور کس طرح جائیں گے۔" راجہ:۔ ؎ ہائے

پھرا نہ مُلکِ عدم سے کوئی کہ میں پُوچھوں　-　کہو مسافرِ منزل پہ کیا گذرتی ہے۔

مُورکھ:۔ "تو پھر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی ابھی آپ واپس آ جائیں گے۔ جس کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں"۔ راجہ:۔ "نہیں مُورکھ۔ ابھی ابھی تو کیا۔ اب تو پھر واپس آنا ہی نہیں"۔ مُورکھ:۔ "کیا یہ سب سچ ہے"؟ راجہ:۔ "ہاں بالکل سچ"۔ مُورکھ:۔ "پھر تو نہایت تعجب ہے۔ کہ اتنا لمبا سفر۔ کہ جس کی حد نہیں۔ پھر اکیلے جا رہے ہیں۔ کوئی وزیر امیر رانی نوکر وغیرہ بھی ساتھ نہیں۔ اُور جہاں جا کر پھر آنا

بھی نہیں۔ پھر باوجود راجہ ہونے کے بھی خورد و نوش کا انتظام نہیں۔ اگر یہ سب سچ ہے تو پھر لیجئے یہ پیٹیا جو آپ نے مجھ کو اوّل درجہ کا بیوقوف ہونے پر دی ہے۔ اپنی کمر سے باندھیئے کیونکہ آپ مجھ سے بھی زیادہ بیوقوف ہیں۔

راجہ نے جب یہ فقرہ سُنا تو عقل ٹھکانے لگی۔ اور رونے لگا۔

مُورکھ ہنسا اور کہا۔ کہ بھولے راجہ

س آچھے دِن پاچھے گئے ہر سُوں کیو نہ ہیت ——— اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اسلئے میرے پیارے من! تو مُورکھ نہ بن بلکہ وچار وان بن۔ سوچ۔ سمجھ اور سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھ ایسا نہ ہو کہ مُنہ کے بل گرے اور ایسا گرے کہ پھر اُٹھ بھی نہ سکے۔

میرے من! جب تُو یہ تین شانتی سرودر کی سیڑھیاں اُتر جائے گا۔ تو پھر شانتی سرودر میں اشنان کر کے شانت ہو جائے گا۔

"اوم شانتی شانتی شانتی اوم"

شانت ہردہ

از حکیم رمیلداس صاحب مُصطبہ شفاخانہ کلید صحت۔ ماہرہ ضلع مظفرگڑھ

شانت ہردہ سوئی جانیئے۔ کہہ سُنے نہ بات — وہ تو اپنے رُوپ میں مگن رہے دن رات !

شانت ہردہ سوئی جانیئے۔ سب میں رہ سمان — دُکھ سُکھ اُستت نندیا مان ہو یا اپمان !

شانت ہردہ کے واک سے ہردہ شانت ہو جائے — جیوں جل اگنی پہ گرے۔ اگن مات ہو جائے

شانت ہردہ کا نیم ایہہ کرتا پر اُپکار — مان وڈیائی تیاگ کے وچرے وِچ سنسار

شانت ہردہ جو پُرش ہے سو مُورت بھگوان — پنچ۔ اُتم۔ کھوٹا۔ کھرا۔ سب سوں ہے سمان

شانت ہردہ کا ایہہ لچھن سب میں ہری سمائے — سب سوں میٹھا بولئے رُوٹھ ہری مت جائے

شانت ہردہ کا ایک پل بن سمرن نہ جائے — انتر لو لاگی رہے من میں ہری سمائے

شانت ہردہ جو پُرش ہے۔ تاں کا مت اگادھ — اُوپنچ پنچ سے بھن رہے لیت اپین رس سواد

شانت ہردہ کا ایہہ لچھن سب کچھ جُھکے ہوئے۔ — وایو۔ جل۔ سُورج چلے۔ بن جُھکے نہ کوئے !

شانت ہردہ کا رس یہی رام نام رس لے — چھوٹے رس سنسار کے چھاڈ کے مگن رہے

شانت ہردہ کا ایہہ لچھن سب ہیں رُوپ بھگوان — پشو۔ پکشی چر۔ اچر۔ مُورکھ وِدیا وان !

شانت ہردہ کا ایہہ پرن جیسا کیجئے۔ پائے — بوئے پیڑ ببول کے آم کہاں سے کھائے

شانت ہردہ موہے بخشئے ست گورو دلوان دلیو — [illegible] کچھ نہ چاہیئے [illegible] تیری سیوا !

مہرشی یاگولکیہ کا ویاکھیان

سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ ماہ فروری

از شری سوامی نیتانند جی بھارتی

"گھونسلہ کی رکھشا پرانوں سے کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ کہ گھونسلہ تو خود ہی گندہ ہے۔ لیکن اس کی رکھشا کب ہوگی۔ اس کی صفائی کب ہوگی؟ جب تک پران کام کریں گے۔ پرانوں کی آمد و رفت سے پرانوں کے آدا گمن سے جسم تندرست رہتا ہے۔ وید نے یہ بھی اپدیش دیا۔ کہ اگر اس جسم سے کام لینا چاہتے ہو۔ اور سنسار میں آکر جنم سپھل کرنا چاہتے ہو۔ تو پرانوں پر غور کرو۔ پرانوں کو طریقہ سے چلاؤ۔ پرانایام کر کے من کو قابو کرو۔ اس سے جسم بھی تندرست رہے گا۔ اور پرمارتھ میں بھی مدد ملے گی۔ یہ اس وید منتر کا مطلب ہے۔

اب آگے سنیئے۔ رشی اپنے سدھانت کی پشٹی میں اور بھی وید منتروں کا پرمان دے رہے ہیں۔ غور کیجئے۔

"یہ آتم دیو سوپن میں اتار چڑھاؤ محسوس کرتا ہوا انیک پرکار کی رچنا رچتا ہے۔ کبھی یہ عورتوں کے ساتھ خوشیاں مناتا اور پرسن ہوتا ہے۔ کبھی بھیانک نظارے دیکھ کر ڈرتا ہے۔"

آتما کو 'دیو' کہنے سے وید کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس میں دویہ شکتیاں ہیں۔ کیا ہوا اگر یہ بندھن میں جکڑا ہوا ہے۔ یہ اپنے سروپ پر دھیان دے تو بندھن کی بیڑیوں کو چٹکی بھر میں توڑ سکتا ہے۔ اگر کوئی وشواس نہ کرے۔ تو وید کہتا ہے خواب پر وچار کرو۔ دیکھو یہ کیسے اوتار چڑھاؤ اتارتا چڑھاتا ہے۔ کبھی اچھا بنتا ہے۔ کبھی خراب بنتا ہے۔ کبھی آنند مناتا ہے۔ کبھی ڈر کے مارے کانپتا ہے۔ وید کہتا ہے۔ اور زور سے کہتا ہے۔ کہ ارے آتمن! تو بڑا شکتی شالی ہے تیرے اندر طاقتوں کا خزانہ بھرا ہے۔ تو دیو ہے۔ تو دیوتا ہے۔ کیوں جنم جنمانتر میں بھٹک بھٹک کر دھکے کھا رہا ہے۔ اور جھوٹے خیال میں اپنے کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اس طاقت کو موکش کی پراپتی میں لگا۔ شیر اور ہاتھی بناتا ہے اور خود ہی ڈرتا ہے۔ کیوں نہیں اس طاقت کا جائز استعمال کرتا۔ اور اپنے آپ کو آتم دیو بناتا۔ ارے اجاگرت میں بھی عورتوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ اور خواب میں بھی عورتوں کے چکر میں پڑا ہے۔ ارے خوشی اور آنند عورت میں نہیں ہے۔ آنند تیرے اپنے اندر ہے۔ آنند اور خوشی تیرا اپنا سروپ ہے۔

رشی آگے اپدیش کرتا ہے۔ اور پراچین بزرگوں کے واکیہ بھی بطور پرمان پیش کرتا ہے۔ کیونکہ جن بزرگوں نے ویدوں کو پڑھا ہے۔ ایکانت میں منن کیا ہے۔ ان کی رائے بھی انمول ہوتی ہے۔ چنانچہ مہاتماؤں کے انوبھو ہی پرمان ہیں۔ رشی کہتے ہیں۔

"عام لوگ اس آتما کی موج بہار کو ہی دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے اصلی سروپ کو کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ حکیم لوگ کہتے ہیں۔ کہ سوتے ہوئے شخص کو اچانک مت جگاؤ۔ کیونکہ آتما جن اندریوں کی شکتی کو لے کر سویا تھا۔ اگر جاگنے پر ان شکتیوں کو ان اندریوں میں جلدی سے ستھاپت نہ کر سکا تو شریر میں ایسا مرض ہو سکتا ہے۔ جو مشکل سے راضی کیا جا سکے (نہ صرف یہ بلکہ) لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ سوپن بھی جاگرت ہی ہے۔ کیونکہ جاگرت اوستھا میں جو پدارتھ جس پرکار سے انوبھو کیا جاتا ہے۔ سوپن میں بھی سنسکار کے کارن وہی پدارتھ اسی پرکار سے انوبھو کیا جاتا ہے۔ اسلئے یہاں یہ آتما سویم جیوتی ہوتا ہے۔"

موج بہار سے مُراد ہے ان تمام حرکتوں سے جو کہ آتما پدارتھوں کی پراپتی کے لئے کرتا ہے۔ جیسا کہ ایک زندہ جسم کیا کرتا ہے۔ یا خواب میں کیا جاتا ہے۔ مہاتما لوگ کہتے ہیں۔ کہ سب سادھارن لوگ آتما کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں کہ آتما کوئی چیز ہے۔ جس کی طاقت سے شریر میں اور اندریہ میں کریا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ان سے آگے بڑھتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ پران کو اور من کو حرکت دینے والا کوئی ہے۔ کوئی ان سے بھی آگے تلاش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بدھی کو حرکت دینے والا کوئی اور ہے۔ لیکن مہاتما لوگ افسوس کرتے ہیں۔ کہ اس قدر کھلا معاملہ ہے۔ پھر بھی لوگ آتما کے سروپ کو نہیں جانتے۔ بادل کو برستے دیکھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ بادل کا وجود سمندر کی لہروں سے پیدا ہوا ہے۔ برکشوں کے پتوں کو ہلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کے ہلانے والا وایو کیسا ہے۔ رشیوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آتما کا سروپ جانا ہی نہیں جا سکتا۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ آتما کی باہری نشانیوں پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ اصلی بات کی کھوج نہیں کرتے۔ وہ آتما کو نہیں جانتے۔ کیوں کہ آتما ان تمام حرکتوں سے جو کہ شریر اندریہ من اور بدھی میں ہوا کرتی ہیں بالکل جدا ہے۔ اسی کی موجودگی سے اس کی پربھاوشالی اُپستھتی سے یہ کام ہو رہے ہیں۔ یہ کرم ہی آتما کرتا ہے۔ پرنتو اُس کا سروپ کیا ہے؟ اس بات کا پتہ عام لوگوں کو ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ موج بہار میں ہی مست ہیں آتما کی اداؤں پر ہی لٹو ہو کر گھوم رہے ہیں۔ آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتے۔ بے شک آگے موج بہار نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھئے جب تک موج بہار کا پیچھا نہ چھوڑو گے اصلی آتما کا درشن ہرگز نہ کر سکو گے۔

آتما کے سویم جیوتی ہونے اور جسم اندریوں سے بالکل الگ ہستی ہونے کے ثبوت ہیں یا گو کہ رشی پرانے حکیموں کا تجربہ بھی پیش کرتے ہیں۔ مت سمجھئے کہ آج ہی لوگوں نے تجربہ کرنے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ یا ایکسپریمنٹ کرنے کا لائسنس حاصل کیا ہے۔ اور پرانے لوگ ناتجربہ کار تھے۔ سجنو! یاد رکھو۔ جو بات پہلے نہیں ہوئی وہ آج بھی اور آئندہ بھی نہیں ہو سکتی۔ رشی لوگ بغیر انوبھو کے کسی بھی بات کو نہیں مانتے تھے۔ ان لوگوں نے جب تجربہ سے آتما کو جان لیا تو وید کی بات کے آگے نمسکار کیا۔ وید کہتا ہے کہ آتما سویم جیوتی ہے۔ رشی لوگ کہتے ہیں ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن ہم تجربہ کریں گے اگر تجربہ سے ثابت ہوا تو ہم ناک رگڑ کر سویکار کریں گے ورنہ نہیں۔ سجنو! تجربہ ہوا۔ ایک بار اور ایک جگہ اور ایک شخص سے نہیں بلکہ سینکڑوں بار سینکڑوں جگہ اور سینکڑوں اشخاص سے تجربات ہوئے۔ نتیجہ وید کے حق میں نکلا اور تجربہ کار لوگوں نے ایک سُر سے کہہ دیا۔ کہ آتما سویم جیوتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ کیسے تجربہ کئے گئے۔ جب انسان سویا ہوا ہوتا

ہے۔ اگر اسکو اچانک جگا دیا جاوے۔ تو دماغی انتظام میں خلل آجاتا ہے۔ بعض لوگ اندھے ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ بہرے ہو جاتے ہیں۔ کئی لوگوں کے دل پر ایسا دھکا لگتا ہے۔ کہ دل کے امراض ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہو جاتا ہے؟ اس کا کارن یہ ہے۔ کہ آتما جن طاقتوں کو سمیٹ کر خواب میں گیا تھا۔ جلدی سے جگانے پر وہ طاقتیں کبھی کبھی الٹ پلٹ ہو جاتی ہیں۔ اور جس اندریہ سے لی گئی تھی۔ اسمیں قائم نہیں کی جا سکتی۔ برخلاف اسکے جب اپنی خوشی سے جاگے۔ یا آہستہ آہستہ جگایا جاوے تو اس میں اُلٹ پھیر نہیں ہوتا۔ اور آنکھ کی طاقت آنکھ میں اور کان کی طاقت کان میں اور دوسری اندریوں کی طاقت انہیں آسانی سے قائم ہو جاتی ہے۔ اسلئے تجربہ کار یہ کہتے ہیں۔ کہ کسی کو اچانک مت جگاؤ۔ اس تجربہ سے فلاسفر یہ فلاسفی نکالتا ہے۔ کہ آتما سوئیم جیوتی ہے۔ کیونکہ جب سوتا ہے۔ تو اندریوں کی طاقت اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اور جب آتا ہے۔ تو اس طاقت کو واپس اپنے ساتھ لے آتا ہے۔ اگر آتما گیان سُروپ نہ ہوتا۔ تو گیان کس کا گُن مانا جاتا؟ اندریوں سے گیان ہوتا ہے۔ مگر اندریہ سوئیم جیوتی نہیں ہیں۔ کیونکہ سوپن میں اندریوں کی جیوتی است ہو جاتی ہے۔ یا یوں کہیئے۔ کہ اس وقت اندریہ بے حرکت ہوتی ہیں۔ اس لئے اندریوں کا سوپن میں بے حرکت ہونا اور جاگنے پر حرکت کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ حرکت اندریوں کی اپنی صفت نہیں ہے۔ جس نے اندریوں کو حرکت دی ہے۔ یا دیتا ہے۔ وہی آتما ہے۔ اور اندریوں میں من میں بدھی میں جسکی جیوتی چمکا رہی ہے۔ وہی آتما ہے۔ اور وہ جیوتی سروپ ہے۔

اپنشد کار رشی کہتے ہیں۔ کہ جب یاگولکیہ رشی نے اس پر کہ آتم گیان پر اپنے وچار پرمان بہت پیش کئے۔ تو راجہ جنک کو بڑی پرسنتا ہوئی وہ اس تتو گیان کو پاکر ویاکھیان کے بیچ میں ہی خوشی سے بول اٹھا۔

"بھگون! میں آپ کو ایک ہزار گائے اور ایک ہزار اشرفی بھینٹ کرتا ہوں۔ اب آپ کرپا کرکے خاص طور پر موکش کے وشے پر ویاکھیان دیں"

برہم رشی یاگولکیہ کے اُپدیش کو سُنکر مہاراجہ جنک کے سنشے نورت ہو گئے۔ اُس نے جو یہ پوچھا تھا کہ آتما کس کی جیوتی میں آتا جاتا اور کام کرتا ہے۔ اس کا اچھی طرح جواب مل گیا۔ اور اس کو معلوم ہو گیا۔ کہ آتما کو اپنے سے بھن کسی دوسرے کی روشنی کی ضرورت نہیں ہے۔ آتما سوئیم جیوتی سروپ ہے۔ راجہ نے پرسن ہو کر رشی کو گئو دان کیا۔ اور ایک ہزار سونے کے سکے بھی بھینٹ کئے۔ سجنو! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ برہم رشی یاگولکیہ ایک بڑے بھاری گورو کل کے آچاریہ تھے۔ ان کے آشرم میں ہزاروں برہمچاری وید پڑھتے تھے۔ اور سینکڑوں پنڈت ادھیاپک کا کاریہ کرتے تھے۔ ان کی ضروریات بھی آشرم کے مطابق تھیں۔ اسلئے اگر مہاراجہ جنک نے ہزار گئو دان کی تو یہ ٹھیک ہی کیا کیوں کہ برہمچاریوں کے لئے دودھ کا پربندھ ہو گیا۔ لیکن جتنا بڑا آشرم تھا۔ اس کے لئے تھوڑے سے دان سے کیا ہو سکتا تھا۔ رشی نے وہ دان آشرم کی سہایتا کے لئے سویکار کر لیا۔ اور وہاں بھیج دیا۔

اب مہاراجہ کی یہ اچھا ہے کہ جس موکش کے لئے رشی نے اتساہ دیا ہے۔ اُس موکش کے وشے میں ہی اپدیش سُنا جاوے۔ حیرانی کی بات یہ ہے۔ کہ راجہ کے سوال بند ہو گئے ہیں۔ رشی کی گذشتہ تقریریں سُن کر اس کے دل کو تسلی ہو گئی ہے لیکن دل سے آواز آتی ہے۔ کہ موکش کا پتہ لگایا جاوے۔ یہ آتما جو خواب کی رچنا رچتا ہے۔ اور امرت سروپ سوئم جیوتی ہے۔ اسکے بندھن کیوں نہیں کٹتے؟ اسکا موکش کیوں نہیں ہوتا؟ کیا جنم مرن آتما کا سوبھاوک گُن ہے؟ اگر سوبھاوک ہے تو موکش ناممکن ہے۔ کیوں کہ سوبھاوک دھرم پدارتھ کی ہستی تک ساتھ قائم رہتا ہے۔ اگر سوبھاوک نہیں ہے تو وہ کسطرح؟

شانتی

عرف

حقیقی خوشی

از عمدۃ الشعرا فصیح اللسان منشی حُب لال ساحب وکیل ہائی کورٹ بھنڈ ریاست گوالیار

(۱)

گنگا کے کنارے ایک عالیشان کوٹھی بنی ہوئی ہے۔ جو اپنی شان اور بناوٹ کے اعتبار سے دیکھنے والوں کو ایک خوشنما نظارہ دِکھا دِکھا کر محظوظ کر رہی ہے۔ اِس کوٹھی میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بہتی ہوئی دھار جس جگہ سے گھومی ہے۔ وہاں یہ کوٹھی تیار کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے گنگا کی دھار نے کوٹھی کو تین طرف سے گھیر لیا ہے۔ صرف ایک جانب کا حصہ ایسا باقی رہ گیا ہے۔ جدھر سے باہر آنے جانے کے لئے رستہ تیار کیا گیا ہے۔ اور پختہ سڑک بنا دی گئی ہے۔ یوں تو اس کوٹھی کا دلفریب نظارہ ہر وقت نہایت خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چاندنی رات ہونے پر اس میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اس کوٹھی کے اوپر نہایت کشادہ چھت ہے۔ جس پر بیٹھنے سے دریا کی سیر کچھ عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اور جب روشن چاند۔ اپنی چمکیلی اور طراوت بخش کرنوں کے ساتھ نکلتا ہے اور اس کا عکس دریائے گنگا کی بہتی لہروں سے ہم آغوش ہوتا ہے۔ تو اس وقت کا دلکش سماں کچھ اور ہی بہار دکھاتا ہے۔ آج پورنماشی کا دِن ہے۔ صبح سے کوٹھی آراستہ ہو رہی ہے۔ عمدہ عمدہ فرش اور مخملی قالین کمروں میں اور اوپر کی چھت پر بچھائے جا رہے ہیں۔ کمروں کے اندر روشنی کا بھی کافی انتظام کیا گیا ہے۔ اس آراستگی کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔

۲

رات کے ۹ بج چکے ہیں۔ چاندنی خوب چھٹکی ہوئی ہے۔ کوٹھی کی چھت پر صرف آتما رام (وہ رئیس جنکی یہ کوٹھی ہے۔) اور شانتی دیوی (آتما رام کی بیوی) موجود ہیں۔ اگرچہ گرمی کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ لیکن اسوقت ہوا میں تھوڑی سی خنکی ہے۔ جو نہایت خوشگوار اور فرحت بخش معلوم ہوتی ہے۔ چاند کے نظارہ میں کچھ عجیب لطف ہے۔ جسکو قدرتی مناظر کے دلدادگان ہی خوب جانتے ہیں۔

آتما رام:- میں نہایت خوش نصیب ہوں کہ مجھے تم جیسی خوش مزاج اور ریاضت عورت ملی ہے۔ دھرم پتنی

اگر نیک ہو ۔ تو زندگی ایک راحت ہوتی ہے ۔

شانتی دیوی :- پیارے پتی ۔ یہ دُنیا کا موہ جھوٹا ہے ۔ اور یہ شریر ناشوان ہیں ۔ اور اِن کی خوبصورتی بھی چند روزہ ہے ۔ اِسلئے ان کے ساتھ موہ کرنا مناسب نہیں

پیارے سوامی ! جس پرش کا من اور اندریاں اپنے بس میں نہیں ہیں اُسی کو ہی دُنیاوی پدارتھوں سے موہ ہوتا ہے ۔ اور وہ ان کی جدائی میں پریشان ہوتا ہے ۔ خود ضبط انسان کو ہی پرم سُکھ پراپت ہوتا ہے ۔ اس شریر کے متعلق مہاتما لوگوں نے کیا ہی اچھا کہا ہے ۔

ہڈ ماس کا دیہہ یہ بھر پور ہے مل مُوت ۔ بلغم تھکاں پاک رج ہے کار ج پنج بھوت
تھیلا ہے یہ گندگی دُرگندھی استھان ۔ وِشٹا ہی اسمیں بھرا اور نہ کچھ بھی جان
بیرج رکت مِلاپ سے بنتی ہے یہ دیہہ ۔ ہوئے پوتر کس طرح جسکا کارن یہ !

پھر کہتے ہیں :-

سُندر تن جو استری سمجھیں لوگ انجان ۔ یا وہ پامر پُرش ہیں یا ہیں مرد نادان !
اوگن ہیں اسمیں گھنے دُوشُش کو استھان ۔ کہہ رچا رتن استری اتی غلیظ پہچان !
پرمیشور کو چھوڑ کر پریت کریں جو نار ۔ اب سہتے ہیں دُکھ کو آخر نرک دوار

پھر کام کے متعلق کیا خُوب فرمایا ہے ۔

کام دُکھاندا جان بارہ دُرد خانہ نال اگّ دیراگ جلا متر
شمع روپ عورت دیکھ بھُلنا نہ نہیں تے جل مرسیں اِسمے تامتر
ہڈّ چم وِشٹا مُوتر تے بلغم تھکّاں پاک لہو بھرتا پا متر
سینڈھ گندہ بدبُو دی کان بھاری کس لئی لیئں دِل لا متر
ایہہ تاں گندگی دا تھیلا بند ہویا بھُل ایس تے نظر نہ پا متر
جے بدبُو اسدی چڑھ دماغ گیا پھر ہوسی مشکل دوا متر

——— ✻ ———

سوہنیاں صُورتاں موج مانیں ۔ ایہہ تاں بُت سارے وانگ خواب دے نی
سچ دوستا جنہاں نوں سمجھ بیٹھوں نام رُوپ ایہہ مثل حباب دے نی
پُتلے دیکھ جو ماس دے مست ہو دیں چڑھن چنّا پہ وانگ کباب دے نی
گوبند وِشے ایہہ کنڈیاں وانگ جانی جیہڑے دِسدے پھُل گلاب دے نی　　　س

اس دُنیا کو سچ سمجھ کر اس میں دِل نہیں لگانا چاہیئے ۔ کیونکہ ناشوان وستو پہ دِل لگانا خود ناش کا سامان پیدا کرنا ہے ۔ ایشور کا چنتن ہی اس سنسار رُوپی سمندر سے پار کرنے والا جہاز ہے ۔

اُڑیگا حسُن اور جوبن ذرا ہی دیر میں سارا
نہ بھُولو بھُولکر بھُولو یہ بلبُل کی دوہائی ہے

جو لوگ دولت حسن جوانی یا علم پر بدمست ہوئے ایشور اور موت کو بھلا بیٹھتے ہیں وہ بھولے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب موت کا وقت آیا تو یہ سب چیزیں نہ معلوم کہاں اُڑ جائینگی۔

جوبن حسن جوانی کے مست ہوئے بیٹھے رب دا خوف بھلا مترؔ
اک پلک اندر بیر اُلٹ جاسی جدوں جھلسی سخت ہوا مترؔ

دیکھئے کیسے کیسے بادشاہ سکندر دارا۔ بکرماجیت۔ راون۔ کنس وغیرہ ہو ہو کر چلے گئے۔ جن کا آج نام و نشان نہیں رہا

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

جو لوگ خوبصورت اور موہنی مورتوں پر دل و جان سے فدا ہوتے ہیں۔ جب اُسی شریر کو کوئی سخت بیماری تپ دق طاعون وغیرہ ہو جاتی ہے۔ تو سب پیارے اور مشتاق دور سے بھاگ جاتے ہیں۔ اپنی لذتوں کی خاطر قربان ہو رہے ہیں۔ ذرا ناامیدی دیکھتے ہی تم کون ہم کون۔ وہ گئے وہ گئے۔ آنکھ نہیں ملاویں گے۔

جب تک خواہشات کی جڑ کو دل سے نہ اکھاڑا جائے۔ تب تک انسان کو سکھ نہیں مل سکتا۔ دل کی سچی شانتی اپنی خواہشات کو روکنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص خواہشات کا غلام ہے۔ اُسکو پرم سُکھ کی پراپتی کبھی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُس کا دل آگ کی طرح جلتا رہتا ہے جسمانی خوبصورتی جوانی اور صحت ہمیشہ قائم نہیں رہتیں۔ اسلئے ان پر فدا ہو کر اپنے منش جنم کو برباد کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ پرماتما کے بھجن اور ریاضت سے اپنی تمام خواہشات پر فتح حاصل کر کے اور پرمیشور میں اپنا دل قائم کر کے خلوت میں بیٹھنا چاہیئے۔ اس دنیا کی چند روزہ چیزوں میں من کو پھنسانا نہیں چاہیئے۔ سچا اور حقیقی پریم پرمیشور کا پریم ہی ہے۔ جو شخص پرمیشور کو سچے دل سے پریم کرتا ہے۔ وہ دُنیا کے ادنےٰ پن سے بہت اوپر رہتا ہے۔ اس کا دل آزاد رہتا ہے۔ اور دُنیا کی کسی چیز میں گرویدہ نہیں رہتا۔ اور اسکی معرفت کی آنکھیں ہمیشہ روشن رہتی ہیں۔ پرمیشور خود پریم سروپ ہیں۔ جو اس پریم کی حقیقت اور ماہیت کو سمجھتے اور دُنیا کے تمام ناپاک سامانوں اور کاموں سے پرے رہتے ہیں۔ وہ ہی پاکیزگی کے چشمے پرمیشور کو پورے دل کے ساتھ پیار کرتے ہیں۔ وہ ہی مکت ہیں۔ اور انہوں نے ہی پاپ کے بندھن کاٹے ہیں۔

آتما رام:۔۔۔۔ پرم دھرم پتنی۔ تم تو بڑی وچار وان ہو۔ مجھے بتاؤ کہ میں اس اگیان روپی دُکھ سے کیسے چھوٹوں اور تمہارے میکے جانے کے بعد اپنے من کو کیسے قابو کروں۔

شانتی دیوی:۔۔۔ (ایک پستک دیکر) سوامی جی۔ یہ ایک پستک ہے۔ اسکا پاٹھ روزانہ کسی ایکانت جگہ جا کر کیا کریں۔ یہ ہندی کی پستک گوبند بلاس ہے۔ یہ رسالہ اوم کے دفتر سے صرف ۶؍ ارسال کر کے میں نے منگوائی تھی۔ اسمیں ویراگ بھگتی اور گیان کے ہی مضامین ہیں۔ یہ پستک راہ نجات پر چلانے کے لئے روشنی کا ایک جگمگاتا ہوا مینار ہے۔ اس پستک کا روزانہ پاٹھ کیا کریں۔ من کو ایکاگر کرنے کے لئے بہترین علاج ہے۔

بھگوان کرشن نے ارجن کو اُپدیش کرتے وقت من کو قابو کرنے کے لئے "ویراگ اور ابھیاس" دو ہی سادھن بتائے ہیں۔ اسلئے آپ بھی ویراگ اور ابھیاس سے من اور اندریوں کو اپنے بس میں کر کے پرم شانتی کو حاصل کریں۔ اس ناشوان شریر کے ساتھ موہ دُکھ کا ہی کارن ہے۔

بنا لیتا ہے اک چھوٹا اڈمبر وار فانی میں
سمجھتا موت کو ہے زندگی اس زندگانی میں
یہاں جو کچھ نظر آتا ہے وہ محدود فانی ہے
ہماری زندگانی بھی تو پانی کی روانی ہے

آپ خود وچار وان ہیں۔ اسلئے میں زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتی۔

اس طرح گیان چرچا کرتے کرتے آتمارام اور شانتی دیوی بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ جب صبح ہوئی تو دس بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر شانتی دیوی اپنے میکے چلی گئی۔ کیونکہ وہاں اس کے بھائی کی شادی تھی۔

آتمارام اب پاکیزہ خیالات میں مستغرق ہو گئے۔ اور ان کا جیون ست سنگ اور وچار میں گذرنے لگا:

بہت دیر تک تو شانتی دیوی کی اطاعت۔ فرمانبرداری۔ خوش خلقی۔ نیک مزاجی کی یاد اس کے دماغ میں گشت لگاتی رہی۔ لیکن اس کے بعد اس کا خیال دوسری جانب پھرا۔

آتمارام: ——— (دل ہی دل میں) خدا کی قدرت کے کچھ عجیب راز ہیں۔ جو سمجھ میں نہیں آتے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جو جو خواہشیں میرے دل میں پیدا ہوئیں وہ خدا کے فضل و کرم سے پوری ہوئیں۔ جب میں چھوٹا تھا۔ تو اپنے چچا کے مکان کو دیکھ دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا۔ کہ ایسا ہی مکان میرے رہنے کو ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ آج ایک کیا اس سے کہیں اچھے چار مکان ہیں۔ ایک کوٹھی گنگا جی کے کنارے بن گئی ہے بستائیس دوکانیں بن چکی ہیں۔ لیکن مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ان مکانوں اور دوکانوں کی تعمیر کے وقت کس قدر مجھے تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ کہاں کہاں سے سامان لانا پڑا۔ کیسی کیسی زحمتیں سفر کی اٹھانی پڑیں۔ معماروں اور سنگ تراشوں سے عمدہ کام لینے کے خیال سے سارا دن دیکھ بھال اور نگرانی میں گذرتا تھا۔ آرام کو بالائے طاق رکھ دینا پڑا تھا۔ برسوں تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ جب کہیں مکانات اور دوکانیں تیار ہوئیں۔ ان کی تیاری کے بعد بھی آئے دن کی پریشانیوں سے پیچھا نہیں چھٹتا۔ کسی مکان میں کچھ اضافہ کرنے کی فکر ہے۔ کسی مکان کے لئے آرائشی سامان کی فکر ہے۔ بعض مکانوں اور دوکانوں کے کرایہ دار نادہند ہیں۔ ان کے پاس بار بار تقاضا بھیجنا اور ان کا روپیہ وصول نہ ہونا یہ بھی میرے لئے ایک طرح کا دردِ سر ہے۔

یہ جو خیال تھا کہ ایسے مکان میں رہنے سے خوشی حاصل ہوگی وہ محض وہم ہی وہم نکلا۔ ایک خوشی کے ساتھ سینکڑوں فکریں پیدا ہو گئیں۔ یہی حال زمینداری کا ہے۔ صرف دو موضعوں کی زمینداری تھی۔ اب خدا کے فضل سے بتیس ۳۲ مواضعات کے حاصل کرنے میں کسقدر مقدمہ بازی کرنی پڑی۔ برسوں کسقدر پریشانی اٹھانی پڑی۔ لاکھوں روپیہ صرف ہوا جس کی وجہ سے تین ۳ لاکھ روپیہ کے قرض کا بار سر پر ہو گیا۔ اس کی ادائیگی کی فکر دن رات کھائے جا رہی ہے۔ خدا خدا کر کے وہ قرضہ بیباق ہوا۔ اتنے مواضعات کے وصول تحصیل کی جانچ کرنا۔ وقتاً پر تقاوی تقسیم کرانا۔ مواضعات کی آبادی بڑھانا وغیرہ وغیرہ صدہا جھگڑے پیدا ہو گئے ہیں۔ جس سے رات دن چین نہیں ملتا۔ تعلقہ دار بن جانے

خوشی کا حاصل ہونا ور کنار کسی وقت طبیعت کو سکون نہیں۔ شادی ہو جانے اور شانتی دیوی جیسی نیک اور حسین عورت کے ملنے سے یہ فخر پیدا ہوا تھا۔ کہ میرے برابر شاید ہی کوئی دنیا میں خوش نصیب ہوگا۔ مسرت اور شادمانی میرے حصہ کی ہو چکی۔ مگر اب میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ جس کی وجہ سے مجھے اسقدر قابل فخر خوشی حاصل تھی۔ اُس کی بدولت آج میں زندگی سے بیزار ہوں۔ نہ کھانے کا لطف ہے۔ نہ پینے کا۔ رات بھر نیند نہیں آتی۔ زندگی پر موت کو ترجیح دے رہا ہوں۔ ایسی خوشی کو تو خوشی نہیں کہہ سکتے۔ جسکے ساتھ ساتھ سایہ کی طرح رنج اور پریشانی بھی موجود ہے۔ اور یہ بھی تجربہ کر رہا ہوں۔ کہ جب ایک آرزو پوری ہو جاتی ہے تو دوسری باتوں کی اور خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کیا ایشور کا کرشمہ ہے۔

(۵)

ان خیالات کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ نور کا تڑکا ہو گیا۔ سپیدۂ صبح نمودار ہوتے ہی لوگ گنگا نہانے کے لیئے آنے لگے۔ ایک مہاتما بھی ادھر آ نکلے جہاں آتمارام بیٹھے ہوئے اپنے خیالات سے ہم کلام تھے۔ مہاتما جی نے ان کی وضع قطع کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا۔ کہ یہ کوئی شریف اور رئیس آدمی ہیں۔ لیکن ان کو یہ تعجب ہوا۔ کہ اس وقت اور ایسے مقام پر یہ کیوں بیٹھے ہیں۔ اگر نہانے آئے ہوتے تو کم از کم دھوتی لیئے ہوتے۔ جب زیادہ قریب آئے تو مہاتما جی کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میں نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔ آتمارام کی جب مہاتما جی سے چار آنکھیں ہوئیں تو اُن کو بھی یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میں نے آج سے پہلے کہیں ان کے درشن کیئے ہیں۔ لیکن فوراً ہی یاد آ گیا۔ کہ ماگھ میلہ میں جب الہ آباد گیا تھا۔ اور رہا تھا جو مہاتما جی کے پاس بیٹھا رہا تھا۔ یہ خیال آتے ہی فوراً آتمارام کھڑے ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ تک ان مہاتما جی کے سامنے سر جھکایا۔

مہاتما جی :— خوش رہو بچہ۔

آتمارام :— ایشور آپ کی دعا قبول کرے۔ لیکن جب خوشی ناپید ہے تو میں خوش کیا رہوں گا۔

مہاتما جی :— (اس معمہ کو اچھی طرح نہیں سمجھے) بچہ! ہم نے تم کو کہیں دیکھا ہے۔

آتمارام :— ہاں مہاتما جی میں ابھی ماگھ میلہ میں الہ آباد گیا تھا۔ وہاں میں نے آپ کے درشن کیئے تھے بہت دیر تک آپ کی سیوا میں رہا تھا۔

مہاتما جی :— ٹھیک ہے بچہ۔ تم یہاں کیسے آئے ہو۔

آتمارام :— باباجی۔ میرا یہاں مکان ہے۔ وہ کوٹھی جو فاصلہ پر دکھائی دے رہی ہے۔ آپ ہی کے داس کی ہے۔

مہاتما جی :— بچہ تم تو رئیس آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا نام کیا ہے۔

آتمارام :— مجھ کو آتمارام کہتے ہیں۔

مہاتما جی :— (مسکرا کر) نام تو بہت اچھا ہے۔ اس وقت یہاں کیسے بیٹھے تھے۔ کیا نہانے آئے تھے۔ لیکن یہاں تو عام لوگوں کے نہانے کی جگہ نہیں معلوم ہوتی۔

آتمارام :— مہاراج میں یہاں یوں ہی چلا آیا تھا۔ نہانے کی غرض سے نہیں آیا تھا۔ رات کو نیند نہیں آئی

دل بہت گھبرایا تو میں یہیں آکر بیٹھ گیا۔

مہاتما جی :۔۔۔ ایسی کیا فکر کی بات ہے۔ جو رات کو تم یہاں آکر بیٹھے۔

آتمارام :۔۔۔ بابا جی کیا کہوں۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔

مہاتما جی :۔۔۔ اگر کہنے میں کوئی ہرج نہ سمجھو تو ضرور کہنا چاہیئے۔ شاید میں کوئی رائے دے سکوں۔ میرا ماتھا اُسی وقت ٹھنکا تھا۔ جب میرے آشیرباد دینے پر تم نے یہ کہا تھا۔ کہ جب خوشی ناپید ہے۔ تو میں خوش کیا رہونگا

آتمارام :۔۔۔ ہاں مہاراج میں نے سچ کہا تھا جو میرے تجربہ کی بات تھی۔ وہ میں نے کہی۔

مہاتما جی :۔۔۔ وہ کیا۔

آتمارام :۔۔۔ مہاراج جی چونکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اپنا حال کہو شاید میں کوئی رائے دے سکوں۔ اِس لئے عرض کرتا ہوں۔

مہاتما جی :۔۔۔ ہاں ہاں۔ ضرور کہو۔

آتمارام :۔۔۔ مہاتما جی بات یہ ہے۔ کہ آپ کی دُعا سے مجھے کسی بات کی کمی نہیں۔ زمینداری کافی ہے مکانات دوکانات۔ روپیہ پیسہ عزّ و مراتب سب ہی کچھ ایشور نے دے رکھا ہے۔ اور اس پر طرّہ یہ ہے۔ کہ میری جوار دھانگنی ہے۔ وہ مجسّم نیکی کی دیوی ہے۔ ان سب نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی میں خوش نہیں رہ سکتا۔ جائداد اور سرمایہ کے ہونے کی جتنی خوشی ہے۔ اس سے زیادہ پریشانی اُن کے طرح طرح کے انتظامات اور نگرانی میں ہے۔ اردھانگنی کی موجودگی میں جو عیش نصیب ہوا تھا۔ اس کے مائکے چلے جانے کی وجہ سے وہ رنج و ملال سے مبدّل ہو گیا۔ ایک ایک گھڑی ایک ایک برس معلوم ہوتی ہے ۔۔ رات بھر نیند نہیں آتی۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ در اصل دُنیا میں خوشی کا وجود ہی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کہا تھا۔ کہ جب خوشی ناپید ہے۔ تو میں خوش کیا رہوں گا۔

مہاتما جی :۔۔۔ (بہت غور سے آتمارام کی باتوں کو سُن کر) بچہ خوشی تو ناپید نہیں۔ مگر تم جن چیزوں میں خوشی کو ڈھونڈ رہے ہو۔ اُن میں خوشی نہیں ہے "جیسے سراب کو دیکھکر پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ ویسے دُنیا کے ناپائیدار سامان کی چمک دمک میں خوشی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جیسے سراب میں بجائے پانی کے ریت موجود ہوتی ہے۔ ویسے ہی دُنیاوی سامانوں میں بجائے خوشی کے رنج موجود ہوتا ہے۔ جو کوتاہ بینوں کو خوشی کی صُورت میں نظر آتا ہے۔ حقیقی خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب دِل میں شانتی ہو۔

اِس لفظ میں خدا جانے کیا جادو بھرا تھا۔ کہ اک دم آتمارام کی صُورت پر ایک نہ بہ وست تغیر" کے آثار نمودار ہوئے ہر چند ضبط کی کوشش کی لیکن آہ سرد منہ سے نکل گئی۔ اور دِل ہی دِل میں کہا کہ شانتی تو ہر وقت میرے دِل میں رہتی ہے۔

مہاتما جی نے آتمارام کے چہرے کی یہ حالت دیکھکر کہا۔ کہ بچہ اس وقت تمہارے دِل میں کیا خیال پیدا ہوا۔ جس سے تمہارے چہرے کی حالت متغیر ہو گئی۔

آتمارام :۔۔۔ کچھ نہیں مہاراج۔

مہاتما جی :۔۔۔ نہیں نہیں کوئی خاص بات ضرور ہے

آتمارام: ــــــ (دبی زبان سے) یہ لفظ "شانتی" جو اس وقت آپ کی زبان مبارک سے نکلا یہی میری اردھانگنی کا نام ہے - اس کو سُن کر میرا دل تڑپ اُٹھا - مہاراج جی - شانتی تو ہر وقت میرے دل میں رہتی ہے -

مہاتما جی: ــــــ بچہ نام اور صورت سے میرا مطلب نہیں - میں تو حقیقت کا ذکر کر رہا ہوں - دراصل اگر شانتی دِل میں ہوگی - تو حقیقی خوشی حاصل ہوگی - بچہ آجکل لوگ دولت - حکومت - شہرت - دُنیاوی محبت کے عام طور پر دِلدادہ نظر آتے ہیں اور انہیں کی جستجو میں اپنی تمام عمر برباد کر دیتے ہیں - انہیں چیزوں کو خوشی حاصل ہونے کا ذریعہ اور خوشی کا سامان سمجھ بیٹھے ہیں - لیکن ان چیزوں میں خوشی کہاں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ایک ضرورت پوری ہوتے ہی دس ضرورتیں اور پیدا ہو جاتی ہیں - علاوہ اس کے ہر شخص اپنے سے اونچے درجہ والے اور اونچی حیثیت والے پر نظر کرتا رہتا ہے کہ میں اس کے برابر ہو جاؤں - اور جب اُس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اُس سے جو اعلیٰ درجہ ہے اس پر نظر پہنچتی ہے - نتیجہ یہ کہ خواہشیں زیادہ بڑھتی جاتی ہیں - سکون اور شانتی دِل میں پیدا نہیں ہوتی -

آتمارام: ــــــ مہاراج جی - دولت - حکومت - شہرت - دُنیاوی محبت انہیں چاروں سے قریب قریب سب کو کام پڑتا ہے - پھر سکون کس طرح پیدا ہو -

مہاتما جی: ــــــ جو چیزیں دھوکے کی ٹٹی ہیں - اُن کے حاصل ہو جانے سے حقیقی خوشی حاصل نہیں ہوتی - ایسی چیزوں کی تمنا دِل میں رکھنا اور ان کی تلاش میں سرگرداں رہنا بڑی غلطی ہے - انسان کا فرض ہے - کہ دھوکے سے بچے -

آتمارام: ــــــ اس کے لئے کیا عمل کرنا چاہیئے -

مہاتما جی: ــــــ دِل میں "شانتی" رکھو آتما میں "رام" کو دیکھو -

آتمارام: ــــــ ان ناموں سے اس وقت آپ نے خوب کام لیا ہے -

مہاتما جی: ــــــ جب ہی تو تمہاری اردھانگنی کا اور تمہارا نام سُنکر میں خوش ہُوا تھا کہ انہیں لفظوں سے تمام مطلب حل ہو جائے گا -

آتمارام: ــــــ مہاراج جی دِل میں شانتی رکھنے اور آتما میں رام کو دیکھنے کا کوئی آسان طریقہ بتائیے -

مہاتما جی: ــــــ سنتوش (قناعت) سے شانتی پیدا ہوتی ہے - اور شانتی کے ساتھ ساتھ ایشور پر بھروسہ اور اعتقاد ہونے لگتا ہے - بھروسہ اور اعتقاد بڑھ جانے سے ایشور میں بھگتی ہوتی ہے - پریم بڑھتا ہے پریم کے ساتھ ساتھ آنند (سُرور) پیدا ہوتا ہے - وہ سُرور لازوال ہوتا ہے - دائمی ہوتا ہے - اس کو حقیقی خوشی کہتے ہیں - اور جب حقیقی خوشی میں ڈوب کر انسان بیخود ہو جاتا ہے - تو آتما میں رام کو دیکھتا ہے -

آتمارام: ــــــ مہاراج سنتوش کس طرح پیدا ہو سکتا ہے -

مہاتما جی: ــــــ بچہ سنتوش اس طرح پیدا ہوتا ہے - کہ انسان اپنے دِل میں اس امر کا یقین رکھے کہ ایشور جو کچھ کرتا ہے - اچھا کرتا ہے - جب کچھ دِنوں میں یہ یقین مضبوط ہو جائے گا - تو پھر ہر واقعہ کی نسبت اس کو یہ خیال ہوگا کہ اس میں ایشور کی کچھ نہ کچھ مصلحت ضرور ہوگی - ایسا مانتے مانتے رضا و تسلیم کا درجہ حاصل ہو

جاتا ہے۔ پھر وہ شخص جس حال میں ہوتا ہے اُس کو اچھا سمجھتا ہے۔ اُور ہر وقت ایشور کا شکر ادا کرتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے جو دوسروں کو اپنے سے رتبہ یا دولت میں بڑھا ہؤا دیکھ کر حرص وحسد کی آگ میں بھُنا کرتے ہیں - اس کی نگاہ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ راضی برضا رہنے والا شخص اگر دیکھتا ہے۔ تو اپنے سے نیچے درجہ کے لوگوں کو۔ اُن کے نیچے درجہ پر ہونے اُور اُن کی تکلیفوں کو دیکھ دیکھ کر سبق حاصل کرتا ہے۔ اُن کے ساتھ نیکی اُور مدد کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اُور اپنے کو اُن کی بہ نسبت خوش حال دیکھ کر ایشور کے فضل وکرم کا شکر گزار ہوتا ہے۔ اس طرح سنتوش پیدا ہوتا ہے۔ اُور سنتوش سے شانتی اُور شانتی سے بھگتی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا میں پہلے کہہ چکا ہوں۔

اتنا کہہ کر مہاتما جی نے کہا بچہ اب بالکل سویرا ہو گیا میں اشنان کرنے جاتا ہوں۔ آتمارام ان باتوں کو سُن کر اس قدر مسرور ہوئے کہ تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے مہاتما جی کے قدموں پر گر پڑے۔

مہاتما جی:- بچہ خوش رہو۔ پھر کبھی ملنا۔ اجودھیا جی جا رہے ہیں۔ وہاں چھ سات مہینے رہنا ہو گا

بھگت مال

مارچ ۱۹۳۷ء میں رسالہ اوم کا شائع شدہ سالانہ نمبر ایک مکمل بھگت مال ہے یہ پستک اتنی مقبول عام ہوئی کہ اسکا پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہو گیا۔ اب اسکا دوسرا ایڈیشن چھپوایا گیا ہے۔ اسکے ابتدائی صفحات میں بھگتی درشن (فلسفۂ عشق حقیقی) کی وضاحت کی گئی ہے۔ اُور دُنیا بھر میں پرسدھ بھگتی نارد سُوتروں کی تشریح ہے۔ بھگتی انک کا دُوسرا حصہ بھگت کتھائیں ہیں۔ جنکی تعداد ۱۰۸ ہے ایک ایک کتھا میں وہ سوز اُور گداز ہے کہ پڑھنے والے کے چت کی اوستھا ہی اُور ہو جاتی ہے۔ تصاویر کاغذ لکھائی چھپائی کا سٹینڈرڈ بہت بلند ہے۔

قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ۱/۸ علاوہ محصول ڈاک ۵/

اٹھارہ ودیا

سنسکرت ودیا کے اٹھارہ پرستھان مندرجہ ذیل ہیں

چار وید - چار اُپ وید - چھ ویدانگ - پوران - نیائے - میمانسا - دہرم شاستر

چار وید - رگ(۱) یجو(۲) سام(۳) اور اتھرو(۴)

چار اُپ وید - آیوروید - علم حکمت (۱) دھنور وید - علم جنگ (۲) گاندھرو وید - علم موسیقی (۳) آرتھ وید - علم دولت (۴)

چھ ویدانگ :- (۱) شکھشا (۲) کلپ (۳) دیاکرن (۴) نرکت (۵) جیوتش (۶) پنگل

پوران :- شری ویاس جی کے بنائے ہوئے یہ اٹھارہ پوران ہیں - (۱) برہم (۲) پدم (۳) وشنو (۴) شو (۵) بھاگوت (۶) ناردیہ (۷) مارکنڈیہ (۸) آگنیہ (۹) بھوشیہ (۱۰) برہم ویورت (۱۱) لنگ (۱۲) باراہ (۱۳) سکندھ (۱۴) وامن (۱۵) کورم (۱۶) ماتسیہ (۱۷) گرڑ (۱۸) برہمانڈ

اُپ پران بھی اٹھارہ تعداد میں ہیں - جو کہ بعض ویاس جی کے ہیں - اور بعض پاراشر وغیرہ دیگر منیوں کے بنائے ہوئے ہیں -

نیائے

گوتم رشی کا شاستر ہے - اسمیں دلیل کا کام زیادہ ہے - دلیل کرنے سے آدمی کی عقل تیز ہوتی ہے -

میمانسا

کی دو قسمیں ہیں - دہرم میمانسا اور برہم میمانسا -

دہرم میمانسا کے بانی اور مصنف جیمنی رشی ہیں ان میں کرم کرنے کا طریق بتایا ہے جس سے انتہ کرن کی شدھی ہوتی ہے -

دہرم شاستر

منو - یاگیہ ولکیہ - انگہرا - وشسشٹ - گوتم - شنکھ - برہسپتی - ویاس - کاتیائن - دیول نارد وغیرہ سر ودگیہ منیوں کی تصنیف ہیں - انہوں نے وید کی تعلیم کے مطابق سمرتیاں بنائی ہیں - اور انہیں ہی دہرم شاستر کا نام دیا ہے - ویاس کی تصنیف سے مہابھارت اور والمیکی کی تصنیف سے رامائن ہے - یہ دونوں ہی دہرم شاستروں میں ہیں

دیوی کی اُپاسنا کی کتابیں دو سمپردایوں کی ہیں - ایک دکھن سمپردائے اور دوسری اُتّہ جسے وام مارگ بھی کہتے ہیں - دکھن سمپردائے کے طریق سے جن کتابوں میں دیوی کی اُپاسنا ہے - وہ سب تو دھرم شاستروں میں داخل ہیں - اور وام مارگ جن کتابوں میں ہے - وہ دہرم شاستر کے مخالف ہیں - اس واسطے ماننے لائق نہیں - گو وام تنتر شِو کا بنایا ہوا کہا جاتا ہے - مگر ویدیہ شاستروں کے اسی طرح یہ خلاف ہے - جس طرح بدھ اوتار کے بنائے ہوئے ناستک گرنتھ ہیں - وام تنتر میں نہائت ہی ناپاک چیزوں کا کھانا پینا بتایا گیا ہے - اور ان کے نام اچھی اچھی چیزوں کے نام پر اسطرح رکھ دیئے گئے ہیں - کہ کتابوں میں پڑھکر لوگ گھبرائیں نہیں - یہ لوگ کلال کو دیکشت یا گورُو - شراب کو تیرتھ - پیالے کو پدما - گوشت کو شُدھ - پیاز کو ویاس اور لہسن کو شنکھ دیو ناموں سے پکارتے ہیں - بدکار عورت کو یوگنی اور اوباش مرد کو یوگی بولتے ہیں - یہ لوگ طرح طرح کے ممنوع افعال کرتے ہیں - اور اپنے لوک اور پرلوک دونو کو ناش کرنے والے ہیں - وام تنتر ہر طرح ترک کرنے لائق ہے - ناستک مت بھی چھوڑنے لائق ہے - یہ چھ مذاہب ہیں :-

(۱) مادھیمک　(۲) یوگاچار　(۳) سوترانتک　(۴) ویبھاشک　(۵) چارواک　(۶) دگمبر

یہ چھیوں وید کو نہیں مانتے - اور ان کے سدھانت باہم مختلف ہیں -

---

پورانوں کے متعلق مہرشی شوبرت لال جی ورمن ایم - اے کی رائے

پوران حقیقت کے سمجھانے کی نہائت معقول مؤثر اور خوبصورت کوشش ہیں - یہ خاص وقت کے مخصوص مذہبی لٹریچر ہیں - یہ فرضی ناول نہیں - اور نہ ہی من گھڑت کہانیاں ہیں - بلکہ ان میں اصلیت ہے - پورانوں سے ہم اتنے مفید و کارآمد سبق سیکھ سکتے ہیں - جو ہم کو کسی اور جگہ نہیں مل سکتے - پوران معمولی کتابیں نہیں ہیں نہ انکے بیانات معمولی ہیں - انکے قصے بھی خاص طرح کی اہمیت رکھتے ہیں - انکی شاعری غضب کی ہے انکے النکار و استعارات کی تصویریں نہائت ہی حیرت انگیز ہیں اسلئے وہ خاص طور پر عزت کیساتھ مطالعہ کئے جانے کے مستحق ہیں - انمیں مقدس قصوں کے سلسلہ میں جن قابل تعظیم دیوتاؤں کی تصویریں کھینچنے کا اہتمام ہے - وہ فرضی نہیں ہیں - بلکہ اصلیت رکھتی ہیں - لکھنے والوں کی نگاہ کے سامنے وہ تصویریں خیالی طور پر موجود تھیں - وہ ان کا انوبھو کرتے تھے - کیونکہ جنکا پورا الفاظ میں بیان ہے وہ برہمانڈ میں خاص حیثیت رکھتے ہیں - اور اپنے اپنے منڈل میں ان کا روپ محیط بھی ہے - روحانی آنکھیں جن کو عطا ہیں وہ ہی انکا انوبھو کر سکتے ہیں - پورانوں کے لکھنے والے غضب کے دوراندیش اور نکتہ رس تھے انکے تجربات وسیع تھے - وہ انسان کے دلی میلان کی نبض کو ٹٹول سکتے تھے - اور اسلئے انہوں نے عالمگیر ہمدردی کے خیال سے نہائت موزوں پیرائے میں ... جو ہمیشہ تعظیم کے مستحق ہیں -

یہ دُنیا مکر چھلاوا ہے تو اِس سے جی نہ لگا بابا!

از قلم حقیقت رقم جناب ابو المعالی ایم۔ بی فدا خلیق لُا ابالی سرگودھا

خمسہ

یہ دُنیا مکر چھلاوا ہے تو اِس سے جی نہ لگا بابا

اس کا ہر کام بدلتا ہے ۔ یہ جعل دغا کا پھندا ہے ۔ دامن اسمیں نہ پھنسا بابا
شیشے کی پری ہنساتی ہے ۔ سب کام اور نام بدلتا ہے ۔ آغاز انجام بدلتا ہے ، چل اس سے پرے ہٹ جا بابا
جو پھول کھلے پژمردہ ہیں ۔ انسان کی جان لبھاتی ہے ۔ بہکاتی ہے بھرماتی ہے ۔ تو خود کو اس سے بچا بابا
کیوں آج تو محو تبسم ہے ۔ کلیاں بھی سب افسردہ ہیں ۔ جو زندہ ہوئے وہ مُردہ ہیں ۔ اس فتنے سے باز آ بابا
ہے کس کے سر تاج وہ افسر جو بیٹھا تخت طلائی پہ ۔ کیوں آج تو مست ترنم ہے ۔ دو دِن میں عقل تیری گُم ہے ۔ دل اپنا اس سے ہٹا بابا
لوگ جسکی فکر میں بھولے ہیں ۔ کل ہو جائیگا شمع سحر ، لو اپنی خدا سے لگا بابا
ہر صبح کا شام انجام ہوا ۔ غفلت کے جھولے جھولے ہیں ۔ لاحاصل ناز سے پھولے ہیں ۔ تو دھوکا نہ اسمیں کھا بابا
اشجار کے پتے ہلتے ہیں ۔ اک روز اجل کا پیام ہوا ۔ تو بے مصرف بیکام ہوا ۔ کچھ اب تو ہوش میں آ بابا
آبادی یہاں ویرانہ ہے ۔ باغوں میں سبزے کھلتے ہیں ۔ آخر سب خاک میں ملتے ہیں ۔ ہر شے کو یہاں ہے فنا بابا
ہے پردہ عیش میں درد نہاں ۔ جو عاقل ہے دیوانہ ہے ۔ اس شمع کا جو پروانہ ہے ۔ وہ ناحق اسپہ جلا بابا
کوئی رُلا ، کوئی نوحہ پر آم ہوا ۔ ہم پہلوئے گل ہے خار یہاں ۔ ہے نیش مگس سے شہد یہاں کچھ جھوٹ نہیں یہ کہا بابا
کوئی کنس کوئی گمنام ہوا ۔ صندین جہاں کا نام ہوا ۔ جو آیا یاں سے گیا بابا

ہمدرد گئے غمخوار گئے دیوانے گئے ہوشیار گئے
بیکار گئے بیکار گئے دھوکے میں خلیق نہ آ بابا

دھیان یوگ

از شری سوامی شوانند جی سرسوتی۔ رکھی کیش

من میں ایشور کے متعلق خیالات کی نہ ٹوٹنے والی تار باندھنے کا نام "دھیان" ہے۔ تیل کی دھار کی مانند لگاتار صرف ایشور کا وچار ہی من کے سامنے رکھنے کو دھیان کرنا کہتے ہیں۔ یوگی اسے "دھیان" کہتے ہیں۔ گیانی "ندیدھیاسن" کہتے ہیں۔ اور بھگت اسی کو "بھجن" کہتے ہیں۔ من کو شریر کے اندر یا باہر کسی ایک چیز یا نقطہ پر جمانا طبیعت کی یکسوئی کہلاتا ہے۔ دھیان اس کے بعد ہوتا ہے۔

دھیان کرنے کے لئے صبح چار بجے سے چھ بجے تک کا وقت نہایت موافق ہے۔ ہمیشہ دن یا رات کا وہ حصہ پسند کرنا چاہیئے۔ جب من شدھ ہو اور اسمیں دخل اندازی نہ ہو سکے۔ رات کو سونے سے پہلے بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اتوار یا کسی اور چھٹی والے دن دھیان زیادہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اُن دنوں میں من مقابلتاً آزاد ہوتا ہے۔ من کی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ایکانت جگہ یا ایسا ستھان جس کے وایو منڈل میں ہی روحانی تھرتھراہٹ ہو۔ مثلاً اُتر کاشی۔ رکھی کیش۔ بدری نارائن یا سمر دو بعتدل آب وہوا ضروری ہے۔ جسطرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اسی طرح ساتوک من بھی خاموشی میں اپنے ادھشٹھان یعنی برہم میں حل ہو جاتا ہے۔ گنگا یا نربدا کے کنارے ہمالیہ کے نظارے۔ خوبصورت پھولوں والے باغ اور متبرک مندر ایسے ستھان ہیں۔ جہاں من بہت جلد شدھ ہو کر دھیان میں جم کر روحانی بلندیوں پر پرواز کرنے لگ جاتا ہے۔ اسلئے ہمیشہ ان ستھانوں کو ڈھونڈو۔

دھیان میں سہولیت اور آنند حاصل کرنے کے لئے آسن۔ بندھ مدرا۔ پرانایام اور ناڑی شدھی ضروری ہیں۔ یہ شریر کو ہلکا بنا کر من کی چنچلتا کو دور کرتے ہیں۔ مِت آہار یعنی خوراک میں اعتدال اور ساتوک بھوجن بھی ضروری ہیں۔ دال۔ روٹی۔ سبزی اور چاول وغیرہ سے معدہ پر بہت زیادہ بوجھ ڈالنے سے نیند کا غلبہ پڑ جاتا ہے۔ اور اس سے سادھن میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ ایک پیٹو یا نفس پرست یا کاہل وسُست آدمی دھیان نہیں کر سکتا۔ دودھ کا استعمال شریر کو بہت ہلکا کرتا ہے۔ اور کئی گھنٹوں تک بلا تکلیف ایک آسن میں بیٹھ کر دھیان کرنے میں مدد دیتا ہے۔ البتہ اُن اشخاص کو جو ملازمت میں ہیں۔ یا جن کو پلیٹ فارم پر لیکچر دینے پڑتے ہیں۔ یا جنہیں زبردست روحانی پرچار کرنا پڑتا ہے۔ ٹھوس اور مقوی غذا لازمی ہے۔

جب تم دھیان کرنے کے لئے بیٹھو گے تو تمہارے دوستوں اور دفتری کاروبار کے خیالات تمہارے من میں خواہ مخواہ پیدا ہوں گے۔ وہ سب باتیں یاد آئینگی جو تم پچھلے دنوں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے دوران گفتگو میں

کرتے رہے ہو۔ تمہیں ان خیالات سے من کو ہٹا کر اپنے لکشیہ یا نشانہ کی طرف لانا ہوگا۔ بہت جد و جہد کرنی پڑے گی۔ دنیاداری کے خیالات کو نکالنا ہوگا۔ ان وچاروں کو کبھی خوش آمدید نہ کہو۔ اپنے آپ کو ان کے ساتھ ہرگز وابستہ نہ کرو اپنے من میں کہو کہ مجھے یہ خیالات نہیں چاہیئیں۔ میں ان سے قطع تعلق کر دوں گا۔ تب آہستہ آہستہ یہ خود ہی دور ہوتے جائیں گے

من ایک شرارتی بندر ہے۔ ہر وقت اچھلتا کودتا رہتا ہے۔ ہر روز اسے دبانا چاہیے۔ تب کہیں آہستہ آہستہ یہ قابو میں ہوتا ہے۔ من کو سدھ کر کے ہی ہم بڑے وچاروں کو روک سکتے ہیں۔ یا اُن وچاروں کو جو پیدا ہو چکے ہیں۔ دوبارہ من میں اٹھنے سے روک سکتے ہیں۔ من کے عملی سادھن سے ہی ہم نیک خیالات کو من میں پیدا کر سکتے ہیں۔ اور قائم رکھ سکتے ہیں۔ اپنے من کو ہمیشہ بہت ہوشیاری سے ٹٹولتے رہو۔ خبردار رہو۔ من میں کبھی حسد۔ غصہ۔ نفرت۔ کام وغیرہ کو پیدا نہ ہونے دو۔ یہ تاریک ورتیاں۔ دھیان۔ شانتی اور بدھی کے دشمن ہیں۔ اونچے ایشوری وچاروں سے انہیں فوراً ہی دبا دو۔ برے خیالات کو دبانے اور ناش کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ وچار ہے۔ شبھ گنوں کا وچار کرو۔ ایشور کے نام یا کسی منتر کو بار بار دہراؤ۔ برے خیالات کے برے نتائج کو سوچو۔ وچار دو "کہ میں کون ہوں" یا قوت ارادی سے بھی ان کو دبانے کی کوشش کرو۔ جب من شدھ ہو جاتا ہے۔ تو برے وچار پیدا ہی نہیں ہوتے۔ جسطرح دشمن یا ڈاکو کو مکان کے دروازہ پر روکنا آسان ہے۔ اسی طرح برے خیالات کو اٹھتے ہی دبانا سہل ہے۔ اگر جڑ پکڑ گئے تو مشکل سے نکلتے ہیں۔

شروع شروع میں دھیان کرنے کے وقت برے خیالات من میں بہت پیدا ہوا کرتے ہیں۔ کبھی سوچا ہے۔ کہ دھیان میں ایسا کیوں ہوتا ہے۔ جس وقت کہ ہماری کوشش خصوصاً یہ ہوتی ہے۔ کہ نیک وچار پیدا ہوں۔ سادھک اس سے گھبرا کر اور تنگ آ کر روحانی عمل اور سادھن چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ بندر کا سوبھاؤ ہے۔ کہ اگر ہم اسے بھگانے کی کوشش کریں۔ تو وہ زیادہ غضبناک ہو کر ہمارے اوپر کودنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح برے سنسکار اور وچار ہمارے اوپر دگنی طاقت سے اسی وقت حملہ کرتے ہیں۔ جب ہم شدھ پوتر اور ایشوری وچار دھارن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارا دشمن پورے زور سے ہمارا مقابلہ کرتا ہے۔ جب اسے اپنے مکان سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ رکاوٹ یا مقابلہ کرنا قدرت کا قانون ہے۔ پرانے برے خیالات ہمارے سامنے اکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:۔

"اے انسان۔ ظالم نہ بن۔ تو نے اپنے دماغ کے کارخانہ میں مدت مدید سے ہمیں ٹھہرائے رکھا ہے۔ ہمیں یہاں رہنے کا پورا حق ہے۔ ہم نے ہمیشہ تیرے برے کاموں میں مدد کی ہے۔ اب تو ہمیں یہاں سے کیوں نکالنا چاہتا ہے۔ ہم اپنا مکان کبھی نہیں چھوڑیں گے"۔ حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے۔ باقاعدہ دھیان کے عمل میں لگے رہو۔ یہ برے خیالات آہستہ آہستہ باریک ہوتے جائینگے۔ اور آخر کار مر جائینگے۔ قانون قدرت ہے کہ مثبت ہمیشہ نفی پر فتح حاصل کرتا ہے۔ نیک خیالات کے سامنے برے وچار ٹھہر نہیں سکتے۔ حوصلہ ہمیشہ خوف کو قابو کر لیتا ہے۔ تحمل مزاجی غصہ پر غالب آتی ہے محبت نفرت کو جیت لیتی ہے۔ شدھتائی یا پاکیزگی نفس کو قابو میں کر لیتی ہے۔ صرف یہی امر کہ دھیان کرتے وقت برے خیالات کا پیدا ہونا تمہیں بے چین کر دیتا ہے۔ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ تم روحانی ترقی کر رہے ہو۔ پہلے دنوں میں تم دانستہ

ہر قسم کے بُرے خیالات من میں دھارن کرتے تھے۔ اُن کی پرورش کرتے تھے۔ اب ان سے چڑتے ہو۔ اپنے روحانی عملوں کو جاری رکھو۔ خُوب محنت کرو۔ استقلال کو نہ چھوڑو۔ ضرور کامیاب ہو گے۔ ایک نہایت سُست آدمی بھی اگر متواتر دو تین سال جپ اور دھیان کرے گا۔ تو اپنے اندر حیران کُن تبدیلی معلوم کرے گا۔ اب وہ ان سادھنوں کو چھوڑ نہیں سکے گا۔ اگر وہ ایک دن دھیان نہ کر سکے تو وہ سچ مچ محسوس کرے گا کہ اُس دن اس کی کوئی چیز گم ہو گئی ہے۔ اس کا من بے چین رہے گا۔

اگر کُتے کے سامنے ایک بڑا آئینہ رکھ کر ایک روٹی کا ٹکڑا رکھ دیا جاوے تو وہ شیشہ میں اپنے عکس کو دیکھکر بھونکنے لگتا ہے۔ وہ بیوقوف سمجھتا ہے کہ آئینہ میں ایک اور کُتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی تمام انسانوں میں اپنے من رُوپی آئینہ کے ذریعے اپنا ہی عکس دیکھتا ہے۔ لیکن کُتے کی طرح سمجھتا ہے۔ کہ یہ سب اُس سے مختلف اور علیحدہ ہیں۔ اور حسرت اور نفرت کی وجہ سے اُن سے لڑنے لگتا ہے۔ یہ وچار اور اخلاقی زندگی ہمیں گہرا دھیان کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ عملی اخلاقی زندگی حاصل کر کے ہم اپنے من کو اگلی منزلوں مثلاً دیک وغیرہ پر لیجا سکتے ہیں۔ جتنی زیادہ عملی زندگی ہوگی اتنا ہی زیادہ دھیان ہو سکے گا۔ تب ہی ہمارے نرو کلپ سمادھی میں داخل ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں جو ہمیں جنم مرن کے چکر سے نجات دلا کر پُورن آنند شانتی اور امرتا عطا کر سکتی ہے۔

اخلاقی اصُولوں یعنی یم اور نیم کے عمل کے بغیر دھیان کرنا کچّی بنیاد پر مکان بنانے کے برابر ہے۔ مکان شاید بن جاوے لیکن وہ ضرور گر پڑے گا۔ ہم سالہا سال تک دھیان کا سادھن کرتے جائیں۔ لیکن جب تک اخلاقی بنیاد نہ ہوگی۔ کوئی پھل حاصل نہ ہوگا۔ ضرور گرنا پڑے گا۔ اسلئے دھیان اور سمادھی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے من کی شدھی اور یم نیم کا عمل سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ دھیان شروع کرنے سے پہلے ٹھیک راستہ پر جیون گذارنا سیکھو۔ شدھی حاصل کرو۔ تب ہی کامیابی حاصل ہوگی۔ دھیان کے واسطے من کو تیار کرنے میں زیادہ وقت درکار ہے۔ بہ نسبت دھیان کے عمل کرنے کے لئے اگر من ہمیشہ نفسانی چیزوں پر گرتا ہے۔ تو سنسار کی ہستی میں زیادہ یقین بڑھتا رہے گا۔ اور اگر من ہمیشہ لگاتار آتما کا وچار کرے تو دنیا خواب کی طرح نظر آنے لگتی ہے۔

من کے سنکلپوں سے آزاد ہونے کی کوشش کرو۔ ہمیشہ آتما کا وچار کرو۔ یہ وچار لگاتار جاری رہے۔ کبھی بند نہ ہو۔ تب ہی روحانی گیان کی صبح نمودار ہو گی۔ اور چدا کاش کے آسمان میں گیان کا سُورج چمکے گا۔ جسطرح پھٹکڑی ملانے سے گندہلا پانی صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح برہم چنتن سے واسناؤں اور بُرے سنکلپوں سے بھرا ہوا گندہلا من شُدھ اور پوتر ہو جائے گا۔ تب ہی سچا گیان اور روشنی حاصل ہوگی۔

جسطرح وہ شخص جو دو خرگوشوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اُن میں سے کسی کو بھی پکڑ نہیں سکتا۔ اسی طرح وہ سادھک جو دو مختلف خیالات کے پیچھے بھاگتا ہے۔ کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر دس منٹ تک اُسکے من میں الشیوری وچار پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگلے دس منٹوں میں دنیاوی خیالات بھر جاتے ہیں۔ اُسے کبھی الشیور پراپتی نہیں ہو سکتی۔ صرف ایک ہی خرگوش کے پیچھے پورے زور، قوت اور ایکاگرتا سے دوڑنا ہوگا۔

گیان بھنڈار

از قلم لالہ جمیعت رائے صاحب بہل سچدانند غریب آباد سکھر

ضائع گئی بہتی تھوڑی رہی باقی - طرف اپنے کریں دھیان یارا
اے وگڑیا نہیں تیرا اِک ماسہ - کن دھر کے سُنیں گیان یارا
بخشنہار او آپ کرتار سائیں - جیہے نام تمام جہان یارا
جیہناں وِچ وِہار اج دے نعیان رکھے - ہوندے دِین دیال بھگوان یارا
نال عاجزی سیس نوا اپنا - جے توں اصل امیل انسان یارا
اوہو وسدے رسدے ہیسے وِچ تیرے - بے نشان وا ہے نشان یارا
رستے نیکیاں دے سدا قدم رکھیں - بھُل پیں نہ راہ شیطان یارا
کافر ہو بھتویں جیویں کم کیہڑے - لازم اپنی کرن پہچان یارا
بندہ بندگی واسطے رب پیدا کیتا - جان بجھ نہ بنیں حیوان یارا
سچی خوشی لوڑیں وشیوں من توڑیں - بدی ول نہ کریں دھیان یارا
سبق سچدا رکھنا یاد اِکو - طرف جھوٹ نہ ہوویں غلطان یارا

حق حق نوں جاننا عین مقصد - رحم صاف انصاف بیان یارا
تائیں ذات اصل کہاویں توں - حاصل کریں جے سچ گیان یارا
جے نہ کن دھریں ہری بھجن اُتے - تاں شیطان بنّا بے ایمان یارا
چھڈ نقل نوں اصل دا دیکھ جلوہ - چنگے عمل کر چشم مستان یارا
باہجھ رب دے سب جہان فانی - سُخن سچدانند سنان یارا
کردا یاد کرتار دی رہو ہر دم - دلوں بھجن پریم نوں دھار یارا
چھڈ عمل شیطان آنیک پاسے - کر سچ تے دھرم دی کار یارا

دِلوں جھوٹ تے دُوئی نوں دُور کر دے — اِکو جان واحد نرنکار یارا !
نِشکام ہو کے کر فرض پُورا ! — جانن ہار او آپ کرتار یارا
سَرو سا کھشی وِیاپی او جگ سارے — شکتیمان آکھے جو سنسار یارا
گھٹ گھٹ اندر او سما رہیا — ظاہر ہے باطن اپرم پار یارا
گورو بچن مِنے دھوبی کپڑا جیوں — صابن نال ہووے سرجن ہار یارا
میل دِلاندی ترت صفا ہوندی — ایسا نام چنگا پروردگار یارا
دیوے دان تے اپنا مان چاہے — دانی نہیں او ہے گنہگار یارا
کون کِسے نوں دیوندا اِک پائی — دیون ہار او آپ داتار یارا
سیوا سادھ فقیر دی مِلے جے کر — کریئے نال یقین اعتبار یارا
میوہ سادھ سنگت وچوں لبھدا اے — ست سنگ تھیں ہوندا پار یارا
ہار جھوٹ دی تے جت سچ دی اے — سچ مثل مشہور سنسار یارا
سبق سچ دا مِلدا ست سنگ وِچوں — بیڑا سچ دا انت ہے پار یارا
پختہ کار رہو فرض اپنے تے — پیا سچ دا وِرد چتار یارا
کوئی دم دا دم مہمان تیرا — ہُن تے سچدا نند وچار یارا

جِچر تیک نہ بھجن بھگونت ہووے — جِچر دُوئی نہ دِلے تھیں دُور ہووے
جلوہ اپنے آپ دا ویکھ اِکو — آپے شمع تھیں آپ ہی نور ہووے
ذات حق نوں جاننا عین مطلب — وِچوں ہور باقی سب کافور ہووے
مزا اپنے آپ دا آپ چکھے — اپنے نور تھیں شمع مسرور ہووے
چھڈ ہور خیال حکاوتاں نوں ! — دِلوں دُور دُوئی دُور دُور ہووے
کہ بندگی زندگی نہیں دائم ! — آوے دم نہ کجھ غرور ہووے
رہوے یاد ہمدم دم دم کردا — نشہ بھجن پریم تھیں چُور ہووے
جتھے پریم بھگوان دا ذکر ہووے — اوتھے سچدا نند ضرور ہووے

ہووے وقت اچھا کِریا کرے ستگور — دُکھ درد تمام ضرور ہووے
نِشچے دھار وِشواس نوں کرے قائم — مشکل حل دریا عبور ہووے
دیا دھرم غریباں تے رحم کرنا — لازم وِچ جہان دستور ہووے
ہووے گیان تے رنگین بلائے فوراً — نشہ بھجن دا پی مسرور ہووے
نقل چھڈ کے اصل دا ویکھ جلوہ — آپے اصل دا تُرت کافور ہووے

رانی جی

جیو اور ایشور کا بھید

انا شری سوامی اچھا رام جی

विहाय कामान्य सर्वान् पुमांश्चरति निःस्पृहः।
निर्ममो निरहंकारः स शान्तमधिगच्छति" गीता २-६९.

جو منش سب کامناؤں کو چھوڑ کر بغیر کسی لگاؤ Attachment کے سنسار میں رہتا ہے۔ اور جسکی اہنتا ممتا مٹ گئی ہے۔ وہ شانتی کو پراپت ہوتا ہے۔

گیان جیسی دُرلبھ وستو کو پراپت کر کے باقی کچھ پانے لائق نہیں رہتا۔ اسی لئے تو گیانی کو ساکھیات پرم برہم کا سروپ کہا ہے۔

سوال: — جب سرب یا ایک برہم روپ ہو جاتا ہے۔ تو سروگیہ کیوں نہیں ہوتا؟ اور اسکو دوسرے کی چت کا بھید کیوں نہیں جان پڑتا؟

جواب: — گیانی ہو جانے پر وہ الپگیہ اور سروگیہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ الپگیہ تو جیو اور سروگیہ ایشور ہے۔ اور گیانی تو شدھ برہم روپ ہونے سے نہ تو الپگیہ ہے نہ سروگیہ ہے۔ دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ گیانی ان دونوں جیو اور ایشور کی اُپادھیوں سے رہت ہو جاتا ہے۔ اور ساکھیات نرگن برہم بن جاتا ہے۔ اس کارن نہ تو وہ الپگیہ رہتا اور نہ وہ سروگیہ رہتا ہے۔ ایشور کی اُپادھی سروگیتا اور جیو کی اُپادھی الپگیتا کو دور کرنے پر دونوں ایک ہی ہیں۔ جیسے گھٹا آکاش اور مٹھا آکاش ایک آکاش۔

ایک دفعہ ایک چکرورتی راجہ بہت سے سپاہیوں کو ساتھ لیکر شکار کھیلنے کے لئے جنگل کو روانہ ہوا۔ اس نے ایک ہرن کا تعاقب کیا۔ ہرن بہت دور آگے نکل گیا۔ لیکن راجہ بھی اُسکے پیچھے پیچھے گیا۔ چونکہ آگے جنگل بہت گھنا تھا اسلئے سپاہی اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ اور وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ اتفاق سے راجہ کا گھوڑا ایک کھائی میں گر گیا۔ اور مر گیا۔ راجہ اپنے آپ کو سنبھالا۔ چوٹیں بہت آئیں اب شکار کا تو خیال جاتا رہا۔ سندھیا کا وقت ہو چکا تھا۔ سارے دن کی تھکان تھی۔ اسلئے گھوڑے کی زین اتاری اور ساتھ کے درخت کے نیچے آرام کرنے لگا۔ بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔

وہاں ایک اچنبھا ہوا۔ ساتھ کے درختوں کی گھنی جھاڑیوں میں سے ایک جنگلی جانور (جسکی شکل جنگلی بندر کی مانند تھی) نے جھٹ ہی راجہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اُسے کندھے پر ڈال لیا۔ اور بڑے زور سے دوڑتا ہوا جھاڑیوں کے درمیان ایک غار میں لے گیا۔ راجہ کی نیند کھل گئی۔ اور اس نے چھٹکارا کرنا چاہا لیکن وہ جانور اتنا زبردست تھا۔ کہ راجہ

کی کچھ بھی پیش نہ گئی - اس جنگلی جانور نے . . . اُس اندھیری غار کو ایک بڑے بھاری پتھر سے بند کر کے خود باہر چلا گیا -

راجہ کو اس گپھا میں ایک اور آدمی نظر پڑا - اُسے دیکھ کر راجہ کی گھبراہٹ پہلے سے کچھ کم ہوئی اور راجہ نے اُسے مخاطب ہو کر پوچھا کہ بھائی تو یہاں کس طرح آیا ہے - اور تو کون ہے ؟ یہ سن کر وہ بولا - بھائی میں ایک نزدیک کے گاؤں کا لکڑہارا ہوں - بہت ہی غریب ہوں - روزانہ لکڑیاں کاٹ کر لے جاتا تھا - اپنی استری - پُتر وغیرہ کا گذارہ کرتا تھا - جب آج میں نے اس پاس کی جھاڑی میں سے لکڑی کاٹ کر بھار باندھا - اور کچھ تھکا ماندہ ہونے کے کارن ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا - نیند نے غلبہ کیا - اور لیٹ گیا - میری آنکھ کچھ لگی کچھ نہ لگی - اتنے میں اس دُشٹ جانور نے آکر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے - اور مجھے کندھے پر ڈال کر پل بھر میں یہاں لا رکھا - اور تمہارے آنے سے تھوڑی ہی دیر پہلے میں یہاں آیا ہوں - اور میری کلہاڑی جو کہ میرا اور میرے سمبندھیوں کی روزی کا ذریعہ تھی رہیں پڑی ہے -

یہ ماجرا سُنا کر لکڑہارا زار زار رونے لگا - "ہے پربھو - دیا کر - کرپا کر - اب میرے بچوں کا کیا ہوگا - وہ بیچارے بھوکے مر جاویں گے - ہائے ہائے !"

راجہ نے کہا - ارے بھائی ایسا ولاپ کیوں کرتا ہے - تیرے لئے تو تیرا کٹمب ہی دُکھی ہوگا - لیکن میں جو اس پرتھوی کا راجہ ہوں - میرے لئے سب پرجا دیاکل اور دُکھی ہوگی - میری رانی اور راجکمار مجھے نہ دیکھکر آتم گھات کریں گے - اور دُشمن میری راجدھانی پر قبضہ کر لینگے - لیکن ہے بھائی لکڑہارے - اس وقت ہم دونوں برابر ہیں - نہ ہی میرا راجیہ اسوقت میری کچھ مدد کر سکتا ہے - اور نہ ہی تمہیں تمہارے سمبندھی ہی یہاں سے چھڑا سکتے ہیں - اب ہمیں گھبرانا نہیں چاہیئے - بلکہ شانتی سے اس دُکھ کو دُور کرنے کی کوئی تدبیر سوچنی چاہیئے - اب سوائے بھگوان کے ہمیں یہاں سے کوئی چھڑا نہیں سکتا - اسلئے اُسکا ہی دھیان سمرن کر کے اُسکی شرن لینی چاہیئے - وہ سروویاپک (ہر جگہ موجود) ہے - ہماری پرارتھنا کو ضرور سُنے گا - اب ہم دونوں کو "میں راجا اور تو لکڑہارا" اس بھید بھاؤ کو تیاگ کر شری بھگوان کی ہی شرن لینا چاہیئے اس پرکار بات چیت کر کے وہ شردھا پورک پریم سہت بھگوان کی اُستتی کرنے لگے - اور بھگوان کے پریم میں مست الست ہو گئے - کہ تن بدن کی سُدھ بُدھ جاتی رہی - جب ہوش آئی تو دیکھا - کہ راجہ اپنے درباریوں کے درمیان چارپائی پر لیٹا ہے اور لکڑہارا اپنے استری پُتروں کے درمیان زمین پر لیٹا ہے - یہ عجیب و غریب نظارہ دیکھکر دونوں حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے - بھگوان نے اپنی اگادھ شکتی سے اُن دونوں کے دُکھوں کو دُور کیا -

ایشور رُوپ راجہ اور جیو رُوپ لکڑہارا دونوں ہی ایک گپھا میں بند ہو جانے اور اپنی اُپادھی (راجہ کی اُپادھی چکرورتی راجیہ اور لکڑہارے کی اُپادھی اُسکی پیاری سے پیاری کلہاڑی) جہاں کی تہاں پڑی رہ جانے سے دونو سمان (ایک جیسے) ہو گئے - اور اسی کارن اُپادھیوں سے رہت ہو کر اُس ایک پرماتم دیو سچدانند رُوپ برہم کی اُستتی کرنے لگے - اور دُکھوں سے رہائی پائی - کیونکہ اُس پار برہم کے آگے تو دونوں ایک سمان ہی ہیں - اونچ نیچ نہیں ہیں اسی طرح جیو اور ایشور کی اُپادیاں مٹ جانے سے دونو سمان ہیں - اسلئے الپگیہ جیو اور سروگیہ ایشور (الپگیہ اور سروگیہ) دونو اُپادھیوں کو تیاگ کر اُپادھی رہت برہم میں دونوں سمان ہیں - اور یہی گیانی کا سُدرُوپ ہے - ایسا سمجھنا چاہیئے -

گذشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ادم ماہ فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۶

سادھو!

از شری سوامی شہنشاہ جی مہاراج

ان سات کے سوائے ایک اور وچتر پرکار کے آٹھویں قسم کے مہاتما ہوتے ہیں۔ جن کی بابت معلوم نہیں ہوتا - کہ
آیا وہ کسی خاص وجہ سے تارک الدنیا بنے ہیں۔ یا پہلی یا دوسری قسم کے سادھوؤں کی طرح خواہ کچھ ہی ہو۔ ان کی
زندگی نرالے ڈھنگ کی ہوتی ہے۔ اور سوائے ان کے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس قسم کا اور کتنا آنند لیتے
ہیں۔ اس قسم کے مہاتما اب بھی مل جاتے ہیں۔ یہ اکثر مجذوب حالت میں رہتے ہیں۔ کسی سے کسی قسم کی گفتگو نہیں
کرتے۔ اگر کرتے ہیں۔ تو رمز و کنایہ سے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ ایک مہاتما نے ہردوار میں شریر چھوڑا۔ ان کی بہت
تعریف کی جاتی ہے۔ ساری عمر انہوں نے اپنی زندگی بظاہر اتنی ناقابل گذاری ہے۔ کہ یاد آتے ہی ایشور یاد آ
جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے تمام عمر دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند رکھیں ایک شخص نے امتحان لینے کے
لئے ایک کلہاڑے سے ان کو زخمی کر دیا۔ یہاں تک ہوا۔ کہ زخم میں کیڑے پڑ گئے۔ اور اگر کوئی کیڑا زخم میں سے
زمین پر گر جاتا۔ تو یہ اٹھوا کر پھر زخم میں رکھ لیتے۔ غرضیکہ اور اسی قسم کے بہت سے مشکل کام کرتے رہے۔ اگر یوں
کہیں۔ کہ انہوں نے غیر ممکن کو ممکن کر دکھایا۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ ان کا نام پورن آشرم تھا۔

علاقہ بڑرواڑی کے ایک شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے کہا۔ کہ میرے گاؤں میں سادھو استری جو ایک
ہندو زمیندار کی لڑکی تھی۔ قریباً چار برس ہوئے۔ انتقال ہوا۔ اس کی یہ تعریف تھی۔ کہ تقریباً بیس برس تک
وہ کھڑی رہی۔ پہلے دنوں میں اس نے اپنے ہاتھ میں رسی باندھ کر چھت سے باندھ دیئے تھے۔ مگر کچھ دن کے
بعد رسی کھول دی گئی۔ مہینوں ان جل کچھ نہیں کھایا۔ دور دور سے یاتری لوگ جنہیں انگریز۔ مسلمان۔ ہندو سبھی
قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ اس کے درشن کرنے آتے تھے۔ مگر وہ کسی کسی سے اور بہت کم بات کرتی تھی۔ اور وہ
بھی دنیا داری کی نہیں۔ شریر کندن کی طرح دمکتا تھا۔ غرض اسی طرح کے اور بھی کئی مہاتما اس قسم کے ہیں۔ اور
ہو گئے ہیں۔ انہوں نے پریم۔ وحدانیت اور محویت کی پرا کاشٹا کر دی۔

ابھی عرصہ نہیں ہوا ملتان میں ایک مہاتما موتی رام نامی تھے۔ ان کی زندگی بھی کچھ ایسی ہی تھی۔
بہت حال ہی کا ذکر ہے۔ کہ ہم نے علاقہ جموں میرپور میں ایک مہاتما مسمی رونق رام کو دیکھا ہے۔
ہمارے خیال میں اسی قسم کے مہاتماؤں میں وہ سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور ان کو لکھو ما اپرماتو روپ سے سارے

جگت میں ویاپک ہونا) نامی سدھی بھی پراپت ہے۔

مسلمانوں میں صوفی نام کا ایک فرقہ ویدانت کے ڈھنگ کا ہے۔ یہ لوگ مہاتماؤں کی تین قسموں کا پرچار کرتے ہیں۔ پہلی پرکار کے سادھوؤں کو مجذوب کہتے ہیں۔ یہ کسی سے بات چیت نہیں کرتے۔ شدھی اشدھی کو بھی نہیں سمجھتے۔ ہندوؤں میں اس قسم کے سادھوؤں کو اگھوری کہتے ہیں۔ وہ ہر وقت مدہوش رہتے ہیں دوسری قسم کے مجذوب سالک کہلاتے ہیں۔ یہ کبھی کبھی ہوش میں ہو کر کچھ کہہ سن بھی لیتے ہیں۔ تیسرے جو سب سے اونچے درجے کے مانے جاتے ہیں۔ ان کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ اور ظاہری نظر سے یہ لوگ کھاتے پیتے چلتے نظر آتے ہیں۔ مگر اکثر یہ (یہ مہاتما اندرونی طور پر اس طرح پرماتما میں لین رہتے ہیں جیسے مجذوب یا باہر سے جذب ہوئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں) یہ ماتما میں لین رہتے ہیں۔ گیتا میں ایسی حالت والے کو یوگی اور گیانی کہتے ہیں۔ یوگ وشسٹ میں سادھوؤں کے سات درجے (سپت بھومکا) لکھے ہیں۔ تم ان کا بیان اسی مہا پستک میں دیکھ لو۔ اس میں لکھنا بہت وستار کا کارن ہوگا۔ صرف اتنا کہے دیتے ہیں۔ کہ مہاتماؤں کا وشئہ بہت گمبھیر اور وسیع ہے۔ صرف اس مضمون پر ایک علیحدہ کتاب بن سکتی ہے۔ ہم نے صرف نمونہ کے طور پر یہی چند ایک الفاظ کہے ہیں۔

واضح رہے کہ ہم یہ بات ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ وہ خود سمجھ لیں کہ کس کس قسم کے سادھوؤں کو کیا کیا آنند ہوتا ہے۔ اور وہ کیا کیا درجہ رکھتے ہیں۔ ہماری رائے میں تو مجذوب اور وہ مہاتما جو وشواش اور پریم کے مورتی مان ہیں۔ سب سے زیادہ آنند کے بھاگی ہو سکتے ہیں۔ دراصل تو بات یہ ہے کہ جب تک خود مہاتما نہ بنے۔ مہاتما کی اصلیت کو پہچاننا مشکل ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ اُن سادھوؤں کو ہم کس درجہ میں شمار کریں۔ جو کہ سادھو اور تارک الدنیا کہلاتے ہوئے بھی دنیاداروں سے زیادہ جھگڑے میں پڑے ہیں۔ مکان زمین۔ جائداد یہاں تک کہ کوئی تو کھلم کھلا اور کوئی پوشیدہ طور پر منکوحہ یا غیر منکوحہ استریاں بھی کرتے ہیں۔ اُن کی بابت زیادہ نہ کہہ کر ہم اس بات کو ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ اور وہ اُن کی قسم اور رتبہ کا خود اندازہ لگا لیویں۔ ذیل میں ہم مثال کے طور پر ایک ایسے سادھو صاحب کا ذکر کرتے ہیں۔

ہردوار کے نزدیک ایک بڑے وِدوان سادھو رہتے ہیں۔ علاوہ علم کے دولت اُن کے پاس روپیہ پیسہ زمین جائداد بھی لاکھوں روپوں کی ہے۔ کچھ سال ہوئے ہمارا جانا اُن کے استھان پر ہوا۔ ہمارے ساتھ ایک دو پنڈت صاحبان اور بھی تھے۔ ایک تو جالندھر کے اور ایک امرتسر کے۔ یہ دونوں اچھی علمیت رکھتے تھے۔ ایک دو گھنٹہ مختلف قسم کی گفتگو ہونے کے بعد ہم نے رخصت چاہی۔ چلتی بار مہاتما نے ہمارے سامنے کچھ پھل پرشاد کے طور پر رکھ دیئے۔ ہم نے کہا مہاراج۔ اپنے ہاتھ سے دیجئے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ میری کچھ چیز نہیں۔ یہ سب آپ کا ہی ہے۔ یہ سنکر ہم نے کہا۔ کہ جب آپ کی سنسار میں کوئی وستو نہیں تو پھر اتنے مکان۔ جائداد۔ روپیہ پیسہ وغیرہ کیوں اکٹھا کر رہے ہو۔ ہم ابھی آپ کے سونے چاندی کے برتن کپڑے اور نقدی کے ٹھاٹھ دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم نے یہ بات کہی تو حاضرین نے

قہقہ لگایا (مگر ہم تو دراصل یہی دیکھنے گئے تھے) کہ آیا یہ سچ ہے۔ کہ سادھو لوگ جو اکثر تیاگ کا اپدیش کرتے ہیں۔ سچ مچ آپ بھی سچے تیاگی ہیں۔ یا اپدیش دوسروں ہی کے واسطے ہے)۔

سادھو صاحب کہنے لگے کہ اس بات کا جواب میں دو گھنٹہ بعد دوں گا۔ کیونکہ اب مون رہنے کا وقت آگیا ہے۔ اس وقت میں مون رہا کرتا ہوں۔ آپ اوپر بیٹھئے۔ دو گھنٹہ کے بعد گفتگو ہوگی۔ ہم نے یہ منظور کر لیا۔ کیونکہ ہمکو تو سوائے اصلیت تک پہنچنے کے اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اوپر کی منزل کا دروازہ کھولدیا۔ ہم وہاں پر ایک گھنٹہ کے قریب بیٹھے ہوں گے۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ سادھو صاحب کے کمرے میں کئی استریاں داخل ہوئیں۔ ہم بھی پیچھے اتر کر یہ دیکھنے کے لئے کہ سادھو صاحب ان سے بات چیت کرتے ہیں یا نہیں۔ اسطرف گئے تو دیکھا کہ سادھو صاحب ان سے ہر قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم نے دخل دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ہمیں جو کچھ دیکھنا تھا دیکھ لیا۔ کوئی لڑائی بھڑائی تھوڑی ہی کرنی تھی۔

چنانچہ ہم وہاں سے واپس آکر کسی اور طرف کو روانہ ہوئے۔ ایک دو دن بعد وہی سادھو صاحب نہر کی پٹڑی پر سیر کرتے مل گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اسدن چلے ہی آئے۔ میں تو آپ کی تلاش میں تھا۔ ہم نے اس وقت وہاں پر جانے کی غرض اور بغیر بات کئے واپس آنے کا سبب صاف صاف سنا دیا۔ سمجھدار اور ودوان تو تھے ہی۔ ہمارا منشاء اور اپنی کمزوری سمجھ کر چپ ہو گئے۔ مگر ان کے ہمراہیوں میں ایک نے (معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے سمجھوتہ ہو چکا تھا) کہا۔ کہ آپ جو کہتے تھے کہ ان کی چیزیں غریبوں کو بانٹ دیں بس بہتر ہے کہ تم ان کے چیلے بن جاؤ۔ اور گدی سنبھال لو۔ پھر جو چاہو کرنا۔ ہم نے کہا کہ چیلا بن جانے میں تو کوئی ہرج نہیں۔ مگر ان کے پاس وہ چیز نہیں ہے۔ جس کے لئے میں چیلا بنوں۔ دولت ہے۔ یا بغیر عمل رہ دیا۔ مجھے ان دولتوں کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر سب کچھ جوں کا توں چھوڑ کر میری طرح لنگوٹی باندھ جنگل کی راہ لیں۔ تو ایسا ممکن ہے۔ یہ سن کر سادھو نے کہا کہ اچھا چیلے نہیں تو گرو ہی بن جاؤ۔ ہمیشہ یہاں رہا کیجئے۔ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہوگی۔ میں مہیا کر دوں گا۔ ہم نے کہا۔ گرو بھی بننا جبھی ٹھیک ہے۔ جب چیلا آگیا پالن کرے۔ پھر وہ کہنے لگے۔ کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ اس قابل نہیں کہ یہاں کے آرام کو چھوڑ کر جنگل کی سختی برداشت کروں۔ القصہ ہم نے ایکانت میں ان سے پوچھا۔ چلو جو ہوا سو ہوا۔ اب یہ فرمائیے کہ آپ کو ہر طرح اطمینان و تسلی ہے کہ نہیں؟ انہوں نے جو کچھ کہا۔ تفصیل وار درج کرنا ضروری نہیں۔ صرف اتنا کہہ دیتے ہیں۔ کہ ان کی اندرونی حالت نہایت خراب دکھ اور پریشانی کی تھی۔ اس کی وجہ ناظرین خود سمجھ لیں۔ ہم کیا کہیں۔" فقط

خاص عنایت: کرم یوگی انک جسکی قیمت دو روپیہ تھی۔ رسالہ 'ادوم' کے خریداران کو صرف ۱/۸ روپیہ میں دیا جائیگا۔ لیکن جو پانچ نئے خریداران کا چندہ یکمشت بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں گے۔ ان کو کرم یوگی انک بطور انعام مفت پیش کیا جاویگا۔ — مینیجر

شری مہابھارت

تیسرا حصہ

شانتی پرب

موکش دہرم یعنی راہِ نجات

پہلا ادھیائے

راجہ جیت سین

مہاراجہ یدھشٹر نے جب شری بھیشم پتامہ جی سے موکش دہرم کی کیفیت دریافت کی تو شری بھیشم پتامہ جی یوں گوہر افشاں ہوئے :-

موکش دہرم تمام دہرموں میں سے افضل ہے۔ جس کی عظمت و فضیلت بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ دہرم کے راستے بیشمار ہیں۔ جو کہ ہمیشہ بھلائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ لیکن موکش دہرم کا مارگ ان سب راستوں سے افضل ہے۔ اگرچہ اس جہان فانی میں دہرم بظاہر ایک غیر ضروری سی چیز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کا فائدہ دوسرے جنموں میں رونما ہوتا ہے۔ یہ امر قابل غور ہے۔ کہ جس مدعا کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کوئی دہرم یعنی نیک کام کیا جاتا ہے۔ وہ مدعا اسی دنیا میں یقیناً حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض محال وہ مدعا اس دنیا میں نہ بھی حاصل ہو۔ تو عاقبت میں تو ضرور ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ چونکہ دہرم بغیر گیان یعنی علم کے حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا تا وقتیکہ علم حاصل نہ ہو جائے۔ دہرم کی پیروی نامناسب ہے لیکن یہ خیال سرتاپا غلط ہے۔ بلکہ فی الحقیقت دہرم ہی گیان کی بنیاد ہے۔ نہ کہ گیان دہرم کی۔ اہل دنیا دہرم کی پیروی حصول راحت کے لئے کرتے ہیں۔ اور دہرماتما لوگ بلاشبہ راحت و مسرت سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ رشی منی بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ دہرم کبھی بھی ضائع نہیں جاتا۔

دہرم کے کام مختلف مقاصد کے لئے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی تو حصول اولاد کے لئے۔ کوئی حصول نجات کے لئے۔ کوئی حصول لذّات نفسانی کے لئے اور کوئی حصول ناموری کے لئے دہرم یعنی کارِ ثواب کرتا ہے۔ اور ہر شخص اپنے دل کی مراد پاتا ہے۔ لیکن دہرم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے ویراگ یعنی دنیا سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں یہ خیال جاگزیں ہو جاتا ہے۔ کہ دنیا فانی ہے۔ اور اس کے تمام دکھ سکھ عارضی ہیں۔ اور جو پیدا ہوا ہے۔ ضرور فنا ہو گا۔ جب اس حقیقت سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ تو پھر مکتی کی منزل دور نہیں رہ جاتی۔

مہاراجہ یدھشٹر۔ جب ہر شخص اس امر سے واقف ہے کہ تمام دنیاوی رشتے جھوٹے اور عارضی ہیں۔ تو

رشتہ داروں کی موت پر داویلا کیوں مچایا جاتا ہے؟ اور کیوں رو رو کر جان کو ہلکان کیا جاتا ہے۔ اس جھمیلے سے نجات کیونکر ہو۔؟

بھیشم پتامہ :۔ ماں باپ۔ بیوی بچے اور بھائی بہن وغیرہ سب جیتے جی کے ناتے ہیں۔ اور سب کے سب فانی ہیں۔ اس امر سے تمام دُنیا آگاہ ہے۔ لہذا ذی عقل لوگ کسی بات کا غم نہیں کرتے۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ حتیٰ الوسع رنج والم کو اپنے پاس تک پھٹکنے نہ دے۔ اب میں آپ کو راجہ جیت سین کی موت کا حال سُنا کر اپنے خیالات کا قائل کرنے کی کوشش کروں گا:۔

جب راجہ جیت سین کا لڑکا مر گیا۔ تو وہ اس کے غم میں از حد خستہ حال ہو گیا۔ ایکدن ایک برہمن نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ کہ اے راجہ آپ غم میں اسقدر کیوں گھلے جا رہے ہیں۔ اور کیوں زندگی سے بیزار ہو رہے ہیں۔ معاملات سلطنت بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ رعایا الگ حیران و پریشان ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ موت اٹل ہے۔ اور اس سے چھٹکارا محال ہے۔ آپ اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے۔ کہ رُوح لافانی ہے۔ موت صرف جسم کے لیئے ہے۔ اسلئے آپ غم والم کو خیرباد کہہ دیں۔ اور حوصلہ و اطمینان کے ساتھ امور سلطنت کیطرف متوجہ ہو جائیں۔

جیت سین :۔ برہمن دیوتا! آپ کا فرمانا بجا ہے۔ مگر کیا کروں۔ دِل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ آپ ہی فرمایئے۔ کہ دِل کو تسکین ہو تو کیسے ہو۔

برہمن :۔ مہاراج! دُنیا کے تمام جاندار مبتلائے مصیبت ہیں۔ کوئی ذی رُوح خوش و خرم نہیں۔ ہاں البتہ گیانی لوگ سب طرح غم سے آزاد ہیں۔ ان کی تمام حالتیں یکساں ہیں۔ رنج و راحت مساوی ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ رُوح زندگی اور موت سے مبرا ہے۔ جب یہ جسم ہی اپنا نہیں ہے۔ تو عزیز و اقارب کب ہمیشہ ساتھ دے سکتے ہیں۔ پس اسی حقیقت کو ذہن نشین کر لینے سے رنج و راحت کا قصّہ پاک ہو جاتا ہے یعنی دُکھ اور سُکھ ایک سمان ہو جاتے ہیں۔ عزیز و اقارب کی محبت کا جذبہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اور اپنے اور بیگانے کی تمیز کافور ہو جاتی ہے۔ یہ دُنیا تو ایک مسافر خانہ ہے۔ تمہارا بیٹا جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا۔ اور اس کے رخصت ہوتے ہی تمہارا آپس کا رشتہ بھی ہمیشہ کے لیئے ٹوٹ گیا۔ پس یہ رنج و غم بالکل بیسود ہے۔ جب کوئی بھی ذی رُوح مر کر دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس کے لیئے گریہ زاری و اشکباری محض جہالت ہے۔ جس طرح رات کے بعد دِن اور دِن کے بعد رات لازمی ہے۔ اسی طرح سکھ کے بعد دُکھ اور دُکھ کے بعد سُکھ لابدی ہے۔ اعمال رُوح کے ساتھ جاتے ہیں۔ اور انہیں کے مطابق پھل ملتا ہے۔ اہل دُنیا اپنے بیوی بچوں کے لیئے اور اپنی ذاتی اغراض کے لیئے طرح طرح کے مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ اور انواع و اقسام کے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ بدی کا بدلہ بدی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ دُنیا اور عاقبت میں طرح طرح کے مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جو کرتا ہے۔ وہی بھوگتا ہے اور سزا و جزا کے معاملہ میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ پس اے راجن! اس موہ مایا کے جال کو توڑ ڈالنا چاہیئے۔

دوسرا ادھیائے

نیک عادتیں

مہاراجہ یدھشٹر نے کہا کہ بڑھاپے میں نقاہت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ تمام اعضا ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ موت اپنی بھیانک صورت دکھاتی ہوئی آموجود ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر انسان کو کونسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ کہ جن سے وہ بوقت رحلت تکلیفات سے محفوظ رہے۔

شری بھیشم پتامہ جی یوں گویا ہوئے۔ کہ میدھاوی برہمن نے بھی اپنے باپ سے یہی سوال پوچھا تھا۔ اور اس نے جواب دیا تھا۔ کہ انسان برہمچریہ آشرم میں وید پڑھے۔ ہون کرے۔ یگیہ کرے اور اس کے بعد بنباس لیوے۔ اس پر میدھاوی نے استفسار کیا تھا۔ کہ ان کاموں کے لئے تو ایک لمبی عمر درکار ہے۔ بنباس اختیار کرنے کے وقت بڑھاپا گلا آ دبوچے گا۔ اور بڑھاپے کے ایام میں بنباس کے مصائب کیسے برداشت ہو سکیں گے۔ اسکے باپ نے جواب دیا کہ سچ تو یوں ہے۔ کہ ہر سانس کے بعد انسان کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ لہذا آج کا کام کل پر ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے۔ میں تو اس مقولے پر کاربند رہتا ہوں۔ بیٹا! تمہیں بھی یہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ نادان مت بنو۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ؎

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا — آدمی بلبلا ہے پانی کا۔

پس اے برخوردار۔ جو کام کرنا ہو۔ فی الفور کر ڈالا کرو۔ موت ہر وقت تاک لگائے رہتی ہے۔ بعینہ ہی اسی طرح جیسے کہ ایک بھیڑیا اپنے شکار کی تاک میں رہتا ہے۔ دہرم ہی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ باقی سب کچھ یہیں دھرا رہ جاتا ہے نیک انسان سیدھا سورگ کو جاتا ہے۔ علم ہی راہ راست دکھلانے والی چیز ہے۔ برخلاف اسکے جہالت گمراہ کن چیز ہے۔ یہی آدمی کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے۔ اور یہی اسے راحت حقیقی سے محروم کر دیتی ہے۔

یہ جسم تو مٹی ہے۔ اور آخر میں مٹی ہی ہو جائے گا۔ پس دنیا سے دل لگانا نادانی ہے۔ اسمیں تو اسطرح رہنا چاہیئے جیسے کہ کنول کا پھول پانی میں رہتا ہوا بھی الگ تھلگ رہتا ہے۔ اگر یہ طرز عمل اختیار کر لیوے۔ تو پھر مکتی یا نجات چنداں دور نہیں رہتی۔

انسان دولت کے لالچ میں پھنسکر کسقدر ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور کیسی کیسی آفتوں میں مبتلا رہتا ہے۔ حتے کہ موت کا بیرحم ہاتھ اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ اور اس کا تمام زر و مال اسکے لواحقین کے قبضہ میں آجاتا ہے۔ جو کہ مال مفت دل بیرحم کے مقولہ کے مطابق خوب گلچھرے اڑاتے ہیں کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ کہ جوڑ جوڑ مر جائیں گے۔ مال جمائی کھائینگے اگر اسی دولت سے کوئی نیک کام کیا جاتا۔ تو مرنے والا دنیا میں بھی نیک نامی حاصل کرتا۔ اور عاقبت میں بھی سکھ کا بھاگی بنتا۔ لیکن ایسے بد نہاد اشخاص جو کہ دغا فریب سے دولت کماتے ہیں۔ ان کی قسمت میں نیک کام کرنا لکھا ہی کب ہوتا ہے۔ ان کی حرام کی کمائی تو حرام کے کاموں میں ہی صرف ہوا کرتی ہے۔ البتہ دہرم کی کمائی ہمیشہ بھلائی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ عاقل وہی ہے جو محنت سے دولت کما کر اسے نیک کاموں میں خرچ کرے۔

مہاراجہ یدھشٹر بولے۔ اے مہاتما کیا ایک مفلس آدمی نیک کام نہیں کر سکتا؟ کیونکہ بغیر روپیہ پیسہ کے یہ امر محال ہے

بھیشم پتامہ جی نے فرمایا - کہ مہرشی سمپادک کا ارشاد ہے - کہ بیشک ایک دولت مند آدمی ہی یگیہ کر سکتا ہے - لیکن مفلس کا یگیہ اس بات سے ہو جاتا ہے - کہ وہ ہمیشہ ست دھرم کے مارگ پر چلتا رہتا ہے - ورنہ غریبوں کے پاس دولت کہاں؟ سادھو اپنے پاس دھن نہیں رکھتے - لیکن وہ جنگل سے لکڑیاں وغیرہ اکٹھی کر کے ہون کرتے ہیں - اور جنگلی پھل پھول وغیرہ کی آہوتی دیکر اپنے یگیہ سمپورن کر ہی لیتے ہیں - پس ثابت ہوا کہ غریب لوگ بھی حسب مقدور یگیہ کر سکتے ہیں - اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے - کہ امیر لوگ عموماً عیش و عشرت میں غلطاں رہتے ہیں - اور بجائے نیک کام کرنے کے بدی کیطرف زیادہ تر مائل رہتے ہیں - لہذا ان کے یگیہ وغیرہ بھی ایک قسم کے اڈمبر ہی سمجھئے - لیکن غریب لوگ بوجہ تنگدست ہونے کے گناہ کے کام کر ہی نہیں سکتے - بلکہ عموماً نیک کام ہی کیا کرتے ہیں - اس لئے ان کے معمولی سے یگیہ بھی ان کے لئے سچے سکھ یعنی راحت کا باعث بن جاتے ہیں - اور چونکہ وہ خوف خدا اپنے دل میں رکھتے ہوئے ہمیشہ بھلائی کیطرف ہی راغب رہتے ہیں - اسلئے پربھو کی کرپا کے پاتر بن کر جلد ہی مکتی یا نجات حاصل کر لیتے ہیں -

تیسرا ادھیائے

دُنیا کی پیدائش کے حالات

مہاراجہ یدھشٹر نے کہا مہاراج وید پڑھے ہوئے عالم اس دُنیا میں کن طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں - میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں -

شری بھیشم پتامہ جی نے فرمایا تمہارے اس سوال پر مجھے شری پرہلاد جی کی کتھا یاد آئی ہے - جو کہ حسب ذیل ہے - ایک دفعہ کا ذکر ہے - کہ پرہلاد جی نے ایک وید پاٹھی برہمن سے دریافت کیا کہ مہاراج آپ ہر وقت آنند میں رہتے ہیں - آپ کو کسی قسم کا غم ہے نہ فکر - ہر وقت خوش و خرم نظر آتے ہیں سچ بولتے ہیں - یہ اوصاف حسنہ آپ میں کہاں سے آ گئے -

برہمن بولا - ایشور کو سرو ویاپی دیکھنا - نیکی اور بدی کو رضائے الٰہی تصوّر کرنا - تمام اشیاء کو فانی سمجھنا - یہ باتیں ہیں - جن سے کہ انسان حواس پر فتح حاصل کرتا ہے - جب یہ تمام باتیں ذہن نشین ہو جاویں گی تو تم گیانی ہو جاؤ گے - حالت بیخودی کو حاصل کر کے آخر میں برہم میں لین ہو جاؤ گے - اس جسم انسانی کو غنیمت سمجھو - کیونکہ اسی جسم میں عقل کا مسکن ہے - جو کہ انسان کو ایشور کی طرف مائل کرتی ہے - پس عالم لوگ اس جسم کو پا کر نیک کام کرتے ہیں - اگر ایسے قابل قدر جسم کو حاصل کر کے بھی انسان اپنے پیدا کرنے والے سے غافل رہے اور دھرم کے اصولوں سے بے بہرہ رہے تو لعنت ہے - اس کی زندگی پر اور حیف ہے اس کی عقل و دانش پر -

مہاراجہ یدھشٹر نے سوال کیا - کہ یہ درخت حیوانات اور چرند پرند وغیرہ کیونکر پیدا ہوئے اور مہاپرلے کے وقت ان کا کیا حشر ہو گا - ورنوں کی تقسیم کیسے ہوئی - اور کسنے کی - دھرم اور ادھرم کی ریتی کیا ہے؟

شری بھیشم پتامہ جی نے فرمایا کہ ایک دفعہ کیلاش پربت پر بھرگو رشی تپ کر رہے تھے - اتفاقاً مہرشی

بھارہ دواج کا وہاں سے گذر رہوا۔ تب یہی سوال انہوں نے مہرشی بھرگو سے کیا تھا .... اُور انہوں نے جواب دیا تھا۔ کہ آغازِ آفرینش سے پیشتر ایشور نے مہاتت عنصرِ اعظم بنایا۔ اس سے اہنکار یعنی غرور پیدا ہؤا۔ اور اہنکار سے آکاش یعنی آسمان کی پیدائش ہوئی۔ آکاش سے ہوا۔ ہوا سے آگ۔ آگ سے پانی اُور پانی سے زمین بنائی۔ یہی پانچ عناصر ہیں۔ جن سے دُنیا کی تخلیق ہوئی۔ انہی عناصر سے دیوتا۔ انسان۔ حیوانات۔ نباتات۔ جمادات اُور تمام کائنات کا ظہور ہؤا جسطرف نگاہ کرو۔ آکاش ہی آکاش دکھائی دیتا ہے۔ نہ کوئی اُس کی ابتدا ہے نہ انتہا جب پرلے یعنی قیامت برپا ہوتی ہے۔ تو تمام ذی روح اُور غیر ذی روح فنا ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تمام اشیاء اُسی ذاتِ بے پایاں یعنی برہم میں لین ہو جاتی ہیں۔ یعنی فنا فی الذات ہو جاتی ہیں۔ یہ زمانہ خالق کائنات کی یوگ نِدرا یعنی خوابِ روحانی کا ہوتا ہے۔ اور جب وہ اس نیند سے بیدار ہوتے ہیں۔ تو پھر از سرِ نو تمام کائنات کا ظہور ہوتا ہے۔

وہ پاربرہم پرماتما ہستی واحد ہے جسکا کوئی شریک نہیں۔ وہ شیش ناگ کے اُوپر استراحت فرماتے ہیں۔ ان کی ناف سے کنول پیدا ہوتا ہے۔ جس میں شری برہماجی کا ظہور ہوتا ہے۔ برہماجی سے شری سرسوتی جی کی پیدائش ہوتی ہے۔ اور وہ یوں۔ کہ بھگوان کی آگیا سے شری برہماجی سو برس تک سمیرو پربت پر مصروفِ ریاضت رہتے ہیں۔ اور دوران ریاضت میں ہی برہما کے قلب سے سرسوتی برامد ہوتی ہیں۔ پھر برہماجی کے مُنہ سے وید نکلتے ہیں۔ دُنیا پانچ عناصر سے بنائی گئی ہے۔ اور یہ جسمِ انسانی انہی عناصر خمسہ کا مجموعہ تصور کیجئے۔ حیوانات۔ نباتات اُور جمادات کی پیدائش کا راز بھی ان ہی میں مضمر ہے۔

مہرشی بھارہ دواج نے سوال کیا۔ مہاراج درخت تو اندر سے ٹھوس ہیں۔ ان میں خلا نہیں ہے۔ پھر ان میں حواس خمسہ کا وجود کہاں ہے۔ پس وہ کسی شئے کو بھی محسوس نہیں کرتے ہونگے اس امر کے متعلق آپ کا خیال مبارک کیا ہے؟

مہرشی بھرگو نے یوں گوہر افشانی کی کہ درختوں میں بھی خلا موجود ہے۔ اور وہ خلا یعنی آکاش ہی تو ان کے اندر رس اُور پھول پھل پتوں وغیرہ کی پیدائش کا موجب ہے۔ حرارت آفتاب سے درختوں کے پھل پھول وغیرہ سوکھ جاتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ان میں قوتِ لامسہ یعنی چھُونے کی قوت موجود ہے۔ جب بجلی کڑکتی ہے۔ تو بعض اوقات درخت گر کر زمین پر آرہتے ہیں۔ یہ ان کی قوتِ سامعہ یعنی سننے کی قوت کی موجودگی کا ثبوت ہے۔ اکثر اوقات ایک درخت کی ٹہنیاں دوسرے درخت کی ٹہنیوں سے لپٹ جاتی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان میں قوتِ باصرہ یعنی دیکھنے کی قوت بھی موجود ہے۔ درخت۔ خوشبو اُور بدبو کے ذریعہ سے اکثر سرسبز و شاداب رہتے ہیں۔ اور یہ ان کی قوتِ شامہ یعنی سونگھنے کی قوت کا ثبوت ہے۔ اپنی جڑوں کے ذریعے درخت پانی پیتے ہیں۔ ایک دوسرے کا رنگ دیکھ کر رنگ پکڑتے ہیں۔ یہ ان کی قوتِ ذائقہ کا ثبوت ہؤا۔ چونکہ وہ سرسبز بھی ہو جاتے اُور مرجھا بھی جاتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ان میں جان بھی ہے۔

درخت بے جان نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں زندگی کی جملہ علامات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ پانی پیتے ہیں۔ ہوا سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔ سردی اُور گرمی کو محسوس کرتے ہیں۔ رنج و راحت کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ نوٹ:۔ آجکل کی سائنس ہمارے پراچین رشیوں کے ہی تجربات کو ثابت کر رہی ہے۔ کوئی نئی ایجادات نہیں۔

مذکورہ بالا پانچ عناصر سے ہی تمام اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً آگ سے غصہ تیزی اور بینائی وغیرہ پیدا ہوئی اجسام حیوانات میں جو حرارت ہے۔ وہ اسی آگ کا ظہور ہی تو ہے۔ پانی سے پسینہ خون اور پیپ وغیرہ کی پیدائش ہوئی۔ ہوا سے رفتار گفتار اور سانس لینے کی طاقت ظہور میں آتی ہے۔ آکاش سے سونگھنے اور سننے وغیرہ کی قوتیں جلوہ نما ہوتی ہیں۔ اور قوت ذائقہ مٹی کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے۔ روح لافانی اور جسم فانی۔ جسطرح لکڑی جل کر خاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی اندرونی حرارت جوں کی توں موجود رہتی ہوئی کرہ ہوائی میں جل جاتی ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی جاندار مرتا ہے۔ تو صرف اسکا جسم ہی فنا ہوتا ہے۔ لیکن روح بدستور موجود رہتی ہوئی برہم میں لین ہو جاتی ہے۔ لکڑی کے اندر آگ موجود ہے لیکن دکھائی نہیں دیتی۔ اسی طرح پر جسم میں جان ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی محسوس کی جا سکتی ہے

چوتھا ادھیائے

گرہست آشرم اور اس کے فرائض!

بھگوان شری نارائن جی کی خواہش کے مطابق شری برہما جی پیدا ہوئے۔ پھر سنکادک وغیرہ رشیوں کی پیدائش ہوئی۔ اسکے بعد سورگ۔ بیکنٹھ۔ وید۔ دیوتا۔ راکشش۔ گندھرب۔ دیو۔ جن۔ ناگ اور پشاچ وغیرہ بنائے گئے۔ اور ان کے بعد برہمن۔ کشتری۔ ویش۔ شودر بنائے گئے۔ برہمن ورن برنگ سفید ظاہر ہوا۔ دھرم کرم پرچار کرتے رہنا۔ اس ورن کا اصول قرار پایا۔ کھشتری کا ورن برنگ سرخ قرار پایا۔ دلیری اور بہادری کی پابندی اس ورن پر عائد کر دی گئی۔ ویش کا ورن زرد رنگ کا ہے۔ اور بنج بیوپار کرنا اس کا فرض ہے۔ شودر کا ورن سیاہ رنگ کا ہے۔ خدمتگذاری اس ورن کا فرض قرار دی گئی ہے۔ جب جڑ چیتن۔ چرند پرند وغیرہ کی پیدائش ہو چکی۔ تب ویدوں کی ہدایات کے مطابق رشیوں مہرشیوں نے چاروں ورنوں کی تقسیم کر دی۔ اور بتلایا کہ ہون کرنے سے پاپ دور ہو جاتے ہیں۔ وید منتروں کے اچارن سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور یاد الٰہی میں محو ہونے سے حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ جو دان وید پاٹھی اور گیان وان برہمن کو دیا جاتا ہے۔ وہی دان ساتوک اور سب سے اُتم دان ہے۔ جیسا دان ہوگا ویسا ہی اس کا پھل ہوگا۔

مہمان نوازی۔ خدمت مسافران۔ ہمدردی بنی نوع انسان وغیرہ اوصاف انسان کے لئے لازم ہیں۔ اور تکبر۔ بدزبانی۔ بے رحمی۔ جیو ہتیا وغیرہ افعال قابل مذمت ہیں۔ اور ان کا نتیجہ سوائے بدی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا نیکی کرنا اور بدی سے بچنا ہمارا فرض اولین ہے۔ ہمارے روزانہ کرم یعنی عمل عموماً حسب ذیل ہونے چاہئیں:-

صبح اٹھ کر بعد از فراغت ضروری حاجات کسی دریا یا کنوئیں پر جا کر داتن اور اشنان کرنا چاہیئے۔ اسکے بعد سندھیا اور پوجا پاٹھ وغیرہ میں مصروف ہونا چاہیئے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر پاک و پوتر دل کے ساتھ وید پاٹھ اور ایشور بھجن میں منہمک ہو جانا چاہیئے۔ اور بعد ازاں اپنے دنیاوی کاروبار کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ بھوجن صرف دو دفعہ ہی دن رات میں کرنا چاہیئے۔ لیکن کوئی خلاف دھرم چیز مثلاً گوشت وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اپنے بیوی بچوں اور دیگر نزدیکی رشتہ داروں سے محبت اور شفقت سے پیش آتے ہوئے ان کی پرورش اور حفاظت وغیرہ کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ ماتا پتا اور گورو کی خدمت کرنا انکو کھانا کھلا کر پھر خود کھانا گرہستیوں کا بہترین دھرم ہے اور جو شخص صرف اپنی ہی بیوی پر قانع رہ کر دیگر تمام عورتوں کو اپنی ماں یا بہن یا بیٹی کی مانند تصور کرتا ہے۔ وہ بھی ایک قسم کا برہمچاری ہے۔ اور سورگ کا مستحق ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق برہمنوں اور مسافروں کو بھوجن کھلانا گرہستی کا پرم دھرم ہے:

(باقی آئندہ)

یوگ مکتی } یہ ایک بنگالی پستک "شورگت یوگ مکتی" کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس میں کیلاش کی چوٹی پر شوجی نے پاربتی کو آتم گیان اور یوگ کے متعلق جو اُپدیش دیا ہے۔ نہایت خوبصورت الفاظ میں درج ہے۔ یوگ اور گیان کے متعلق یہ ایک مسلمہ متن ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف چار آنے

سرل مارگ } آتم آنند حاصل کرنے کا سیدھا اور سرل مارگ کونسا ہے اور اس مارگ پر چل کر ہم کس طرح دکھوں سے بلند ہو کر اپنے سرور سے آنندت ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام رموز نہایت خوبصورتی سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف چار آنے ۴ر

خود شناسی } سوامی شنکر آچاریہ جی کی لاجواب کتاب آتم بودھ کا یہ اُردو ترجمہ ہے۔ آتم گیان کو حاصل کرنے کے لئے اس کتاب سے بہتر شاید ہی کوئی پستک ہوگی۔ اہل نظر اصحاب کیلئے بڑے آدر کی چیز ہے قیمت ۸ر آٹھ آنہ

شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے انمول ویدانت رتن

کلیات رام حصہ اول } شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے بزبان اُردو اپنے قلم سے لکھے ہوئے رُوح افزا اور سرور بخش مضامین ہیں یہ کتاب مشتمل ہے ۴۶۴ صفحات خوبصورت مجلد قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۸)

کلیات رام حصہ دوم } سوامی جی کے مکمل حالات زندگی بچپن سے لیکر سنیاس دھارن کرنے تک۔ اس کے علاوہ اس حصہ میں ڈیڑھ صد کے قریب ان کے انمول ربانی کان سے نکلے۔ رتن جمع کئے گئے ہیں اور ان کی آٹھ کے قریب فوٹو بھی اس کتاب کی زینت ہیں حجم پانصد صفحات کے قریب قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۸ر)

کلیات رام حصہ سوم } اس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی بارہ تحریر و تقریر درج ہیں۔ ضخامت ۴۰۴ صفحات مجلد قیمت عہ۸

ویدانو وچن } آنجہانی شری بابا نگینہ سنگھ جی کی شہرۂ آفاق تصنیف اس میں برہم گیان کے دقیق مسائل کو نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو زمانہ حال میں ویدانت کا ایک مسلمہ رتن مانا جاتا ہے ضخامت پانچصد صفحات سے اوپر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۸ر)

رام برشا } جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور دیگر مہاتماؤں کے بھجن اور غزلیات ہیں۔ حجم ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ

معیار المکاشفہ } بابا نگینہ سنگھ صاحب کی دوسری شاندار تصنیف ہے۔ اس کتاب میں چھاندوگیہ اُپنشد کے چھٹے باب کی مفصل تشریح مع نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف کتاب درج ہیں۔ حجم تقریباً دو صد صفحات قیمت ۸ر آنے

رسالہ عجائب العلم } باوا صاحب کی تیسری تصنیف پہلی دو کتابوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے اس مختصر نسخہ میں ذاتِ حق کو ہستی۔ علم۔ سرور ثابت کر کے نہایت ہی مؤثر دلائل بسلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا ہے۔ جو سجن اسے ایک بار ہی بغور پڑھ لیں گے۔ وہ خود ہی اپنے تجربہ سے اس کی داد دیں گے۔ قیمت ۶ر آنے

جگجیت پرگیا } یعنی مشرح ترجمہ اشٹاوکر اپنشد عالیجناب باوا نگینہ سنگھ صاحب قیمت چھ ۶ر آنے۔ ۳ر آنے۔

شاستر دکت اُپاسنا ہندی۔ قیمت صرف ۸ر آنے۔

آتم ساکھشاتکار کی کسوٹی ہندی قیمت صرف ۸ر آنے۔

خطوطِ رام اُردو۔ قیمت صرف ۸ر آنے

شری سوامی وویکانندجی مہاراج کی بلند پایہ تصانیف

بھگتی اور ویدانت۔ یہ ترجمہ بائیزادہ منشانتی زبان یہ سوامی جی کے ان لیکچروں کا ترجمہ ہے کہ جو انہوں نے مختلف ممالک میں بھگتی اور ویدانت پر دیئے۔

نیلوگ وششٹ } مہرشی بابو شیو برت لال جی ایم۔اے نے اصلی گرنتھ کے تمام قصے کہانی اور سب مطالبات کے انتہائی دلچسپ روحانی قلم اختصار سے بوضاحت درج کئے ہیں۔ پونے چار سو صفحات کی طویل وضخیم کتاب لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے قیمت دو روپے۔

روحانی گلدستہ } یہ نہایت مفید کتاب ہے جو کہ رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی۔اے کی تصنیف کردہ ہے۔ ہر ایک گرہستی کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۴ر آنے۔

خوش نصیب دوست } بھگوان کرشن چندر اور بھگت سداماں کی سچی دوستی کے نظارے عجیب انداز سے دکھلائے گئے ہیں۔ فوٹو بلاک دیدہ زیب۔ قیمت ۱۲ر آنے۔

کامیابی کی کنجی از بابو شیو برت لال ورمن ایم۔اے قیمت ۴ر

پریم کہانیاں } اس میں بچوں کے لئے نصیحت آموز کہانیاں درج ہیں۔ قیمت صرف ۵ر آنے۔

اناسکتی یوگ مہاتما گاندھی } اس میں مہاتما گاندھی جی نے شریمد بھگوت گیتا کی بے نظیر تشریح کی ہے۔ قیمت صرف ۶ر آنے

قدرتی طریق علاج } جرمنی کے مشہور ماہر معالج وخادم خلق مسٹر اڈولف جسٹ کی بہترین تصنیف "ریٹرن ٹو نیچر" کا بہترین ترجمہ جو کہ گوجرانوالہ کے مشہور فاضل وکیل سردار بھاگ سنگھ جی نے مصنف کی اجازت سے نہایت محنت سے کیا ہے۔ ایک جلد منگوا کر اپنی جسمانی اور روحانی بہتری کے اسباب دیکھئے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

بھگت سورداس } بھگتوں کے سرتاج سورداس جی کے حالات زندگی۔ قیمت چار آنے

کبیر بھگت اور ان کی تعلیم } یہ کتاب بابو شیو برت لال ورمن کی تصنیف ہے کبیر صاحب کے حالات زندگی اور انکی تعلیم کا اصل منبع کہا جا سکتا ہے قیمت ۸ر

آنند السیتوری گیتا } سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے سیوک سوامی آنند تیرتھ جی کی تصنیف لطیف دو حصص ہیں۔ یہ شریمد بھگوت گیتا کی شرح ہے۔ لیکن ایسے ڈھنگ اور پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ کہ گیتا گیان امرت کی ہر ایک رمز نہایت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔ ضخامت ہر دو حصص ۴۴۹ صفحات قیمت دو روپے۔ ایک حصہ ایک روپیہ میں بھی مل سکتا ہے۔

ہری کیرتن } شری مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر ویدانت کیسری جالندھر کی تالیف تمام کی تمام منظوم اور ایک ایک بھجن اور نظم میں اتنا سرور اور کیف کہ پڑھتے پڑھتے ہی انسان کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب چھ حصص پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ہری مہما کے بھجن۔ حصہ دوم ہری پریم کے بھجن۔ حصہ سوم نہنے کے بھجن۔ حصہ چہارم من کے جتاونے کے بھجن۔ حصہ پنجم میں ویراگ کے بھجن۔ حصہ ششم میں گیان کے بھجن ہیں۔ ان کے تمام بھجن سنت اور مہا پرشوں کی بانیاں ہیں۔ اردو زبان میں ایسا سنگرہ نایاب ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت خوبصورت ضخامت ۱۲۱ صفحات قیمت ۱۲ر آنے۔ ہندی ہری کیرتن قیمت ۱۲ر آنے۔

روحانی کہانیاں } عرف چراغ ہدایت از پنڈت وشنو دت جی سیالکوٹی ۴۴۲ صفحات قیمت ۱۲ر آنے

کبیر بھجناولی } کبیر صاحب کے چیدہ اور منوہر بھجنوں کا گلدستہ ہے۔ از بابو شیو برت لال جی ورمن قیمت ۱۰ر آنے۔

پریم ترنگ } دو حصص ہیں ہر ایک مذاہب کی کتب مقدسہ کا نچوڑ مصنفہ لالہ کانشی رام صاحب قیمت ایک روپیہ

بھگوت گیتا } مصنفہ شیو ناتھ رائے جی تسکین اردو زبان میں قیمت صرف ۱۲ر آنے

نسیم عرفان یا گیتا کنجی } شریمد بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ پنڈت شیو پرشاد لکھنوی قیمت دو روپے ۴ قیمت ۴ر

منشی سورج نرائن صاحب مہر کی قابل دید تصانیف

چہل ویدیش قیمت صرف تین روپے۔ روحانی کہانیاں قیمت صرف دو روپے (عـ۲) گیان کتھائیں قیمت صرف ایک روپیہ (عـ۱) یوگ واشسٹ سار قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۱) پنج دشی قیمت ایک روپیہ ۸ر وچار ساگر۔ ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۱) ویدانت سار قیمت ایک روپیہ (عـ) جیون مکتی۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عـ) عام فہم ویدانت قیمت صرف آٹھ آنے (۸ر)۔ کلام مہر جلد اول ایک روپیہ (عـ) کلام مہر جلد دوم قیمت صرف آٹھ آنے۔ رامائن مہر قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے (عـ۱۲) مہر بھجناولی قیمت ایک روپیہ چار آنے (عـ۴) بھجن مالا قیمت ۸ر آنے۔ بھگتی یوگ قیمت صرف ۸ آنے۔ غزلیات مہر قیمت آٹھ آنے

سوامی منترسین جی مہاراج کی تصانیف لطیف

آنند۔ ہندی زبان میں۔ قیمت صرف چار آنے (۴ر)

ایشاداسیہ اپنشد شنکر بھاشیہ سہت۔ مترجمہ ڈاکٹر لبھو رام چوپڑہ ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ جی۔ قیمت ۴ر آنے۔

چھاندوگیہ اپنشد۔ حصہ اول۔ تگیوں کی بدھی۔ سرشٹی کی اتپتی برہم ودیا کا سوکھشم وچار پر بالتوضیح صراحت۔ قیمت ۶ر

چھاندوگیہ اپنشد حصہ دوم۔ نارد اور سنت کمار کے سمواد روپ کتھا کے ذریعہ آتم اپاسنا اور برہم ودیا کا ورنن ہے قیمت ۱۲ر آنے

یوگ درشنم۔ دنیاوی دکھوں اور بندھنوں سے آزاد کر کے پرم سکھ اور موکھش کی سیدھی راہ پیش کرتا قیمت ۹ر آنے۔

سانکھیہ درشنم۔ شنکر بھاشیہ کے آدھار پر ٹیکا سہت اس میں سرشٹی کی اتپتی کے کرم وستار پورک ورنن قیمت صرف ۱۶ر آنے۔

شریمد بھاگوت گیارھواں اسکندھ۔ پرم بھگت سکھا ادھو کو بھگوان کرشن کا گیان اپدیش قیمت صرف ۶ آنے

ہندی بھاشا میں گیان پتھ پر چلانیوالی انمول پستکیں

۱۔ اسکھمنی صاحب سٹیک ہندو ضخامت ۵۴۶ قیمت صرف ایک روپیہ

۲۔ جپ جی صاحب و شبد ہزارے و رہراس و معہ جیون پرکاش گورو نانک نرنکاری } مصنفہ ماسٹر سہج سنگھ صاحب قیمت ۱ر

۳۔ ہندی یوگ وشسٹ نولکشور پریس۔ قیمت نو روپے

۴۔ سکھ ساگر۔ شریمد بھاگوت کا ہندی انواد۔ چار روپے

۵۔ گوبند بلاس ہندی۔ مصنفہ شری سوامی گوبندانند جی مہاراج۔ شیہ شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج مجلد ۱۶ر بلاجلد ۱۴ر

۶۔ ہری کیرتن۔ تصنیف مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر رسالہ ویدانت کیسری ہری مہاکے بھجنوں کا سنگرہ ہے قیمت ۱۲ر

۷۔ شریمد بھگوت گیتا۔ شری شنکر بھاشیہ بھاشا ٹیکا [illegible] ... الوواد میں آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔ ۹۱۵ صفحات تین رنگی تصاویر۔ قیمت مجلد صرف دو روپے بارہ آنے۔

۸۔ گیتا معمولی بھاشا ٹیکا ہندی۔ نہایت سستی جم ۳۵۲ صفحات۔ قیمت صرف ڈھائی آنے۔

۹۔ ایشاداسیہ اپنشد۔ ترجمہ معہ شنکر بھاشیہ۔ بالتصویر۔ ضخامت ۵۰ صفحات۔ قیمت ۳ آنے۔

۱۰۔ کین اپنشد۔ ترجمہ معہ بھاشیہ۔ بالتصویر ضخامت ۱۴۶ صفحات قیمت آٹھ آنے (۸ر)

۱۱۔ کٹھ اپنشد۔ ترجمہ معہ شنکر بھاشیہ بالتصویر ضخامت ۱۷۲ صفحات قیمت نو آنے (۹ر)

The following English Books can be had from the "OM" Office, Lahore.

(1) Immannence of God Price- 2/-

(2) The Complete Works of Swami Ram Price Rs. 7 net per set for 8 Vols.

(9) Karma Yoga & Bhagti Yog.—Th Ideal of Karma Yog ... Swam V...